الحمدللہ

(خانوادہ رسالتؐ کے معجزات)

عباس حیدر رسید

التماس سورہ الفاتحہ

برائے ایصالِ ثواب

سید محمد احمد رضوی ولد سید حسین احمد رضوی

کبری بیگم بنت سید احمد حسن موسوی

وحید النساء بنت سید قاسم حسین رضوی

مرزا مظفر احمد حسین ولد مرزا وزارت حسین

1954 امروہہ

N. A. B

جعفر حسین مرحوم حافظ شریف حسین دوکان گولی

JAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Mirza Bazar #2
KARACHI
7211795

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

Acc No. 10792 322 Date 13/5/05
Section .... Status ....
D.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ

(خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات)

عباس حیدر سید

شاہ ولایت
SHAH WALLAYAT PUBLISHERS

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : الحمدللہ

مصنف : عباس حیدر رشید

اشاعت اوّل : اکتوبر 2001

سرورق : شہزاد حیدر نقوی

کمپوزنگ : شاہ ولایت کمپوزرز

طباعت : اورینٹ پیکیجز، کراچی

تعداد : ایک ہزار

ہدیہ : اسی روپے (پاکستانی)، پانچ ڈالر (امریکی)

ناشر : شاہ ولایت پبلشرز، کراچی۔
آر-997، سیکٹر 16-A،
بفرزون، کراچی 75850، پاکستان۔
فون: 5761-698 (021)92+

ویب : www.shahwallayat.8m.com

ای میل : hnaqvi2@yahoo.com

Shop.
6351769, ~~6351763~~ Shop
0300-2209392 wife,
0300-2528110
Gulshan Mehmar.

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

انتساب

میں اپنی کتاب

الحمدللہ

کو بصد احترام خانوادہِ رسالت ﷺ سے معنون کرتا ہوں
جس کے لئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ
"میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ ان سے تمام نجاست دور رکھے
اور تم لوگوں کو ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے"۔
سورۃ احزاب ۳۳، آیت ۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَیَقُولُ الَّذِینَ کَفَرُو لَوْلَآ اُنزِلَ عَلَیہِ
آیَۃٌ مِّن رَّبِّہٖ اِنَّمَا اَنتَ مُنذِرٌ وَّ
لِکُلِّ قَومٍ ھَادٍ ؕ

(سورہ رعد۔ آیت ۔)

(کفار یہ کہتے ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے معجزہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ حالانکہ آپ صرف خبردار کرنے والے ہیں اور ہر قوم میں ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔)

فہرست

پیش لفظ	15
The Miracles of Revered Person of Holy Prophet (PBUH)	18
کتاب کی حرمت	22
عرض حال	23
باب الکرامات	
- معجزہ کیا ہے؟	29
باب محبوب کردگار ﷺ	
- دو بچوں کا زندہ ہونا	38
- گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا	39
- بکری کے خشک تھنوں میں دودھ کا اتر آنا	39
- کھانے میں برکت	40
- چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا (شق القمر)	41
- جنت کا درخت	42
- سورج کا مغرب سے پلٹ آنا (رجعت خورشید)	43
- کھجوروں کا باغ	43
- خمریات پر حکمرانی	44
- کتے کا نمازیوں کو زخمی کرنا	45
- دشمن کے شجر اور سے محبت مانا	46
- بکری کا دوبارہ زندہ ہونا	48

باب مولائے متقیانؑ

- سادات کا قرض مولا علیؑ کے حساب میں 49
- نماز کے لئے سورج کا پلٹ آنا (رجعت خورشید) 50
- حضرت سلمان فارسیؓ کی نمازِ جنازہ پڑھانا 51
- ام فروہ کا دوبارہ زندہ ہونا 52
- بینائی کا واپس ملنا 53
- زائر کی پکار پر مولا علیؑ کا تشریف لانا 54
- زخمی شیر کا آرام پانا 56
- زمین گیر مریضوں کا شفا پانا 57
- حدیثِ بساط 58
- جنت کا چشمہ 59
- مصر کے گذشتہ حالات کو بیان کرنا 60
- کھوٹا سکہ اور کڑوی کھجوریں 62
- نابینا کو بینائی ملنا 63
- نبی ﷺ اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے 64

باب خاتونِ جنتؑ

- الٰہی عطیہ 66
- بی بی فاطمہ بتولؑ کا عطیہ 67
- فاطمہ زہراؑ کے توسل سے صحت ملنا 69

- قفل کا کھل جانا 70
- زخموں کا ٹھیک ہو جانا 70
- تین دینار 73
- حضرت زہرہؑ سے توسل 74
- عزت رکھ لی 77
- حافظہ 78
- مجلس عزا میں شرکت 78
- بی بی فاطمہ زہرہؑ کی کنیز 79

باب مجتبیٰ

- حیران کن سوالات کے جوابات 81
- خشک کھجور میں پھل آنا 82

باب سیّد الشہداءؑ

- حیوانات کا شب عاشور گریہ کرنا 83
- عورت کا زندہ ہو جانا 84
- آگ پر ماتم 85
- فرشتہ حضرت فطرس کا صحت پانا 86
- تربت حسینؑ سے شفا حاصل کرنا 87
- عزاداری کی خاک سے آنکھوں کو شفاء ملنا 88
- زیارت عاشورہ کے سبب عذاب کا دور ہونا 89

- ذاکر امام حسین کا رتبہ 91
- زائرین قبر حسین کی راہ میں مرنے کے درجات 92
- سیب کی خوشبو کا اعجاز 95
- حسین ٹیکری 97
- کربلا کا شیشہ 98
- سراقدس سے نور کا نکلنا 100

باب الساجدین

- مقام امام 101
- دنیا کا محتاج 102
- توبہ کی توفیق 103
- روٹیوں سے مفلسی دور ہونا 105
- ہرنی کو بچہ واپس ملنا 106

باب باقر العلوم

- مدینہ میں قتل عام کی اطلاع 107
- چوری شدہ مال کا اصل مالک کو واپس ملنا 108
- ہاتھ پھیرنے سے شخصیت کا بدل جانا 109
- دعا کا قبول ہونا 110
- پیشگی حالات جاننے والے 111

باب الصادق

-امام کی دعا سے پچاس حج ادا کرنا 112
-پرندوں کا پھر سے زندہ ہو جانا 113
-عمر میں بیس برس کا اضافہ ہونا 114
-حکم امام سے درخت میں پھل آنا 115
-عازم حج کا سفر میں زندہ ہونا 116
-ولی کی خصوصیت 117

باب موسیٰ الکاظم

-جان بچ جانا 118
-موت کی قبل از وقت اطلاع 119
-حالات سے آگاہی 120
-امامت کے دعویدار کی شناخت 121
-پانی میں ریت ملا کر پینا 122
-دنیاوی اعمال کی وجہ سے قبر میں جسم کا خاکستر ہونا 124

باب الرضا

-اخلاص وصدق کے سبب حاجت کا پورا ہونا 125
-لاعلاج مرض سے شفایابی 126
-مشہد میں نجف کا زائر 127
-حقیقت یا خوش نصیبی 127

- صاحبِ مرقد کی کرامت	129
- زینب کذابہ	130
- خواب کی حقیقت	131
باب الجوادؑ	
- حالات کا علم رکھنے والے	132
- قید سے رہائی ملنا	133
- ہاتھ لگانے سے بصارت ملنا	134
- دل کا حال جاننا	135
- علماء کا امتحان	136
- مولاؑ کی ناراضگی	137
باب الہادیؑ	
- دلوں کا بھید جاننے والے	138
- صحرا میں چشمہ جاری ہونا	138
- قالین کا شیر	140
- زمین پر اللہ کی حجت	141
- خواب میں مال سے آگاہ کرنا	143
باب العسکریؑ	
- نابینا کو شفا ملنا	144
- جانور بھی حکم کے طابع ہیں	145

- دلی مراد کا بر آنا 146
- امام کی دعا سے بارش کا ہونا 147

باب المہدیؑ

- علامہ احمد اردبیلی کے مسائل کے جوابات 149
- بحرین میں انار پر نام ابھارنے کا بھید 150
- معجزہ طے الارض کی حقیقت 152
- امامِ عصرؑ کے دیناروں کی برکت 154
- کاشانی کے صحت پانے کا واقعہ 156
- حجرِ اسود کی تنصیب 158
- دعائے فرج کا اثر 160
- زیارتِ کربلا کے اسباب کی فراہمی 162
- وجودِ حجت 163
- اسماعیل ہرقلی کا شفا پانا 165
- قرض دینے والے کی نشانی 167
- زائرہ کو تحفہ ملنا 169

باب شریکۃ الحسینؑ

- آنکھوں کا درد سے نجات پانا 171
- زمین گیر عورت کو صحت ملنا 172

باب الحوائج

۔معجزہ علم حضرت عباسؑ علمدار	174
۔فالج زدہ شخص کو شفا ملنا	176
۔میں باب الحوائج ہوں	177
۔حضرت ابوالفضل العباسؑ کی کرامات	178
۔باب الحوائج کے توسل سے شفا ملنا	179
۔زائر کے محافظ	180
۔روسی افسر کی نجات	182
۔روزہ نماز کا ہدیہ	183
۔عیسائی کو بیٹا عطا کرنا	184
۔حضرت عباسؑ کے روضہ کی زیارت	185

باب المعصومہؑ

۔بیٹے عطا کرنا	188
۔تشنج کی مریضہ کا صحت پانا	189
۔عذاب کا ٹل جانا	189
۔لاعلاج مرض سے صحت ملنا	191
۔معیوب آنکھ کا ٹھیک ہو جانا	192
ماخذ الکتب	194

پیش لفظ

مجھ جیسے بے زبان کے لئے اس موضوع سے متعلق کتاب کا پیش لفظ لکھنا میرے لئے ایک مشکل کام تھا میں نے عباس حیدر رشید صاحب سے اس ضمن میں اپنی معذوری ظاہر کی لیکن جس فریق کے ساتھ سید اظہار حیدر رضوی جیسے جہاندیدہ ایڈووکیٹ کی بھرپور وکالت ہو بھلا وہ ناکام ہو سکتا ہے؟ بالآخر اس ذمہ داری کو قبول کرنا پڑا جن ذوات مقدسہ کے معجزوں کے ذکر سے یہ کتاب منسوب ہے انہی کی تائید میں یہ ذمہ داری نبھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ نتیجہ قارئین کے سامنے ہے۔

زیر نظر کتاب میں عباس حیدر رشید نے چہاردہ معصومین اور جناب زینب سلام اللہ علیہا، حضرت عباسؑ اور معصومہ قم سلام اللہ علیہا سے ۱۲۵ معجزات کو یکجا کیا ہے۔ اس تحقیق کے مقاصد میں مومنین کو ذوات مقدسہ کی کرامات سے آگاہی، ذاکرین کے لئے معلومات کا فوری دستیاب ذریعہ اور بزرگوں کی یادداشت کو جلا دینا شامل ہیں۔ اب الحمد اللہ کے نام سے اس کتاب کو معنون کر کے شہزادی فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی تمنا کی تکمیل کر رہے ہیں جو ان کی دیرینہ خواہش تھی۔ اس لحاظ سے بھی کتاب کا نام ''الحمد اللہ'' بہت موزوں ہے۔ خدا ان کی توفیقات میں اضافہ کرے۔

کتاب کا متن کلیتہً ذوات مقدسہ کے معجزات کی تفصیل پر مشتمل ہے معجزہ انسانی طاقت سے باہر محیر العقول، خلاف عادت یا مافوق الفطرت عمل یا مظاہرہ ہے۔ در حقیقت چہاردہ معصومینؑ کی زندگی کا ہر پہلو ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ زمانہ کے نامساعد حالات کے باوجود ان ہستیوں نے اپنے آپ کو انسانیت کے لئے ایک نمونہ بنا کر پیش کیا ہے۔ ان کے افعال، اقوال اور اخلاق میں ایک درس پنہاں ہے۔ حدیث اولنا محمد ﷺ اوسطنا محمد ﷺ آخرنا محمد ﷺ وکلنا

محمدﷺ کی رو سے چہاردہ معصومین کی ذوات مقدسہ اپنی کرامات میں یکساں ہیں۔ ان ۱۲۵ معجزات کے گلدستہ کا ہر پھول اپنی ماہیت اور معصومیت میں لاجواب ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اثر میں دوسرے سے کم نہیں۔ ماحول اور زمان و مکان کی تبدیلی سے ان کے اعجاز میں کوئی فرق نہیں پیدا ہو سکا جس کا اندازہ پڑھ کر کیا جاسکتا ہے ہر معجزہ اپنے اندر علم، حکمت اور معرفت کے پہلو رکھتا ہے جس سے قاری حسب ذوق فیضیاب ہوسکتا ہے۔

اس کتاب میں کل ۱۱۸ ابواب ہیں۔ ابتدائی باب میں معجزہ کی ماہیت، اہمیت، ضرورت اور عظمت کو دلنشیں پیرایہ میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اور باقی ۱۱۷ ابواب میں تسلسل کے ساتھ ہر معصوم سے متعلق معجزات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ آخر میں ایک ماخذ الکتب یا کتابیات بھی ہے جو ۶۲ کتابوں کی فہرست پر مشتمل ہے اس فہرست کو معجزوں سے مربوط حوالے دیکر مزید کارآمد بنایا جاسکتا ہے تا کہ محققین بھی مستفیض ہو سکیں۔

کتاب کا طرز بیاں سلیس ہے۔ ملک کی پست خواندگی کی شرح اور عوام میں ذوق مطالعہ کے فقدان کے باوجود عباس صاحب کی گزشتہ کتابوں کے ایک سے زائد ایڈیشن شائع ہوسکے جو ان کی طرز تحریر کی پزیرائی کی نشاندہی کرتی ہے۔

معجزہ کے حوالے سے کتاب کا متن کسی تبصرہ اور تنقید سے بالاتر ہے۔ تاہم اس پیش لفظ کے تقاضوں کی تکمیل میں مجھے رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسیؒ کی معروف تصنیف ''حق الیقین'' کے اردو ترجمہ ''خزینۃ العارفین'' مترجم زاہد حسین کاظمی میں معجزوں کے اقسام کا عندیہ ملا۔ زیر نظر کتاب کے معجزات کا دائرہ بہت وسیع ہے ان معجزات میں انسانوں کے علاوہ، جمادات، نباتات، حیوانات، نظام شمسی اور عناصر اربعہ پر ان ذوات مقدسہ کا تصرف ظاہر ہوتا ہے جو مطالعہ کیلئے حسب ذیل گوشوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ موعظہ حسنہ جنکا مقصد مقابل کو برے کام سے روکنا یا نیک کام کی ترغیب دینا۔ (صفحات ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۸۳)

۲۔ امور پنہاں اور آئندہ واقعات کی خبریں دینا (جو بالآخر واقع ہوئیں)
(صفحات ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۴۳)

۳۔ مریضوں اور بالخصوص لاعلاج مریضوں کی صحتیابی (خصوصاً نابینا اور فالج زدہ) (صفحات ۴۶، ۵۳، ۵۷، ۶۳، ۶۹، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۴۴، ۱۵۸، ۱۶۵، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۶، ۱۹۱، ۱۹۲)

۴۔ نباتات اور جمادات کا اپنی حالت بدلنا، اطاعت کرنا اور خلاف فطرت مظاہر کا سرزد ہونا۔ (صفحات ۸۲، ۱۱۵، ۱۵۰)

۵۔ نظام شمسی کے معمولات میں تغیر پیدا ہونا۔ (صفحات ۴۱، ۴۳، ۵۰)

۶۔ حیوانات کا کلام کرنا، اطاعت کرنا اور پناہ مانگنا۔
(صفحات ۳۹، ۴۵، ۸۳، ۱۴۰، ۱۴۵)

۷۔ حادثات اور طبعی موت کے بعد انسانوں کا زندہ ہونا، موت کا ٹل جانا۔ (صفحات ۳۸، ۵۲، ۸۴، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹)

۸۔ شدید مایوسی کی حالت میں بہتری کی صورت نمودار ہونا (جس میں مصنف کے ذاتی تجربات بھی شامل ہیں۔ (صفحات ۴۰، ۵۱، ۹۶، ۱۳۱، ۱۸۳)

اس پیش لفظ میں اتنی گنجائش نہیں کہ تفصیل کے ساتھ معجزوں کی مثالیں دی جائیں۔ مجھے امید ہے کہ مندرجہ بالا وضاحت سے قاری کی معرفت اور عقیدتمندی میں اضافہ ہوگا جو کہ اس کتاب کی وجہ تصنیف ہے۔

آخر میں عباس حیدر رسید صاحب کی اس کامیاب کوشش پر مبارکباد دیتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس کار ثواب میں مجھے بھی شامل کیا۔

احقر

ڈاکٹر میر محمد علی

سابق چیئرمین سندھ بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن

کراچی ۲۵، اگست ۲۰۰۱ء

The Miracles of Revered Progeny of Holy Prophet (Peace Be Upon Him)

*"**AL-HAMDO LILLAH**" , The book which brings to light the Miracles of the revered progeny of Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) is written by Janab Abbas Haider Syed, the renowned writer of "**ALLAH-O-AKBAR**" and "**SUBHAN ALLAH**". "**AL-HAMDO LILLAH**" is in fact the third in the series of aforesaid books. In the previous books written by the respected author the "**ZIARATGAHS**" (places of Reverence) of the Miracles of the progeny of Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) situated in Iran, Iraq, Syria, and Saudi Arabia have been brought to light. The previous two books were highly acclaimed and three editions of "**ALLAH-O-AKBAR**" have been published and the second edition of "**SUBHAN ALLAH**" is in process.*

In context with presentation of the book under review the respected author is of the following view. Says he (English-rendering done by the writer of this treatise):-

*"With the Allah's grace in the book entitled "**AL-HAMDO LILLAH**" I took the courage of presenting renowned deeds which are named as Miracles. Though before it many books on Miracles have been written in Urdu in which a few Miracles of one Imam or many Imams have been presented. As against the aforesaid books in "**AL-HAMDO LILLAH**" out of thousands of Miracles, 125 selected Miracles of the revered progeny of Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) hvae been presented."*

AUTHOR'S ANTECEDENTS:

The respected author of the book under review, Janab Abbas Haider Syed, is a highly renowned writer. He has written many adorable books which give valid proof of his utmost

attachment with Holy Prophet Muhammad and his revered progeny (peace be upon them). The respected author was the Chief of Publicity Section of Public Relations Department of Pakistan Steel. He is close friend of my younger brother Syed Kamal Hussain. His previous book **"SUBHAN ALLAH"** was a highly informative and reliable book, fully augmented and authenticated by historical references. The way of his wirting is simple, fascinating and alluring so much so that if once begins the book, does not leave it until he finishes it. Same is the case with his other books as well as the book under review.

MERITS OF THE BOOK UNDER REVIEW:

In the publication of the book under review it has been the endeavour of the renowned author to present such Miracles so that youngsters of the Muslim Community may be able to know the Miraculous deeds of the renowned progeny of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) and for our youngmen and our orators it may become the reservoir of knowledge and our oldmen through it may rejuvinate their memoirs of Holy Prophets' Holy Progeny. In nutshell the book should be prepared which may be beneficial to all.

Through these Miracles the respected author took the courage of presenting the Hadith (Holy Saying of Hazrat Muhammad Mustafa (peace be upon him)) in context with twelve Holy Imams in his progeny saying : **"AWWALUNA MUHAMMAD WA AUSTUNA MUHAMMAD, AAKHIRUNA MUHAMMAD WA KULLUNA MUHAMMAD"** (My First is Muhammad, My Middle is Muhammad, My Last is Muhammad and My Whole Lot is Muhammad). Though after the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) the continuation of prophethood stopped, yet the Miraculous qualities of the respected progeny of Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) still continue and are the same.

Almighty Allah bestowed Miracles to His Holy Prophets according to the needs of the era. Hoy Prophet Hazrat Musa (Muses) was bestowed with Miracles of ASA (walking stick) and

Yad-e-Baiza (Shining Hand) as in those days magic was prevalent. Seeing the aforesid Mracles the magicians of the day became bewildered. So is the case with Holy prophet Hazrat Isa (Christ) in whose era there was the zemith of Greek Medical Treatment (Yunani Tariqa-e-Elaj) so he could make alive dead, bestow eye-sight to born blinds. In the like manner during the era of Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) there was consummation of linguistic perfection and in that era both men and women were lovers of poetry. The presence of Seven Eulogies (Saba-e-Muallaqa) placed in the Holy Kaba was the best roof of it. Keeping this in view Holy Prophet was revealed the sublime Holy Quran which upto the end of the world would be the most revered highly revealed word. In Holy Quran every thing is in existence which covers the entire world's exquisite existence.

The text of the book under review consists details of the Miracles of the revered personalities of the Holy Progeny of Holy Prophet Muhammad (peace be upon him). Miracles is the doing of any thing beyond human capacity, performance or work. In fact every part of the life of Fourteen Elites is a piece of Miracles. In spite of inimical conditions of the day, these revered personalities have presented the Miracles as a symbol of the sublimity of humanity. In their doings,in their sayings and in their ethics there is a lesson for humanity. The Hadith of Holy Prophet Muhammad reveals about his progeny that in his progeny the first is Muhammad, its midle is Muhammad, its last is Muhammad and its whole lot is Muhammad, out of them every Holy elite in his miraculous activity is similar and equal to each other. In the bouquet of ***125 Miracles*** *every flower in its presentation (materialistic and symbolic) is peerless and its impact is in no way lesser. In context with their comparision owing to change of palces and eras there emerges no difference in their miraculous presentation. Every Miracle retains in itself every aspect of knowledge, inner depth and eternal affunity from which reader attains spiritual uplift.*

FEW HEADINGS OF MIRACLES:

Have a look of few headings duly English-rendered of the Miracles presented in the book under review : -

1. *Coming to life of two children*
2. *Horse's Penetration into The Earth.*
3. *Coming of Milk in The Dry Milk Giving Organs of The Goat*
4. *Bestowing of Allah's Enhancement in The Food*
5. **"SHAQQUL QAMAR"** *(Breaking of Moon in Two Parts)*
6. *The Tree of Paradise.*
7. *Rising of Sun from The West (Rijat-e-Shams).*

What a miraculous impact will follow if such Miraculous feats increase to no less than 125 Miralces. Janab Abbas Haider Syed deserves every commendation for bringing to light such a book of Miracles

PROJECTION OF 125 MIRALCES:

Depiction of One Hundred and Twenty Five Miracles of the revered progeny of Holy Prophet Muhammd (peace be upon him) is a very ardous and research-orientd task augmented with reliable reference. In my humble view the publcation of such an informative and reliable book will be a source of strengthening the belief that how reverential and God-Gifted were the Holy Imams and the revered progeny of Holy Prophet Muhammd (peace be upon him) and this belief will overwhelmingly prevail and will be a source of unity in the Muslim Ummah. Propagating their real worth will be a source of spreading this Holy mission. Indeed Janab Abbas Haider Syed deserves utmost commendtion for presenting this auspicious and revered book. May Almighty Allah bestow him life and strength to proceed on with him precious work. Aamin

(S.A.H. NAQVI)

FREELANCE JOURNALIST & FOUNDER PRESIDENT OF

ANJUMAN SAFINA-E- ADAB.

جاوید منظر

کتاب کی حرمت

آل عبا کی خلقت و عظمت ہے معجزہ
قرآن کا وجود و عنائت ہے معجزہ

وہ بات ہم کو خالق کل نے بتائی ہے
نبیوں کی شان، روح امامت ہے معجزہ

جو کچھ دیا خدا نے رسول ﷺ و امام کو
وہ کام و خطاب و شجاعت ہے معجزہ

ہر لمحہ کفر، حق سے نبرد آزما رہا
ہر دور میں سبھی کی ضرورت ہے معجزہ

جو منکرین ختم نبوت جہاں میں ہیں
ان کیلئے نبی ﷺ کی خطابت ہے معجزہ

شق القمر[۱]، عصا، ید بیضا نبی کی ذات
خالق کی کیسی کیسی عنایت ہے معجزہ

دنیا کا اک درخت[۲] بہشت بریں میں ہو
اس کے لئے تو اک وہی جنت ہے معجزہ

بحرین[۳] کے انار کا قصہ مشہور ہے
بے شک امام وقت کی فطرت ہے معجزہ

فطرس[۴] بدن امام کے جھولے سے مس کرے
یوں پھر اسے پروں کی عنایت ہے معجزہ

دکن[۵] کے شہزادے کو صحت ملی جہاں
اس کارگاہ زیست کی حکمت ہے معجزہ

زائر[۶] کی پکار پر مولا علیؑ کی ذات
آئی اور ان کو دی وہی عزت ہے معجزہ

اول وہی ہیں اوسط و آخر وہی تو ہیں
جن کا شعار جن کی بدولت ہے معجزہ

صدقہ میں پنجتن کے مصنف[۷] ہو سرخرو
دنیا کہے کتاب[۸] کی حرمت ہے معجزہ

منظر جہاں کسی کے قدم ڈگمگائے ہیں
دیکھا وہیں پہ راہ ہدایت ہے معجزہ

۱) چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا (۴۱)
۲) جنت کا درخت (۴۲)
۳) بحرین میں انار پر نام ابھارنے کا بھید (۱۵۰)
۴) فرشتہ فطرس کا صحت پانا (۸۰)
۵) دکن کے شہزادے کو صحت ملنا (۴۶)
۶) زائر کی پکار پر مولا علی کا تشریف لانا (۵۴)
۷) عباس حیدر رسید
۸) الحمدللہ۔

عرض حال

آج سے تقریباً پانچ سال قبل میں نے عزم کیا تھا کہ تسبیح فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ضوفشاں ارکان پر مبنی خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بابرکت و پرنور روضوں اور ان کے معجزات پر مشتمل کتابیں لکھوں گا۔ اس تسبیح کا پہلا رکن ''اللہ اکبر'' ۱۹۹۷ء میں منظر عام پر آیا، جس میں ایران، عراق اور شام کی زیارت گاہوں کی تفصیلات پیش کی گئیں تھیں اور جس کی بے حد پذیرائی ہوئی بحمد اللہ اس مختصر سے عرصے میں ''اللہ اکبر'' کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تسبیح کا دوسرا رکن ''سبحان اللہ'' ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، مزدلفہ، منیٰ و عرفات کی زیارت گاہوں کی تفصیلات شامل تھیں اور اسے بھی مقبولیت کا درجہ حاصل رہا۔ ''سبحان اللہ'' کا دوسرا ایڈیشن طباعت کی منزل میں ہے۔ ''الحمد للہ'' تسبیح فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کا تیسرا رکن اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

میں خدائے بزرگ و برتر کے حضور سجدہ شکر ادا کرتا ہوں جو نہ صرف شہ رگ سے نزدیک ہے بلکہ دلوں کے حال سے بھی بخوبی واقف ہے۔ میں نے تسبیح بی بی فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کے پرنور موتیوں کو ذہن میں رکھ کر جو فیصلہ کیا تھا الحمد للہ دونوں جہانوں کے خالق و مالک نے مجھے اس میں سرخرو کیا۔ اس کتاب کی تیاری میں آئمہ کرام علیہ السلام اور ان کی مقلد مقدس ہستیوں کی بھی مجھے مدد حاصل رہی ورنہ میں کامیابی کی منزل پر نہ پہنچ سکتا تھا۔

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں، زیر نظر کتاب ''الحمدللہ'' دراصل پہلی دونوں کتابوں کی ہی ایک کڑی سے ملی ہوئی ہے کیونکہ ان دونوں کتابوں میں خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ اللہ تعالیٰ کے معجزنما نمائندوں کی ایران، عراق، شام اور سعودی عرب میں واقع زیارت گاہوں کی تفصیلات کو پیش کیا تھا۔ بحمداللہ اس کتاب ''الحمدللہ'' میں اسی خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے کارناموں کو پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں جنہیں معجزات کہا جاتا ہے۔ گو کہ اس سے قبل اردو زبان میں معجزات پر بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن ان میں کسی ایک امام یا چند آئمہ کرام علیہم السلام کے معجزات کو پیش کیا گیا جبکہ ''الحمدللہ'' میں، میں نے خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہزاروں معجزات میں سے چیدہ چیدہ ۱۲۵ معجزات کو شامل کیا ہے۔

''الحمدللہ'' کی تیاری میں میری یہ کوشش رہی کہ اس کتاب میں، میں ایسے معجزات کو پیش کروں کہ جن سے ہمارے بچے اس خانوادہ سے وابستہ افراد کی کرامات سے آگاہی حاصل کر سکیں، نوجوانوں اور نئے ذاکرین کے لئے علم کے سوتے جاری ہوں اور بزرگوں کی یادداشتوں کو جلا ملے۔ غرض یہ کہ ایک ایسی کتاب تیار کی جائے جو گھر کے تمام افراد کے لئے یکساں دلچسپی و ثواب کا باعث بننے کے علاوہ عام فہم زبان میں تحریر کی جائے تا کہ اس کی افادیت قائم رہے۔

میں نے ان معجزات کی مدد سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولنا محمد و اوسطنا محمد، آخرنا محمد و کلنا محمد کو ثابت کرنے کی جسارت کی ہے۔ گو کہ سلسلہ نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گیا ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینوں میں وہی اوصاف پائے جاتے ہیں جو محمد ﷺ اول میں تھے۔

آئمہ کرام علیہم السلام کے علوم و اوصاف ہی تھے کہ جب دشمن بھی آپ کے مقام و مرتبہ کو پہنچانتے تھے لیکن تخت و تاج، نام و نمود، جاہ و حشم اور ہوس مال و زر کی خاطر وہ نہ صرف انہیں نظر انداز کرتے رہے بلکہ ان کی جان کے دشمن بھی رہے۔ دولت و ثروت

کے وقتی نشے میں چور جب یہ لوگ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو کوئی بھی ان کا نام لیوا نہ رہا۔ اس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ بادشاہوں کا ترک واحتشام، کروفر، شان وشوکت نہ صرف اس دنیا تک بلکہ اقتدار تک محدود ہے۔

ایک سال خلیفہ ہشام بن عبدالملک حج کرنے گیا اور طوف کعبہ کے بعد اس نے چاہا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دے مگر کثرت افراد کے باعث وہ بوسہ نہ دے سکا، اسی دوران اس نے دیکھا کہ ایک شخص حجر اسود کی طرف بڑھ رہا ہے اور حجاج اس کے لئے راستہ چھوڑ رہے ہیں حتی کہ اس شخص نے بڑے سکون سے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ لوگوں نے ہشام سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ گو کہ ہشام جانتا تھا کہ یہ علی بن الحسین علیہ السلام ہیں مگر اس نے اپنی ہتک محسوس کرتے ہوئے کہا کہ مجھے نہیں معلوم یہ کون ہے؟ کیونکہ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود اسے کسی نے حجر اسود تک جانے نہ دیا اور خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روشن میناروں کو جو دلوں تک میں جگہ رکھتے ہیں کے لئے جگہ چھوڑ دی۔ ہر حکمران وقت کی یہ کوشش رہی کہ خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک لوگوں کی رسائی نہ ہو، اسی سبب انہیں قید میں رکھا گیا۔ خلیفہ مامون الرشید نے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا کر ایسی چال چلی جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں نہیں ملتی حالانکہ حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے واضح طور پر خلیفہ مامون الرشید سے فرمادیا تھا کہ مجھے تخت وتاج سے کوئی سروکار نہیں، یہی نہیں بلکہ امامؑ نے اپنے عمل سے اس کو ثابت بھی کیا۔

جناب سلمان فارسیؓ، جناب ابوذر غفاریؓ، جناب حذیفہ یمانیؓ، جناب بلال حبشیؓ، جناب قنبرؓ، جناب میثم تمارؓ، جناب حبیب ابن مظاہرؓ، جناب حرؓ، جناب بہلول دانا، جناب خواجہ مرادؒ، جناب خواجہ ابوصلتؒ، جناب ابوبصیرؒ، بی بی فضہؑ وغیرہ نے یہ ثابت کر دیا کہ خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم بے مثال ہوتے ہیں۔ بیاض تاریخ اسلام کے اوراق گواہ ہیں کہ جو بھی اس در کا ہو گیا وہ معراج انسانیت پر جا پہنچا جس سے مقرب فرشتے بھی پست نظر آتے ہیں اور جس نے آلؑ کی چوکھٹ پر سر جھکا لیا، وہ دنیا وآخرت میں سربلند ہو گیا۔

آج بھی خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہستیوں کے احترام میں لوگوں کی گردنیں جھک جاتی ہیں، دنیا کی تمام قومیں ان کے مقام ومرتبہ کو تسلیم کرتی ہیں، یہی نہیں بلکہ ان کے بے کراں فیض کے چشمے آج بھی جاری وساری ہیں۔ دنیا کا بڑے سے بڑا شہنشاہ بھی ان کے در کی بھیک کا خواہاں ہے۔ مولا علی علیہ السلام کے غلام قنبر کو مولا علی علیہ السلام سے نسبت کی خاطر قنبر علی کہا جانے لگا۔ حضرت قنبرؓ کے متعلق حضرت شمس تبریزؒ نے کہا کہ "شمس غلام قنبرت دم دم علیؑ علیؑ"، یعنی مولا علیؑ! شمس تو آپؑ کے قنبر کا غلام ہے اور شمس کا وظیفہ تو ہر ہر سانس میں علیؑ علیؑ ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے مولا علیؑ کی شان میں جو قصیدہ کہا اس کا ایک شعر ہے کہ

نظام الدین حیا دارد کہ گوید بندہ شاہم
ولیکن قنبر اورا کمینہ یک گدا باشد

نظام الدین یہ کہنے سے حیا رکھتا ہے کہ میں (علیؑ) کا غلام ہوں لیکن ان کے قنبر کا کمینہ فقیر ہوں۔

اس کتاب کی تیاری میں مجھے جن بزرگوں اور دوستوں کی رہنمائی حاصل رہی میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ میں ان تمام مصنفین ومولفین حضرات کا بھی شکر گزار ہوں جن کی کتابوں سے میں نے استفادہ حاصل کیا۔ نیز نسیم ابن نسیم امروہوی، الحاج تقی عباس رضوی صاحب، استاد محترم سیّد اظہار حیدر رضوی صاحب ایڈوکیٹ، سپریم کورٹ، کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے کتاب کی تیاری میں میری رہنمائی فرمائی۔ اپنی ممانی ذاکرہ اہلبیت حسین بانو صاحبہ اور بھائی سید شبیہ الحسن (سکندر) صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اپنے ذخیرہ کتب سے مجھے کتابیں عنائت فرمائیں۔ میں محترم عارف ملک صاحب کا بھی سپاس گزار ہوں جنہوں نے بعض معجزات کو فارسی سے اردو زبان کے قالب میں ڈھالنے میں میری مدد فرمائی۔ میں اس موقع پر اپنی شریک زندگی فرزانہ بلقیس، اور دونوں بچوں شہزاد حیدر اور راحیل حیدر کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں مفید مشورے دئے اور تیاری کے مراحل میں مدد کی۔

میں جناب علی افسر کا بھی مشکور ہوں جو اس کتاب کی اشاعت اور خانوادۂ رسالت ﷺ کے معجزات کے ترویج میں مددگار بنے اور کتاب الحمد للہ کو محمد ﷺ و آل محمد ﷺ کے چاہنے والوں تک پہنچا کر نہ صرف اپنے والدین کی ارواح کو ثواب پہنچایا بلکہ دیگر مومنین کیلئے بھی راہ نما بنے تاکہ وہ بھی خانوادہ رسالت ﷺ کے معجزات کو بندگان خدا تک پہنچا کر اپنے گزشتگان کی قبروں کو منور کریں اور انکی بخشش کا ذریعہ بننے کے علاوہ اپنے اجروثواب میں اضافہ کرسکیں۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بحق خانوادہ رسالت میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مجھے، میرے والدین، میرے اہل وعیال اور ان تمام کرم فرماؤں کو جن کے تعاون سے یہ کتاب آپ تک پہنچی ان کے جملہ گناہ معاف فرمائے اور نار جہنم کو ہم سب پر حرام قرار دے اور ہماری مغفرت فرمائے (آمین)۔

آخر میں اپنے قارئین سے ایک مرتبہ پھر ملتمس ہوں کہ وہ میری کم علمی کو معاف فرمائیں گے اور اس کتاب کی تیاری میں جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کی نشاندہی فرمائیں گے تاکہ آئندہ شائع ہونے والے ایڈیشنوں میں انہیں دور کیا جاسکے۔

والسلام

عباس حیدر سید

قال الله تعالى في القرآن الكريم،

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

اللهم صلِّ على محمد وآل محمد

باب الکرامات

معجزہ کیا ہے؟

معجزہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کہ ایسا کام جو انسانی طاقت سے باہر ہو یا ایسا کام جس کو کرنے میں عام لوگ عاجز ہوں، عاجز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے کام نہ کرسکیں یا ایسا کام کرنے سے معذور ہوں مگر علم کلام کی اصطلاح میں معجزہ یا اعجاز کا مطلب ہے کہ کوئی مامور من اللہ ہونے کا مدعی اپنے دعوے کی سچائی میں کوئی ایسا مافوق الفطرت کارنامہ پیش کرے جو کوئی دوسرا پیش نہ کرسکے۔ اور جو شخص مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرے وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی واضح نشانی پیش کرے، چونکہ وہ نشانی کوئی معمولی قسم کا ایسا کام نہیں ہوسکتی جو دوسرے بھی کرسکتے ہوں اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نشانی کوئی خلاف عادت اور مافوق الفطرت کارنامہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالی کی جانب سے مامور کئے جانے والوں کی صداقت کی دلیل کوئی معجزہ ہی ہوسکتا ہے اور معجزہ ہی ایسا مافوق الفطرت کارنامہ ہے جو اللہ کے مخصوص بندے اللہ تعالی کے اذن کے بغیر نہیں دکھا سکتے۔ خدا نے اپنے نبی ﷺ اور اماموں کو معجزنما بنایا تاکہ لوگ جان لیں کہ ان کو ایک بڑی طاقت والے خدا نے بھیجا ہے۔

اللہ تعالی نے ہر نبی کو زمانے کے تقاضے کے مطابق معجزات عطا فرمائے، حضرت موسی علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا فرمایا کیونکہ ان کے زمانے میں جادو کا چرچا عام تھا اور جادوگر کثرت سے موجود تھے۔ جادوگروں کی عقلیں حیران تھیں کہ ان کے تمام جادوگری کے فریب کو حضرت موسی علیہ السلام کا عصا اژدھا بن کر کھا

جاتا ہے اور پھر اپنی اصلی حالت میں لوٹ جاتا ہے تو وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو کے بس کی بات نہیں اس لئے معجزہ خداوندی کے سبب وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا پر ایمان لے آئے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنا، پرندوں میں جان ڈالنا، پیدائشی اندھوں اور برص کے بیماروں کو اچھا کرنے کے معجزات سے نوازا کیونکہ اس زمانے میں طب یونانی کو فروغ حاصل تھا اور اس زمانے کے طبیب مریضوں کو حیرت انگیز طور پر شفایاب کرتے تھے۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ معجزات ہیں، جو انسانی طاقت سے باہر ظہور پزیر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام کو زبان و بیان و فصاحت و بلاغت کا معجزہ عطا کیا کیونکہ اس زمانے میں عربوں کو فصاحت و بلاغت میں امتیازی مقام حاصل تھا اور عربوں میں مرد و عورت دونوں ہی شعر و سخن کے شیدائی تھے اور ان کے ہاں شعر گوئی اور خطابت کی مجالس منعقد ہوتی تھیں اور بازار لگتے تھے۔ خانہ کعبہ میں قدیم شعراء کے سات بہترین قصائد (معلقات السبعہ) کتان کے قیمتی کپڑے پر سونے کے پانی سے لکھ کر آویزاں کئے جاتے تھے۔

ابن سلکیتؒ نے امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ فرزند رسول ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا کیا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو طب کا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبان و بیان اور خطابت کا اعجاز عطا کیا؟ امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو اس زمانے میں جادو کا چرچا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ بات عطا کی جو جادوگروں کے بس کی بات نہیں تھی حضرت موسیٰؑ نے ان کے جادو کو خاک میں ملا دیا اور ان پر حجت قائم کر دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس وقت مبعوث فرمایا اس وقت بیماریاں اور جسمانی نقائص عام تھے اور لوگوں کو علاج کی ضرورت تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ معجزہ عطا

کیا جس سے اس زمانے کے طبیب عاجز تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا، پرندوں میں روح پھونکی، اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفا دی، اس طرح اہل زمانہ پر اپنی حجت قائم کر دی۔ جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس زمانے میں عرب میں خطابت اور شعر وسخن کا دور دورہ تھا، آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے انکا بازار سرد پڑ گیا اور آپ ﷺ نے ان پر اللہ کی حجت قائم کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کریم کے علاوہ اور بھی معجزات عطا فرمائے جو معجزات دوسرے انبیاء نے دکھائے وہ آپ ﷺ نے بھی دکھائے، آپ ﷺ کے معجزات میں مردوں کو زندہ کرنا، شق القمر، سورج کا پلٹنا (رجعت خورشید)، سانپ کا باتیں کرنا اور کنکریوں کا آپ ﷺ کے دست مبارک پر تسبیح پڑھنا وغیرہ شامل ہیں، لیکن قرآن کا معجزہ ان سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ دوسرے معجزات محض وقتی تھے جبکہ قرآن ایک ایسا معجزہ ہے جو ابد تک باقی رہے گا اس کا اعجاز دائمی ہے۔

نبی کریم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام معجزات میں سے قرآن مجید کو خاص طور پر دنیا کے سامنے تحدی کے ساتھ پیش کیا کیونکہ عقلی طور پر آفاقی اور ابدی نبوت کا معجزہ بھی آفاقی اور ابدی ہی ہونا چاہئے اور وہ صرف قرآن مجید ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش اور اختیار سے معجزہ نہیں دکھا سکتے تھے، معجزہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دکھایا جاتا ہے، کسی کی فرمائش کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ سورۃ رعد (آیت ۳۸) میں ہے کہ "کسی رسول کے اختیار میں یہ بات نہیں کہ ایک نشانی بھی اللہ کے حکم کے بغیر لا سکے ہر زمانے کے لحاظ سے جو کچھ مناسب ہے لکھا ہوا ہے" سورہ مومن (آیت ۷۸) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "کسی رسول کے اختیار میں یہ بات نہیں کہ ایک نشانی بھی اللہ کے حکم کے بغیر لا سکے، پھر جب اللہ کا حکم آئے گا تو ٹھیک ٹھاک فیصلہ ہو جائے گا، اس میں اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے"۔

اہل تشیع حضرات کے نقطہ نگاہ سے امام کے لئے معجزہ اس طرح شرط ہے جس طرح رسول کے لئے شرط ہے۔ رسول ﷺ اپنی رسالت کے ثبوت اور امام اپنی امامت کے ثبوت میں معجزہ پیش کر کے منکرین کو خاموش کرتا ہے اگر چہ یہ ضروری نہیں کہ امام سے معجزہ کا مطالبہ کیا جائے بلکہ اقتضائے وقت کی بناء پر بھی امام معجزہ دکھاتا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے چچا محمد بن حنیفہ رضوان اللہ علیہ سے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان حجر اسود فیصلہ کرے گا کہ امام کون ہے؟ ابو خالد کابلی سے روایت ہے کہ حجر اسود نے گواہی دی کہ علی بن الحسینؑ امامت کے حقدار ہیں اور ایک اور روایت کے مطابق اللہ تعالی نے حجر اسود کو یوں گویا کیا کہ اے محمد بن علی (محمد بن حنیفہ)، علی بن الحسینؑ تم پر اور ان تمام چیزوں پر جو روئے زمین پر موجود ہیں اللہ تعالی کی حجت اور واجب الطاعۃ ہیں، آپؑ کی بات تسلیم کرلو اور اطاعت قبول کرو۔

معجزے کی اہمیت وعظمت، دعوے کی اہمیت وعظمت کے ساتھ مربوط ہے، اگر دعوی محدود ہے تو معجزہ بھی محدود رہے گا، اگر دعوی وقتی ہے تو معجزہ بھی وقتی ہے اور اس کے برخلاف اگر دعوی ابدی ہے تو معجزہ بھی ابدی ہوگا۔ پیغمبر اسلام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت ایک ابدی اور ہمہ گیر رسالت ہے اس لئے آپ کو ایسا معجزہ عطا ہوا جو کسی حد بندی میں محدود نہیں لہذا معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی قرآن افراد زماں ومکاں اور موضوع کے لحاظ سے جامعہ ہمہ گیر اور ابدی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین ہونگے اور ان کے نام بھی بتائے اور فرمایا کہ ان کی وہی صفات ہونگی جو میری ہیں البتہ نبوت مجھ پر ختم ہوگئی اور فرمایا اولنا محمد ﷺ، اوسطنا محمد ﷺ، آخرنا محمد ﷺ وکلنا محمد ﷺ گویا پہلا بھی محمد ﷺ، درمیانہ بھی محمد ﷺ، آخری بھی محمد ﷺ اور تمام کے تمام محمد ﷺ ہیں، اس حدیث کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خدا معجزات دکھائے اسی طرح ان کے جانشین اول تا آخر نہی معجزات

کو خدا کے حکم سے دکھاتے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو محمد ﷺ کا جانشین ہوگا اس میں وہی وصف ہونگے جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمائے تھے۔

خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے تبیانا لکل شیٔ (النحل ۸۹) اس قرآن میں ہر شے کا بیان موجود ہے۔ سورہ النمل ۷۵ میں ارشاد باری ہے وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتب مبین آسمان و زمین کا کوئی غیب نہیں مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں موجود ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ رسول ﷺ اور آل رسول علیہم السلام کو سارے قرآن کا علم نہیں تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن کے ظاہر و باطن، تنزیل و ترتیب، ناسخ و منسوخ کا علم صرف اہل بیت کو ہے، ابتداء خلقت عالم سے قیامت تک ہر بات اس میں موجود ہے۔ اس میں آسمان و زمین اور جو اس وقت موجود ہے اور جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے سب موجود ہے اور ہم اسے اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کو، ہم ہیں راسخون فی العلم (آل عمران ۷) خداوند عالم ہر زمانے میں ہم اہلبیت میں سے ایک ایسی ہستی کو موجود رکھتا ہے جو اول سے آخر تک ساری کتاب کا مکمل عالم ہوتا ہے۔ جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو اس وقت بھی ہم عالم کتاب ہوتے ہیں۔

خداوند عالم ہر غائب و حاضر کا عالم ہے، خالق کائنات سمندروں کی تہوں اور دلوں کے رازوں سے خوب واقف ہے، اس ذات باری تعالیٰ نے جن رہبروں کو رشد و ہدایت کے لئے خلق فرمایا انہیں دولت علم سے مالا مال رکھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نمائندے اور بہترین مخلوق ہیں اس لئے کہ ان کی ہدایت کا دارومدار علم پر ہے۔ خدا کے منتخب کردہ حضرات کو دنیاوی علم کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اس دنیا میں علم لے کر آتے ہیں۔ ولادت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام کرنا، حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر گہوارہ میں لیٹا ایک چار ماہ کا بچہ (جس کا نام خلیفا تھا) جو زلیخا کا ماموں زاد یا چچا زاد بھائی تھا کی شہادت اس پر گواہ ہے۔ مولائے کائنات کے دنیا میں تشریف لانے کے بعد خانہ کعبہ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے انہیں گود میں اٹھایا تو حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے آنکھیں کھول کر سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی زیارت کی اور فرمایا اسلام علیک یا رسول اللہ حالانکہ اس وقت تک آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔

اکثر انبیاء و مرسلین علیہم السلام اپنی امتوں سے فرماتے رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی جسے امت نہیں جانتی تھی اسے نبی جانتے تھے۔ امت کے لئے وہی غیب ہے خواہ وہ حقائق ہوں یا شرائع و احکام۔ اگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام ان علوم کا مظاہرہ نہ فرماتے جن سے امتیں عاجز تھیں تو انہیں یہ یقین کیونکر ہوتا کہ یہ ہم جیسے نہیں بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے نمائندے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا تھا کہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ تم اپنے گھروں میں کیا کھاتے ہو اور کیا جمع کرتے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی جگہ اور امت اپنے اپنے گھروں میں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں ان کے گھروں کے حالات بتا رہے تھے۔ مولائے متقیان نے بارہا فرمایا کہ میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستے بہتر جانتا ہوں، پوچھو پوچھو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو۔ اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ۱۲ سال کی عمر میں خواب دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور ایک عجیب نور ظاہر ہوا جس سے سارا جہان روشن ہو گیا۔ دریا موجیں مارتا ہے، مچھلیاں طرح طرح کی زبان میں تسبیح کرتی ہیں، میں ایک اونچے پہاڑ پر کھڑا ہوں، میرے گرد ہرے بھرے درخت ہیں، نہریں جاری ہیں اور مجھے ایک نورانی پوشاک پہنائی گئی جس سے سب چیزیں روشن ہو گئیں۔ زمین کے خزانے کی کنجیاں لا کر رکھی گئیں، پھر سورج، چاند اور گیارہ ستاروں نے آ کر میرے سامنے سجدہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے جب حضرت یوسفؑ نے خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نورانی پوشاک سے مراد نبوت، سورج سے حضرت یعقوب علیہ السلام، چاند سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ جنہوں نے ان کو پالا تھا اور وہ ان ہی کو ماں کہتے تھے اور گیارہ ستاروں سے گیارہ بھائی مراد ہیں۔ انہوں نے حضرت یوسف

علیہ السلام کو یہ بھی ہدایت کی کہ وہ اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنائیں ورنہ وہ مکر کریں گے اگر انہیں حقیقت کا علم نہ تھا تو بیٹے کو نصیحت کیوں فرمائی کہ بھائیوں سے نہ کہنا؟

حضرت یوسف علیہ السلام جب قید میں تھے تو ان سے دو قیدیوں نے اپنے اپنے خواب بیان کئے اور اس کی تعبیر دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ کھانا آنے سے قبل بتادوں گا اور بتا بھی دیا اور وہی ہوا جو تعبیر بتائی تھی یعنی جس قیدی کی موت کی خبر دی تھی وہ مر گیا اور جسے شاہی دربار کی خبر دی تھی اسے عزت و وقار ملا۔ عزیز مصر کے خواب کی تعبیر بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمائی کہ سات سال بعد قحط ہوگا جو سات سال رہے گا۔ تم سات برس تک خوب زراعت کرو اور بقدر ضرورت صرف کر کے باقی دانے بالیوں میں محفوظ رکھو ورنہ وہ خراب ہو جائیں گے اور قحط کے زمانے میں کام آئیں گے، آخر سب نے دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو فرمایا تھا وہ درست تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کے پاس ایک شخص ایران سے حاضر ہو کر معذرت کرنے لگا کہ بیمار رہنے کی وجہ سے اتنے عرصہ کے بعد حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہے اور میں تمہاری صحت کی دعا کرتا رہا، اس نے تعجب سے عرض کیا کہ جو لوگ آپ کے گرد و پیش ہیں ان کی صحت و مرض تو آپ کو معلوم ہوتے ہیں میں تو ایران میں رہتا ہوں، آپ نے فرمایا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ جس خدا نے مجھے سب کا پیشوا مقرر فرمایا ہے وہ مجھے امت کے حالات سے مطلع نہیں فرماتا۔

امام علی نقی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالی کے اسم اعظم یعنی اللہ تعالی جل شانہٗ کا سب سے بڑا نام ۷۳ حروف میں ہے ان میں سے ایک حرف آصف بن برخیا کو تعلیم کیا گیا تھا جو حضرت سلیمان پیغمبر کے وصی تھے جس کے ذریعے سے انہوں نے چشم زن میں ملک سبا سے تخت بلقیس حاضر کر دیا تھا حالانکہ وہ نہ کبھی بلقیس کے ملک میں گئے اور نہ ہی مسافت طے کی تھی، یہ صرف علم خداداد حاقت کا نتیجہ تھا۔ زمین اس علم کے

باعث ان کے علم سے سمٹ گئی تھی۔ امام تقی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے ہم اہل بیت کو اسم اعظم کے ۷۲ حروف عطا فرمائے ہیں اور صرف ایک حرف اپنے پاس رکھا جو علم غیب ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام وہ ہوتا ہے جو چرند، پرند، درند اور کل کائینات کی زبانیں جانتا ہو، نہ صرف یہ بلکہ اس کا فوراً جواب دے سکتا ہو، ہر مرض کا علاج کرسکتا ہو، مردے کو زندہ کرسکتا ہو، اس کے پاس تمام صحف و کتب اور انبیاء علیہم السلام کے علوم موجود ہوں۔ امام اگر چاہے تو پلک جھپکنے میں پہ اعجاز کرہ زمین کا دورہ کرسکتا ہے۔

ابو آئمہ مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت کے وقت جب کہ خانہ کعبہ کا دروازہ مقفل تھا، بی بی فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا کے لئے حکم خدا سے دیوار شگافتہ ہوئی بلکہ اگر کہا جائے کہ دیوار میں در بنا، چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس شگاف کا نشان آج بھی موجود ہے، بی بی فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا خانہ کعبہ میں تشریف لے گئیں جہاں آپ کی ولادت ہوئی اور وہ تین دن تک بے آب و غذا اس میں رہیں۔ مولا علی علیہ السلام نے گہوارہ میں اژدرا اژدھے کا کلا چیر کرا سے ہلاک کردیا، شب ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر دشمنوں کے نرغے میں گہری نیند سوئے، جنگ خیبر میں قلعہ خیبر کے باب کو اکھاڑ پھینکا۔ یہ سب معجزات نہیں ہیں تو اور کیا ہے؟ تاریخ میں واضح ہے کہ مولائے مشکل کشا علیہ السلام نے جب بھی کسی کافر کو قتل کیا تو اس کے دو برابر حصے ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق بعد از شہادت مولائے کائینات، ایک کافر کا بیٹا اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے مولا کے حرم، نجف اشرف پہنچا اور آپ کی شان میں گستاخی کرنا چاہی۔ اسی دوران مولا علی کا ہاتھ قبر اقدس سے باہر نکلا اور اس کافر زادے کو قتل کردیا۔ جب لاش کا معائنہ کیا گیا تو اس کا جسم دو برابر حصوں میں کٹا ہوا تھا جو اس بات کا ثبوت تھا کہ اسے مولا علی کے علاوہ کسی اور نے قتل نہیں کیا۔

عباد بن کثیر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ مومن کا اللہ تعالی پر کیا حق ہے؟ آپ نے منہ پھیر لیا، میں نے آپ سے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مومن کا اللہ تعالی پر حق یہ ہے کہ اگر کھجور سے کہے کہ آجا تو آجائے، عباد نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ کھجور جو وہاں پر موجود تھی اس نے آنے کے لئے حرکت شروع کر دی۔ حضرت نے فرمایا کہ ٹھہر جا، تکلیف نہ کر۔

ایک شخص امام حسن عسکری علیہ السلام سے کچھ سوالات کرنا چاہتا تھا، اس نے امتحان کے طور پر اپنے سوالات روشنائی کے بغیر لکھے اور سفید کاغذ امام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر اس شخص کے حوالے کر کے فرمایا کہ اس کاغذ پر تمہارے سوالوں کے جوابات ہیں، جب اس نے کاغذ کھولا تو اس کے تمام سوالات کے ترتیب وار جوابات موجود تھے۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جو آئمہ کرام کے درباروں میں روزمرہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور انہی کو دیکھ کر ان کے دشمن کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ جادوگر ہیں۔ حالانکہ خداوند قدوس سورہ قمر (آیت ۲) میں فرماتا ہے کہ جب یہ لوگ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اسے نظر انداز کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جس کا سلسلہ چل رہا ہے۔

باب محبوبِ کردگار ﷺ

دو بچوں کا زندہ ہونا

ایک مرتبہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی، گھر کی بکری کو جب وہ ذبح کرنے لگا تو اس کے دونوں کمسن بیٹوں نے یہ منظر دیکھ لیا، کچھ دیر کے بعد بڑے بیٹے نے کھیل کھیل میں چھوٹے بھائی کو زمین پر بکری کی طرح لٹا کر نتائج سے بے خبر ہو کر اس کے گلے پر چھری پھیر دی۔ چھوٹے بھائی کے قتل ہو جانے کے خوف سے بڑا بھائی چھت پر جا کر چھپ گیا۔ جب ماں نے چھوٹے بیٹے کی لاش دیکھی تو اس نے بڑے بیٹے سے پوچھنے کے لئے اسے آواز دی مگر وہ ماں کی آواز پر گھبرا گیا اور خوف کے مارے چھت سے دوسری طرف کود گیا جس کی وجہ سے اس کی بھی موت واقع ہو گئی لیکن اس نیک بی بی نے دونوں بچوں کی لاشیں گھر میں چھپا دیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا اہتمام کرنے لگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس انصاری کے گھر تشریف لائے اور دستر خوان بچھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بچوں کو بھی بلوائیں لیکن اس انصاریؓ کی زوجہ نے جواب دیا کہ بچے کھیل کر آ جائیں گے تو کھانا کھا لیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک بچے نہیں آئیں گے کھانا شروع نہیں کیا جائے۔ بالآخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصل حقیقت بتائی گئی۔ آپ ﷺ نے دونوں بچوں کی لاشوں کو لانے کے لئے فرمایا۔ آپ ﷺ کی ہدایت پر دونوں بچوں کی لاشوں کو لایا گیا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں بچوں پر ہاتھ رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، خدائے بزرگ و برتر نے اپنے محبوب کی دعا قبول کی اور بچے دوبارہ زندہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔

گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت مدینہ منورہ کے قصد سے غار ثور سے باہر تشریف لائے تو کفار مکہ نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص بھی محمد ﷺ کو زندہ گرفتار کرکے ہمارے حوالے کرے یا انہیں قتل کرکے ہمارا اطمینان کرا دے تو اسے ایک سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے۔ ایک سو اونٹ اس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑا انعام تھا۔ کئی لوگ اس لالچ میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے۔ قدید کے قریب، قبیلہ بنی مدلج کا علاقہ تھا، سراقہ بن مالک ابن جشم ان کا سردار تھا۔ ایک شخص نے اس کو اطلاع دی کہ ساحل کے قریب چند لوگوں کو گزرتے دیکھا گیا ہے۔ سراقہ سمجھ گیا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو کر انعام کے لالچ میں ان لوگوں کی تلاش میں نکل گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کو اشارہ کیا تو اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور ٹھوکر لگنے سے سراقہ ابن جشم زمین پر گر گیا۔ سراقہ نے ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ تعاقب کرنا چاہیے کہ نہیں۔ فال الٹی نکلی مگر لالچ نے کہا کہ شکار تو سامنے ہے، دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے قریب پہنچا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی، یکایک گھوڑے کے پاؤں پتھریلی زمین میں دھنس گئے نتیجتاً سراقہ منہ کے بل جا گرا۔ اب وہ سمجھ گیا کہ یہ مسافران راہ حق ہیں میں ان پر فتح نہیں پا سکتا۔

خشک تھنوں میں دودھ اتر آنا

سفر ہجرت کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفیق ہجرت کے ساتھ قبیلہ بنی خزاعہ کی ام معبد کے خیمہ میں کچھ دیر ٹھہرے ان بی بی کا نام عاتکہ بنت خالد تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کھانے کے لیے جو کچھ بھی ہے وہ قیمتاً ہمیں دے دو

کیونکہ ہم مسافر ہیں۔ عاتکہ نے عرض کی کہ ہم نے مہمان نوازی سے کبھی دریغ نہیں کی لیکن قحط کی وجہ سے ہمارے پاس کھانے کی کوئی شے موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ بکری کیسی ہے؟ اس خاتون نے عرض کی لاغر اور ناتواں ہونے کی وجہ سے ابو معبد اسے ریوڑ کے ساتھ جنگل میں چرانے نہیں لے گئے اس بکری کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیک دل خاتون سے فرمایا کہ کیا مجھے دودھ دوہنے کی اجازت ہے؟ اجازت ملنے پر دودھ دوہنے کے لئے ام معبد سے ایک بڑا برتن مانگا۔ اور اللہ کا نام لے کر تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو اس میں دودھ اتر آیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے برتن بھر گیا۔ آپ ﷺ نے وہ دودھ پہلے ام معبد کو پلایا پھر دوسروں کو اور آخر میں خود پیا۔ دوبارہ دودھ نچوڑ کر برتن ابو معبد کے لئے رکھ دیا۔

کھانے میں برکت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار مسلمانوں کے لشکر کے ہمراہ جنگ تبوک میں مصروف تھے۔ صحابہ کرام نے اطلاع دی کہ کھانا ختم ہو گیا ہے اور لشکر والوں کو بھوک ستانے لگی ہے۔ بعض اصحاب نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا بہت کم بچا ہے اس میں برکت کے لئے دعا کر دیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھال کا دسترخوان بچھایا جائے اور جس کے پاس جتنا کھانا بچا ہے وہ اسے لا کر دسترخوان پر رکھ دے۔ لوگ آتے گئے، کوئی ایک مٹھی خرما لے آیا، کوئی ایک مٹھی دانے لایا، کوئی روٹی کا ٹکڑا لے آیا غرض کہ جو کچھ موجود تھا وہ دسترخوان پر جمع کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مختصر سے کھانے میں برکت کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا قبول کی۔ آپ ﷺ نے لشکر والوں سے فرمایا کہ کھانے کے برتن و تھیلے لا کر بھر لو۔ چنانچہ لشکر میں خوراک جمع کرنے کے جتنے

تھیلے اور برتن تھے وہ سب ہم لے گئے اور تمام اشخاص نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اشھدان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ۔

چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا (شق القمر)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ۹ بعثت مطابق ۶۱۸ عیسوی کو آسمان پر چودھویں کا چاند تھا۔ ابوجہل، ایک یہودی اور کچھ مشرکین کے ساتھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جو اس وقت جبل ابوقبیس پر تھے اور کہنے لگا کہ آپ ﷺ اپنی نبوت کا کوئی واضح معجزہ دکھائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ ابوجہل نے یہودی سے مشورہ کر کے کہا کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو اس چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور انگلی سے اشارہ کیا، چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور دونوں حصوں میں اتنا فاصلہ ہو گیا کہ جبل نور درمیان میں نظر آنے لگا اور تھوڑی دیر تک یونہی رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو۔ اس پر ابوجہل نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نظر بندی کر دی ہے، یہاں سے جو لوگ سفر پر گئے ہیں وہ آئیں گے تو ان سے پوچھوں گا اگر انہوں نے تصدیق کر دی تو تسلیم کر لوں گا۔

عرب کی سرزمین پر گرمی سے بچنے کے لئے کارواں رات ہی کو سفر کرتے ہیں لہٰذا اس معجزہ کو سب ہی نے دیکھا۔ جب ان لوگوں سے ابوجہل کو تصدیق ہو گئی تو وہ بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ساری دنیا کی نظر بندی کر دی۔ یہ واقعہ ہندوستان، سراندیپ (سری لنکا) میں بھی لوگوں نے دیکھا، اس وقت وہاں سامری کی حکومت تھی اور بہار اس کا دارلسلطنت تھا، ہندوستان کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے

چاند کے دونوں حصوں کو علیحدہ علیحدہ دیکھا اور اسے اپنے روزنامچے میں لکھوایا۔ مالابار کے منجموں نے اس واقعہ کو اپنے رجسٹر میں لکھا اور اس تحقیق کے بعد کے فلاں تاریخ کو چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر مل گیا اس معجزہ کو دیکھنے کے بعد وہاں کے راجہ نے اسلام قبول کر لیا۔ سرزمین ہند کے بعض شہروں میں اس کی تاریخ محفوظ کی گئی اور عمارت تعمیر کر کے اس کی تاریخ انشقاق القمر کے نام سے مقرر کی گئی۔

جنت کا درخت

مسجد نبوی ﷺ میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصلے کے قریب مغربی جانب کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اور دوران خطبہ درخت کے ایک خشک تنے سے جو وہاں نصب تھا ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ آٹھ یا نو ہجری کو جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کے غلام نجار (بڑھئی) نے اجازت لے کر غابہ کے جنگل کی آثل (جھاؤ) لکڑی کا تین زینے کا ایک منبر بنایا۔ منبر کی تعمیر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو وہ خشک درخت کا تنا جس سے آپ ﷺ ٹیک لگایا کرتے تھے فراق میں رونے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور تنے سے مخاطب ہوئے کہ اگر تو چاہے تو تجھے سابقہ حالت میں سرسبز کر دوں، چاہے تو تجھے بہشت کی نہروں سے سیراب ہو جانے کے لئے بٹھا دوں تاکہ اہل جنت تیرا میوا کھائیں اور اگر تو چاہے تو تجھے جنت کا درخت بنا دوں۔ ستون نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جنت کا درخت بنا دیجئے۔ اس کے بعد اس کا نام حنانہ پڑ گیا، اب بھی اس تنے کی جگہ اس نام کا ایک ستون مسجد نبوی ﷺ میں ہے۔ ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تنے کو جس مقام پر نصب کیا تھا وہیں دفن کروا دیا۔

سورج کا مغرب سے پلٹ آنا (رجعت خورشید)

ماہ صفر ۷ ہجری کے آخری چہارشنبہ کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے واپس مدینہ تشریف لے جارہے تھے، صہبا کے مقام پر آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ (بعض روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ سو گئے) ابھی حضرت علی علیہ السلام نے نمازِ عصر ادا نہیں فرمائی تھی اسی دوران نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ وحی کے نزول کا زمانہ اس قدر طویل ہوگیا کہ آفتاب غروب ہوگیا، جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نزولِ وحی سے فراغت ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؑ سے دریافت فرمایا، کیا تم نے نمازِ عصر ادا کرلی؟ آپؑ نے جواب دیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے ابھی نمازِ عصر ادا نہیں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ ایزدی میں مناجات فرمائی اور ارشاد کیا کہ الٰہی! (حضرت) علیؑ تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں مصروف تھے ان کے لئے آفتاب کو واپس لوٹا دے تاکہ وہ نمازِ عصر ادا کرسکیں۔ پس حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور آفتاب دوبارہ (غروب ہونے کے بعد) طلوع ہوگیا (افق مغرب سے ابھر آیا) اس کی کرنیں کوہ و صحرا پر پڑ رہی تھیں اور لوگوں نے بچشم خود اس روشنی کو دیکھا۔ حضرت علیؑ نے وضو کیا اور عصر کی نماز ادا کی۔

کھجوروں کا باغ

حضرت سلمان فارسیؓ جو سلمان محمدی بھی کہلاتے ہیں اور جنہیں نازنین صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مدینہ کے ایک یہودی کی غلامی میں تھے اسی دوران انہوں نے اسلام قبول کرلیا جس کی وجہ سے یہودی نے سلمان فارسیؓ پر

سختیاں برداشت کیں مگر آپؓ کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ جب سلمان فارسیؓ پر سختیاں انتہا کو پہنچ گئیں تو مسلمانوں نے انہیں یہودی کی غلامی سے آزاد کرانے کی فکر کی۔ اس سلسلے میں جب یہودی سے بات کی گئی تو اس نے بہت ہی سخت شرط عائد کر دی کہ ایک ہزار کھجور کے درختوں کا پھل دار باغ کے عوض وہ انہیں آزاد کرے گا۔ کسی بھی مسلمان کے پاس اتنا بڑا کھجور کا باغ نہ تھا اور نیا باغ تیار کیا جاتا تو وہ ایک مدت کے بعد پھل دینے کے لائق ہوتا۔ یہودی کی اس شرط کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک ہزار درختوں کے لئے گڑھے کھودے جائیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعاب دہن لگا کر کھجور کی گٹھلی مولائے کائنات حضرت علیؑ کو دیتے۔ آپؑ اسے زمین میں بوتے جب کھجور کی دوسری گٹھلی بوئی جاتی تو پہلی گٹھلی سے پودا نکل آتا، جب تیسری گٹھلی بوئی جاتی تو پہلی مکمل درخت بن جاتی، جب چوتھی گٹھلی بوتے تو تیسری سے پودا اور دوسری کا درخت تیار ہو جاتا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہزار گٹھلیاں بوئیں اور تمام پھل دار کھجور کے درخت بن گئیں۔ جب یہودی سے کہا گیا کہ اس کی شرط پوری کر رہے ہیں وہ حضرت سلمان فارسیؓ کو آزاد کر دے تو وہ حیران ہو گیا کیونکہ مدینہ میں کوئی باغ ایسا نہ تھا جس میں ایک ہزار پھل دار درخت ہوں۔ باغ کو دیکھ کر وہ یہودی دین حق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ یہودی نے حضرت سلمان فارسیؓ کو آزاد کرنے کے ساتھ ساتھ وہ باغ حضرت سلمان فارسیؓ کو واپس کر دیا۔

عنصریات پر حکمرانی

عامر بن طفیل جو کہ قبیلہ بنی عامر کا بڑا تھا وہ اپنے چچا زاد بھائی اربد کے ساتھ نعوذ باللہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا پلان بنا کر مدینہ آیا،

اسی پلان کے تحت عامر نے اربد سے کہا تھا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو باتوں میں لگاؤں گا اور تم پیچھے سے جا کر ان کا سر قلم کر دینا۔ جب آنحضرت ﷺ عامر سے باتیں کرنے لگے تو اربد ملعون نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا اور تلوار نیام سے کچھ باہر نکالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اربد کو دیکھ کر فرمایا، اے اللہ! اس کے شر کو دفع کر دے، چنانچہ آسمان پر بادل نہ ہونے کے باوجود اس وقت اچانک بجلی چمکی اور اربد کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

کتے کا نمازیوں کو زخمی کرنا

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص انصار میں سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ فلاں یہودی کے کتے نے مجھے کاٹا، میرے کپڑے پھاڑ دیے ہیں میں نماز میں بھی شریک نہ ہو سکا۔ دوسرے روز بھی ایک شخص نے آ کر اسی قسم کی شکایت کی۔ یہ سن کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور کتے کے مالک کے ہاں تشریف لے گئے اور مالک سے کہا کہ تمہارے کتے نے دو نمازیوں کو زخمی کیا ہے وہ کتا میرے سامنے پیش کرو۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ کتے کا مالک تو مسلمان نہ تھا لیکن اس نے احتراماً کتے کو باندھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ کتے نے جب نبی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو بحکم خدا عربی میں عرض کرنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے میرے نمازیوں کو کیوں کاٹا اور ان کے کپڑے کیوں پھاڑے؟ کتے نے فصیح و بلیغ عربی میں عرض کیا کہ آقا! یہ مومن نہیں بلکہ یہ منافق ہیں۔ معاذ اللہ آپ ﷺ کے دشمن ہیں۔ جب یہ میرے پاس سے

گذرتے ہیں تو آپ ﷺ اور مولا امیرؑ کے شکوے کرتے ہیں، اس لئے میں نے ان کو زخمی کیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کے مالک سے کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔

دکن کے شہزادے کو صحت ملنا

سیّد فرزند رضا اپنی کتاب علمی باتیں (جلد دوئم) میں تحریر کرتے ہیں کہ والئی دکن برہان نظام شاہ کے چھوٹے فرزند شہزادہ عبدالقادر کو تپ محرقہ کا مرض لاحق ہوا تو والئی دکن نے حکیم قاسم بیگ اور دیگر حکیموں کو جمع کیا اور بیٹے کے علاج کی درخواست کی۔ علاج سے افاقہ ہونے کے بجائے وہ مرض خطرناک صورت اختیار کر گیا، والی نے بیٹے کی زندگی بچانے کے لئے منت مرادوں اور نذر و صدقات کا بھی سلسلہ شروع کر دیا لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اسی دوران علامہ شاہ طاہر جو مذہب اثناعشری کی ترویج کی فکر میں رہتے تھے نے والئی دکن سے ملاقات کی، شہزادے کے صحت یاب ہونے کے لئے مولا مشکل کشاء اور ان کے فرزندوں کی نذر ماننے کو کہا۔ والی نے یہ بھی وعدہ کیا کہ شہزادے کے صحت پانے پر حیدرآباد دکن میں مذہب اثنا عشری کو قائم کریں گے اور زرِ کثیر آئمہ معصومین علیہم السلام اور سادات پر خرچ کریں گے۔

سیّد فرزند رضا لکھتے ہیں کہ اس عہد و پیماں کے بعد علامہ شاہ طاہر نے دعا شروع کی اور کہا کہ یہ شب جمعہ ہے، بادشاہ نذر کرے کہ اگر باری تعالی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بارہ اماموں کی قرب و منزلت کی برکت سے اسی شب شہزادہ عبدالقادر کو شفا بخش دے تو مساجد میں بارہ اماموں کا خطبہ پڑھواؤں گا اور مذہب حق کی ترویج میں کوشش کروں گا۔

والیٔ دکن اپنے بیٹے کی زندگی سے قطعی مایوس ہو گئے تھے اور یقین تھا کہ وہ ایک شب کا مہمان ہے، اسی وجہ سے وہ اس رات اپنی خواب گاہ نہ گئے بلکہ بیٹے کے پلنگ کے پاس بیٹھ گئے۔ شہزادہ بخار کی شدت سے جل رہا تھا، بخار کی شدت کے سبب وہ ہاتھ پیر مار کر لحاف دور پھینک دیتا تھا۔ بیٹے کی محبت اور تکلیف کا احساس کرتے ہوئے انہوں نے لحاف کو پلنگ سے الگ ڈلوا دیا تاکہ اسے تازہ ہوا لگے اور خود صبح ہونے تک اسی طرح پریشان بیٹھے رہے یہاں تک کہ شہزادہ عبدالقادر کی چارپائی کے سرہانے سر رکھ کر سو گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ تشریف لائے ہیں ان کے دونوں طرف چھ چھ نورانی چہروں والی ہستیاں تھیں۔ والیٔ برہان شاہ آگے بڑھے اور سلام کیا، کسی نے ان سے سوال کیا کہ کیا آپ نے انہیں پہچانا۔ یہ کون بزرگوار ہیں؟ یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مولا مشکل کشا، حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور یہ گیارہ امام ہیں۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے برہان! اللہ تعالیٰ نے علی مرتضیٰ اور ان کے فرزندوں کی برکت سے شہزادے کو شفا بخشی۔ تمہیں چاہیے کہ میرے فرزند کے قول و قرار سے انکار نہ کرو''۔

برہان شاہ حد درجہ بشاشت اور خوشحالی کے ساتھ بیدار ہوا۔ دیکھا لحاف شہزادہ عبدالقادر کے اوپر درست اوڑھایا ہوا تھا، جب ان کی اہلیہ بیدار ہوئیں تو انہوں نے دریافت کیا کہ لحاف کس نے اوڑھایا، انہوں نے کہا کہ یہ خود بخود حرکت میں آیا اور عبدالقادر پر آکر ڈھک گیا، ہم پر ایسا خوف غالب آیا کہ بات کرنے کی بھی طاقت باقی نہ رہی، جب شہزادے کے بدن کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ بخار کا اثر باقی نہیں اور بخلاف شب ہائے گذشتہ وہ مزے کی نیند سو رہے ہیں۔ والیٔ دکن نے پروردگار کا شکریہ ادا کیا اور علامہ شاہ طاہر کو شہزادے کے صحت یابی کی اطلاع بھجوائی گئی، علامہ شاہ طاہر اس وقت بھی شہزادے کی صحت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بزرگ آئمہ کے توسل سے دعا کر رہے تھے۔

بکری کا دوبارہ زندہ ہونا

صاحب الخرائج والجرائح، امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی۔ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے گھر تشریف لائے تو ان کی زوجہ نے کہا کہ گھر میں دودھ کی بکری اور تھوڑے سے آٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس مومنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے لئے بکری کو ذبح کیا اور کھانا تیار کیا۔ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا کہ اہل مدینہ کو بھی بلوالو، غرض انہوں نے مدینہ میں اعلان کردیا جسے سن کر لوگ جوق در جوق حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے گھر آنے لگے۔ کھانا تیار ہوگیا تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھانا اپنے پاس منگوالیا اور بسم اللہ پڑھ کر خود کھانا نکال نکال کر دینا شروع کیا اور لوگوں سے فرمایا کہ ہڈیوں کو ضائع نہ کرنا بلکہ ایک جگہ جمع کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

صدقے کھانے میں اتنی برکت کی کہ تمام مسلمانوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

کھانے سے فارغ ہوکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے بکری کی کھال منگوائی اور اسے ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا "قُم باذن اللہ"۔ بکری اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہوکر کھڑی ہوگئی۔ بعدازاں اس بکری کو جس کا نام ابجد تھا کہ دودھ شفا کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔

بابِ مولائے متقیانؑ

سادات کا قرض مولا علیؑ کے حساب میں

ثقۃ الاسلام حاجی میرزا حسین نوری ابراہیم بن مہران کا بیان تحریر کرتے ہیں کہ کوفہ میں ابو جعفر نام کا ایک شخص اس کا ہمسایہ تھا جو گھریلو استعمال کی اشیاء فروخت کرتا تھا اس سے کوئی علوی اور سید اگر کوئی چیز طلب کرتا تو وہ فوراً اسے دے دیتا، اگر اس گاہک کے پاس رقم ہوتی تو لے لیتا ورنہ اپنے ملازم سے کہہ دیتا کہ اس رقم کو علی ابن ابی طالبؑ کے حساب میں لکھ دو۔ طویل عرصہ تک اس کا یہ عمل جاری رہا یہاں تک کہ وہ مفلس ہوگیا اور کاروبار ختم ہوگیا۔ خالی اوقات میں ابو جعفر اپنے کاغذات میں اپنے قرضداروں کے نام ڈھونڈ کر انہیں تلاش کرتا اگر قرضدار زندہ ہوتا تو اپنے ملازم کو بھیج کر اس سے رقم کا تقاضہ کرتا، اس طرح وہ اپنا خرچہ پورا کرتا تھا اور اگر دیکھتا کہ وہ مر چکا ہے اور اس کے وارث ہاتھ خالی ہیں تو اس کے نام پر خط کھینچ دیتا۔

حاجی نوری تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے گھر کے باہر بیٹھا تھا کہ ایک ناصبی نے راہ گزرتے ہوئے اسے طعنہ دیتے ہوئے کہا تمہارے سب سے بڑے قرضدار علی ابن ابی طالبؑ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ ابراہیم بیان کرتا ہے کہ ابو جعفر اس شخص کے اس غیر مناسب جملے سے بہت افسردہ ہوا اور کچھ جواب دیے بغیر گھر میں چلا گیا۔ جب رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ تشریف فرما ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسوں سے فرمایا تمہارے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنین علیہ السلام کہاں ہیں؟ اسی اثناء میں مولا علیؑ بھی تشریف لے آئے اور فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

میں حاضر ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس شخص کا حق کس لئے ادا نہیں کرتے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ان کا دنیاوی حق موجود ہے جو میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک سفید صدف (پشمینہ) کی تھیلی مجھے دی اور فرمایا، یہ تمہارا حق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے لےلو اور اگر آئندہ ان کی اولاد میں سے کوئی تمہارے پاس آئے اور کوئی چیز طلب کرے اور وہ تمہارے پاس موجود ہو تو تم اسے محروم نہ کرنا، اور اب اس کے بعد تمہارے لئے کوئی محتاجی نہ ہوگی۔

ابوجعفر کا بیان ہے کہ میں بیدار ہوا تو وہ تھیلی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اپنی زوجہ کو جگایا اور کہا چراغ روشن کرو، چراغ روشن ہونے پر اس نے تھیلی کی اشرفیوں کو شمار کیا تو اس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں پھر جب اپنے رجسٹر کا حساب کیا تو حضرت علیؑ کے نام پر بھی اتنی ہی رقم تھی، نہ کم نہ زیادہ۔

نماز کے لئے سورج کا پلٹ آنا (رجعت خورشید)

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد محترم حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اور وہ آپؑ (حضرت محمد باقر علیہ السلام) کے دادا حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد (جناب امیر علیہ السلام) جنگ نہروان سے واپس ہوئے تھے تو آپ کا گزر سرزمین بابل سے ہوا۔ نماز عصر کا وقت آ گیا تھا آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسی زمین ہے جس کو اللہ تعالی جل شانہ نے تین بار دھنسایا ہے۔ نبی ﷺ کے وصی کے لئے اس سرزمین پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جویدہ بن سرعبدی کا بیان ہے کہ لوگوں نے وہاں نماز ادا کی۔ میں سواروں کے ساتھ حضرت علیؑ کے ساتھ رہا۔ آخر کار ہم نے سرزمین بابل کے سفر کو طے کرلیا۔ اس وقت تک سورج غروب ہو گیا تھا۔

حضرتؑ سواری سے اتر پڑے اور فرمایا کہ عصر کی آذان کہو۔ میں نے دل میں سوچا کہ ہم لوگ عصر کی آذان کیسے کہیں گے سورج تو غروب ہو چکا ہے۔ میں نے آذان کہہ دی۔ مجھے فرمایا اقامت کہو، میں نے اقامت کہنا شروع کی، میں ابھی اقامت ہی کہہ رہا تھا کہ حضرتؑ کے دونوں لب متحرک ہوئے۔ فوراً گیا ہوا سورج مغرب سے یکبار پلٹ آیا۔ ہم نے آپؑ کے پیچھے نماز ادا کی۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو سورج جلدی سے ایسے غائب ہو گیا جیسے پانی کے طشت میں رکھا ہوا چراغ غائب ہو جائے، ستارے جگمگانے لگے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی نماز جنازہ پڑھانا

ایک روز مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے بزرگ ترین صحابی سلمان فارسی رضوان اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے اور سلمان فارسی رضوان اللہ علیہ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں ان کو غسل و کفن دوں، ان کی نماز جنازہ پڑھاؤں اور دفن کروں اس لئے میں مدائن جا رہا ہوں (مدائن کسریٰ بادشاہ کے محل کے نزدیک اور کاظمین سے ۴۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے)۔ حضرت علی علیہ السلام مدائن جانے کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لائے، اور لوگ بھی آپؑ کے ساتھ ساتھ تھے۔ بعد ازاں آپؑ مدائن کے لئے روانہ ہو گئے، لوگ آپؑ کو مدائن کے لئے رخصت کر کے واپس آ گئے۔ مولا علیؑ اسی دن ظہر سے کچھ پہلے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں صحابی رسول ﷺ حضرت سلمان فارسی رضوان اللہ علیہ کی تدفین کر آیا ہوں۔ اکثر لوگوں نے آپؑ کی بات کی تصدیق نہ کی۔ تھوڑی ہی مدت میں مدائن سے ایک خط آیا کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت

سلمان فارسی رضوان اللہ علیہ فلاں روز انتقال کر گئے ہیں۔ ہمارے پاس ایک عربی آئے تھے، انہوں نے غسل دیا، کفن پہنایا، نماز جنازہ پڑھی اور سلمان فارسی رضوان اللہ علیہ کو دفن کر دیا پھر واپس چلے گئے۔ یہ خط پڑھ کر تمام لوگوں کو تعجب ہوا۔

ام فروہ کا دوبارہ زندہ ہونا

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ام فروہ انصاریہ کو حضرت علیؑ کی محبت کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ اس دن حضرت علیؑ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو آپ کو بتایا گیا کہ ام فروہ قتل کر دی گئی ہے آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اس کی قبر کے پاس چار پرندوں کو دیکھا جن کی منقاریں سرخ تھیں۔ ہر ایک پرندے کی منقار میں انار کا دانہ تھا اور وہ قبر کے اندر ایک سوراخ سے داخل ہو تے تھے۔ جب پرندوں نے امیر المومنینؑ کو دیکھا تو رفرفن اور قرقر کیا۔ حضرت علیؑ نے اس طرح کے کلام میں ان کو جواب دیا۔ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ میں کروں گا۔

حضرت علیؑ، ام فروہ کی قبر پر ٹھہر گئے اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ دعا پڑھی یامحی النفوس بعدالموت ویامنشی العظام الدارسات احی لنا ام فروة واجعلها عبدة لمن عصاك اے وہ ذات جو نفوس کو موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ بوسیدہ ہڈیوں کو پھر سے زندہ کرتا ہے، ہماری ام فروہ کو زندہ فرما۔ اس کو نافرمان لوگوں کے لئے عبرت کا مقام بنا۔ ناگاہ آواز آئی، اے امیر المومنینؑ تیری بات منظور ہوگئی۔

ام فروہ سبز ریشم کے کپڑے اوڑھے قبر سے باہر نکل آئی، عرض کی آقا! لوگ آپؑ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ آپؑ کے نور کو روشن کرنا چاہتا ہے۔ سلمان فارسیؓ نے کہا، اگر ابوالحسن اللہ تعالیٰ کو قسم دیں کہ وہ اولین و آخرین کو زندہ کر دے تو وہ

ضرور ان کو زندہ کر دے گا۔ امیر المومنین نے اسے اس کے شوہر کے پاس بھیج دیا اس واقعہ کے بعد ام فروہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے اور امیر المومنین کی شہادت کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

بینائی کا واپس ملنا

عبدالواحد بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ حج کے لئے گیا، میں نے طواف کے دوران دو عورتوں کو رکن یمانی کے پاس دیکھا ایک عورت دوسری عورت سے کہہ رہی تھی لا وحق المنتخب بلوصية و الحاكم باسوية و العادل فی القضية بعسل فاطمه الزكية المرضية ماكان كذا میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ یہ آپ کس شخص کے اوصاف بیان کر رہی ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے اوصاف ہیں جو علم الاعلام، باب الاحکام، قسیم الجنۃ والنار ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا؟ کہا ہم آپؑ کو کیسے نہ مانیں، جنگ صفین میں میرا باپ حضرت کے قدموں میں شہید ہوا۔ حضرت میری ماں کے پاس تشریف لائے، فرمایا یتیموں کی ماں، صبح کس حال میں کی؟ میری ماں نے جواب دیا اچھائی میں، پھر حضرت نے مجھے اور میری بہن کو اپنے ہمراہ لیا۔ چیچک نکلنے کے باعث میری آنکھوں کی بینائی بلکل ختم ہوئی تھی، جب حضرت علیؑ نے میری طرف دیکھا تو ایک آہ بھری اور اشعار بیان فرمائے۔

ما ان تا وهت من شئی رزیت به كماتا وهت الا طفال فی الصغر

قدمات والد هم من كان مكيضلهم فی النائبات وفی الاسفاد والحضر

پھر حضرتؑ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا اسی وقت میری آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ خدا کی قسم میں حضرتؑ کی برکت کی وجہ سے تاریک رات میں بھاگتے ہوئے اونٹ کو دیکھ لیتی ہوں۔

زائر کی پکار پر مولا علیؑ کا تشریف لانا

زید بن نساج بیان کرتے ہیں کہ ایک معمر شخص مدینہ منورہ میں میرے پڑوس میں رہتا تھا وہ صرف جمعہ کے روز گھر سے باہر نکلتا تھا۔ ایک جمعہ کو میں امام زین العابدین علیہ السلام کے روضے کی زیارت کو حاضر ہوا وہاں کے کنوئیں پر میں نے دیکھا کہ وہی بوڑھا شخص اپنے کپڑے اتار کر غسل جمعہ کی تیاری کر رہا ہے۔ میری نظر اس پر پڑی تو دیکھا کہ اس کی پشت پر بالشت بھر کا زخم ہے جس سے خون و پیپ رس رہا تھا۔ مجھ سے اس کی یہ حالت نہ دیکھی جا رہی تھی۔ بوڑھے نے جب دیکھا کہ میری نگاہ اس کے زخم پر ہے تو اس کے چہرے سے آثار ندامت ظاہر ہوئے۔ بوڑھے نے مجھے دیکھ کر کہا کہ بیٹا ذرا نہانے میں میری مدد کرنا۔ میں نے کہا کہ جب تک اپنے زخم کا ماجرہ نہ سناؤ گے میں مدد نہیں کروں گا۔

بوڑھے نے کہنا شروع کیا کہ ہم دس آدمیوں کی ایک جماعت تھی جن کا کام لوٹ مار کرنا اور راہگیروں کو قتل و غارت کرنا تھا اور جو بھی مال و اسباب ہاتھ آتا اسے باری باری ہر ایک کے گھر شراب و کباب کی محفل سجا کر خرچ کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں لوٹ مار کر کے اور کھانا کھا کے گھر سو رہا اتنے میں میری بیوی نے کہا کہ کل تمہاری باری ہے، دعوت کا انتظام نہیں ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا، بیوی نے کہا کہ آج شب جمعہ ہے لوگ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی زیارت کو آرہے ہونگے راستہ میں چھپ کر کسی زائر کو لوٹ لو۔ یہ سن کر میں فوراً روانہ ہوگیا اور کوفہ

اور نجف کے درمیان جو خندق ہے وہیں میں سر راہ چھپ گیا۔ رات بڑی تاریک اور ڈراونی تھی آسمان پر بادل گھر آئے اس سنسان علاقے میں جب بجلی چمکتی تھی تو دور تک سماں دکھائی دیتا تھا، اتنے میں بجلی چمکی اور دور سے دو عورتیں کوفہ کی جانب سے آتی ہوئی دکھائی دیں، میں نے ان پر حملہ کرنے کے لئے تاک لگائی اور للکار کر ان عورتوں کے قریب پہنچا اور کہا کہ اپنے زیورات اور کپڑے اتار دو، ان دونوں نے میرے کہنے پر عمل کیا، ان عورتوں میں ایک بوڑھی اور ایک جوان تھی، بوڑھی عورت میرے ارادوں کو بھانپ گئی، بولی اے شخص! جو کچھ زیور اور لباس تو نے لیا وہ ہم تیرے لئے حلال کرتے ہیں، اس کو لے جا اور ہمارا راستہ چھوڑ دے، خدا کی قسم یہ لڑکی یتیم ہے، میں اس کی خالہ ہوں، کل اس کی شادی ہونے والی ہے، اس نے آج مجھ سے خواہش ظاہر کی تھی کہ کل شادی ہو جائے گی، آج شب جمعہ ہے مجھے مولا علیؑ کی زیارت کرا دو، میں تجھے ذات معبود کی قسم دیتی ہوں تو اس کی عزت پر ہاتھ نہ ڈال۔ میں نے اس کی ایک نہ سنی اور بڑھیا کو دھکیل کر لڑکی کی طرف بڑھا، وہ لڑکی پکار رہی تھی یا علیؑ دھائی ہے اس ظالم سے مجھ کو بچائیے۔

بوڑھا کہتا ہے کہ ابھی اس کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز میرے کان میں سنائی دی۔ میں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا سوار میری طرف تیزی سے آرہا ہے۔ میں جی میں خوش تھا کہ یہ اکیلا سوار میرا کیا بگاڑ سکتا ہے کیونکہ مجھے اپنی طاقت پر ناز تھا اور دس بیس آدمی میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ اتنے میں وہ گھوڑا سوار میرے نزدیک آگیا۔ اندھیرے میں، میں نے دیکھا کہ اس گھوڑے سوار کا لباس برف کی مانند سفید تھا اور جسم سے مشک کی خوشبو کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔ اس سوار نے مجھ سے کہا ناہنجار! اس لڑکی کو چھوڑ دے۔ میں نے کہا پہلے مجھ سے اپنی جان تو بچالے پھر اس لڑکی کی سفارش کرنا۔ یہ سن کر وہ سوار غضبناک ہوا اور اپنی تلوار کی نوک آہستہ سے میری پشت پر چھو دی، جس کے بعد مجھے قطعاً ہوش نہ رہا، جب ہوش آیا تو میری پوری طاقت زائل ہو چکی تھی، نہ اٹھ سکتا تھا اور نہ بول سکتا تھا۔

زید بن نساج کا بیان ہے کہ اس بوڑھے نے بتایا کہ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے سنا کہ وہ سوار ان عورتوں سے کہہ رہا تھا کہ تم اٹھ کر اپنے کپڑے اور زیور پہنو اور اپنے گھر کی راہ لو۔ بڑھیا گڑگڑائی کہ اے سوار تم کون ہو کہ تم نے ہمیں مصیبت سے بچایا، اب اتنا احسان اور کرو کہ ہم کو ہمارے آقا حضرت علیؑ کے روضہ تک پہنچا دو۔ سوار نے کہا اب روضہ تک جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہاری زیارت ہم نے قبول کر لی۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں عورتیں اس سوار کے قدموں میں گر پڑیں اور ہاتھ پھیر کر بوسے لینے لگیں، اس کے بعد وہ خوشی خوشی کوفہ کی طرف چلی گئیں۔

بوڑھا کہتا ہے کہ ان کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنی پوری طاقت سے کہا کہ مولا میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ گناہ نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تو نے سچے دل سے توبہ کی ہے تو پھر اللہ بھی تیری توبہ قبول کرے گا۔ میں نے کہا کہ اگر یہ زخم باقی رہا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر مولاؑ نے زمین سے خاک اٹھا کر زخم پر ڈال دی جس سے زیادہ حصہ اچھا ہو گیا۔ اصل زخم تو اس سے کہیں زیادہ ہولناک تھا، یہ تو عبرت و نصیحت کے لئے باقی رہ گیا ہے۔

زخمی شیر کا آرام پانا

ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے محمد بن علی سیستانی سے روایت کی ہے کہ ۲۶۰ ہجری میں میں اپنے والد، چچا اور دیگر افراد کے ہمراہ رات کے وقت زیارت روضہ علی ابن ابی طالبؑ کے لئے گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ کی قبر کے ارد گرد سیاہ پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ (اس وقت تک قبر پر نہ تو قطبہ بنایا گیا تھا اور نہ ہی عمارت تھی)۔ ہم میں سے کچھ قرآن پڑھنے لگے اور کچھ نماز و دعا میں مصروف ہو گئے۔

ابن طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ناگاہ ہم نے دیکھا کہ ایک شیر ہماری طرف آرہا ہے، ہم لوگ اس کو دیکھ کر اس کی وحشی پن کی وجہ سے تھوڑی دور ہٹ گئے، وہ شیر قبر مبارک پر گیا اور اپنے ہاتھوں (اگلے پنجوں) کو لوح قبر پر ملنے لگا۔ کافی دیر مشاہدہ کے بعد ہم میں سے ایک دلیر آدمی اس شیر کے نزدیک چلا گیا اور اس کی حالت مشاہدہ کی لیکن شیر نے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس منظر کو دیکھ کر ہمارے حوصلے بلند ہو گئے اور ہم سب اس شیر کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شیر کے ہاتھ زخمی ہیں اور وہ ان کو قبر اطہر پر مل رہا تھا، ایک ساعت وہ شیر وہاں رہا، آرام پانے پر واپس چلا گیا اور ہم سب اپنی عبادات میں مصروف ہو گئے۔

زمین گیر مریضوں کا شفا پانا

اہل سنت کے مشہور عالم ابو عبداللہ بن ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں بیان کرتے ہیں کہ نجف اشرف شہر کے تمام باشندے رافضی (اہل تشیع) ہیں، آپ (حضرت علیؑ) کی قبر سے کافی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ روضہ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ۲۷ رجب کی شب جسے یہ لوگ لیلۃ الاحیاء کہتے ہیں، اطراف عراقین، خراسان، روم اور دیگر شہروں سے شل ومفلوج و زمین گیر وغیرہ مریضوں کو جن کی تعداد تیس چالیس نفر تک پہنچ جاتی ہے انہیں نماز عشاء کے بعد روضہ مقدس حضرت علیؑ میں لے آتے ہیں پھر کافی لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں کہ کب وہ مریض شفا پا کر وہاں سے اٹھیں۔ اس رات ان مریضوں کے ساتھی نماز و دعا، زیارت وقرآن کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں یہاں تک کہ نصف شب یا دو ثلث (دو تہائی) شب گزر جاتی ہے تو اس وقت وہ تمام مریض جو چلنے سے عاجز تھے یک بیک صحت وتندرست ہو کر اٹھ کھڑے ہو جاتے ہیں اور بالکل صحیح وتندرست ہو کر

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ پڑھتے ہوئے وہاں سے چل دیتے ہیں یہاں تک کہ مریض افراد میں مرض کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔

حدیث بساط

ابن سالمؓ کا بیان ہے کہ بصرہ میں انسؓ بن مالک صحابی رسول ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا، وہ حدیثیں بیان کر رہا تھا۔ وہاں انہوں نے بیان کیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بلاد مشرق کی طرف سے جسے سندق کہتے ہیں فلاں بستی کا ایک شخص اونی فرش (قالین) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ کے لایا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، سعیدؓ، عبدالرحمنؓ بن عوف زہری کو بلالاؤں، چنانچہ میں ان سب کو بلا لایا۔ آنحضرت ﷺ کے ابن عم علی ابن ابی طالب علیہ السلام پہلے ہی حضور اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان سب کو فرش (قالین) پر بٹھایا اور مجھ سے فرمایا کہ اے انسؓ! تو بھی اس پر بیٹھ جاتا کہ جو کچھ ان سب پر گزرے وہ واقعہ تم مجھ سے بیان کرنا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! ہوا کو حکم دو کہ وہ تمہیں اٹھالے، حضرت علی مرتضیٰ نے ارشاد فرمایا اے ہوا ہمیں اٹھا لے، یہ فرمانا تھا کہ ہم سب ہوا میں تھے، کچھ دیر بعد حضرت علیؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ ہمارے قالین کو زمین پر اتار دے، ہوا نے قالین کو زمین پر اتار دیا۔

انسؓ کہتے ہیں کہ اس نامعلوم زمین پر اترنے کے بعد حضرت علیؑ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا مقام ہے؟ جب کوئی جواب نہ پایا تو خود ہی فرمایا یہ مقام اصحاب کہف و رقیم ہے جہاں اصحاب کہف خوابیدہ ہیں پس اٹھو اور ان کو سلام

کرو۔ ہم سب نے باری باری انہیں سلام کیا مگر کسی کو سلام کا جواب نہ ملا۔ حضرت علیؑ نے سلام کیا اسلام علیکم یا معشر الصد یقین۔ میں نے سنا کہ سب نے مل کر جواب دیا علیک السلام۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے علی المرتضیٰ سے عرض کی کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے سلام کا جواب ان اصحاب نے نہیں دیا؟ مولا علی نے فرمایا کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم صدیقین وشہداء میں سے ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ کسی سے مرنے کے بعد کلام نہ کریں مگر نبی یا وصی سے اجازت ہے۔

حضرت علیؑ نے دوبارہ ہوا کو حکم دیا کہ قالین کو اٹھا دے اور مدینہ پہنچا دے۔ ہوا نے قالین کو بلند کیا اور مدینہ پہنچا دیا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے اور خود علی مرتضیٰ نے دیکھا کہ رسول ﷺ کی آخری رکعت تھی اور آنحضرت ﷺ سورہ کہف کی تلاوت فرما رہے تھے۔

جنت کا چشمہ

حضرت علیؑ جب جنگ صفین کے لئے چلتے چلتے ایک صحرا میں پہنچے تو حضرت مالک اشترؓ جو فوج کے سپاہ سالار تھے نے حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کی کہ اس صحرا میں پانی نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا انشاء اللہ خدا تعالیٰ ہمیں اس صحرا میں پانی عنایت فرمائے گا جو میٹھا، ٹھنڈا اور صاف ہوگا۔ یہ فرما کر آپؑ ایک جگہ آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اس مقام کی زمین کو کھودا جائے، جب زمین کھودی گئی تو وہاں ایک پتھر نظر آیا، آپؑ نے فرمایا کہ اس پتھر کو ہٹاؤ لیکن وہ پتھر کافی کوشش کے باوجود اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ مولا علیؑ نے اسے اپنے مقام سے ہٹایا تو وہاں ٹھنڈا، صاف شفاف پانی نکلا۔ سب نے سیر ہو کر پانی پیا، جانوروں کو بھی سیراب کیا، بعدازاں وہ پتھر رکھ کر زمین ہموار کردی۔

جب یہ لوگ صومعہ راہب پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک راہب بہت ضعیف ہے اور پلکیں اس کی آنکھوں پر آن پڑی ہیں، انہوں نے راہب سے شیریں پینے کا پانی طلب کیا جب وہ پانی لایا تو وہ آب تلخ تھا۔ اسے بتایا گیا کہ اگر تو وہ پانی پیتا جو ہمارے آقا نے ہمیں پلایا ہے تو اس کا ذائقہ تو کبھی نہ بھولتا اور چشمہ کا سارا واقعہ اس کو سنایا۔ راہب نے دریافت کیا آپ کا آقا پیغمبر ہے؟ کہا نہیں، کیا وہ وصی ہے؟ اسے بتایا گیا وہ وصی پیغمبر ہے، اس راہب نے خواہش ظاہر کی مجھے اپنے آقا کے پاس لے چلو، وہ راہب کو لے کر مولا علیؑ کے پاس آئے، جب وہ مولا علیؑ کے پاس پہنچا تو مولا علیؑ نے دریافت فرمایا تیرا نام شمعون ہے، اس نے کہا جی، میرا یہی نام ہے جو میری ماں نے رکھا ہے۔ پھر مولا علیؑ نے فرمایا کہ اس چشمہ کا نام ''زاہو'' ہے اور یہ بہشت کا چشمہ ہے اور تین سو تیرا وصیوں نے اس سے پانی پیا۔ میں پانی پینے والا اس کا آخری وصی ہوں، راہب یہ سن کر مولا علیؑ کے قدموں میں گر گیا اور کہا کہ میں نے انجیل میں یہی پڑھا ہے۔ وہ مسلمان ہو گیا اور آپؑ کے ساتھ جنگ صفین میں لڑا اور سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا۔

مضر کے گذشتہ حالات کو بیان کرنا

خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے دس دن بعد ایک اعرابی نقاب پوش، ہاتھ میں تازیانہ لئے ہوئے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا اور دریافت کیا کہ رسول خدا ﷺ کا وصی کون ہے، صحابہ نے حضرت علی مرتضیٰؑ کی طرف اشارہ کیا۔ اس اعرابی نے مولا علیؑ کی طرف منہ کر کے کہا اسلام علیکم یا فتی، مولا علیؑ نے فرمایا وعلیکم اسلام یا مضر صاحب البیر (سلام ہو تجھ پر اے مضر، اے کنوئیں والے) تمام حاضرین یہ سن کر حیران ہوئے۔ نقاب پوش نے عرض کی اے جوان آپ نے یہ کیسے جانا میں مضر ہوں اور صاحب البیر کیسے کہا۔ مولا علیؑ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے بھائی محمد ﷺ نے

خبر دی تھی۔ مولا نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہارا احال تفصیل سے بیان کروں۔

نقاب پوش نے عرض کی آپ کا نام کیا ہے اور رسول پاک ﷺ نے آپ کو کیا خبر دی؟

مولا علی نے فرمایا میرا نام علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ تم عرب کے رہنے والے ہو، تمہارا نام معضر ہے، باپ کا نام وارم ہے، تمہاری عمر تین سو سات سال کی ہو چکی ہے، جب تم ایک سو سال کے تھے تو تم نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا اور حضور سرور کائینات ﷺ کے ظہور کی ان کو بشارت دی تھی کہ مکہ سے ایک شخص ظاہر ہوگا جس کے رخسار چاند سے زیادہ نورانی اور کلام اس کا شہد سے زیادہ شیریں ہوگا، جو اس سے محبت کرے گا وہ فلاح پائے گا، وہ یتیموں اور مسکینوں کا باپ اور صاحب شمشیر ہوگا، دراز گوش پر سواری کرے گا۔ اپنے پاپوش پر اپنے ہاتھ سے پیوند لگائے گا، برے کاموں سے منع کرے گا، وہ خاتم الانبیاء اور سید الاولیا ہوگا۔ اس کی امت پانچ وقت نماز پڑھے گی اور ماہ رمضان میں روزے رکھے گی۔ بیت اللہ کا حج کرے گی۔ تم اس پر ایمان لانا۔

اے معضر! جب تم نے ان لوگوں کی رہنمائی کی وہ تمہاری مخالفت کرنے لگے اور تمہیں تکلیف دینے لگے یہاں تک کہ تمہیں ایک گہرے کنوئیں میں قید کر دیا۔ چنانچہ تم اب تک اس کنوئیں میں محبوس تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی تو اللہ تعالی نے تمہاری قوم کو سیلاب سے ہلاک کر دیا اور تمہیں اس قوم سے نجات دلائی، مولا علی نے فرمایا کہ تمہیں ایک ندا سنائی دی کہ محمد مصطفی ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے تم جا کر ان کی زیارت کر و اس لئے منازل طے کرتے ہوئے تم یہاں تک پہنچے ہو۔ معضر یہ باتیں سن کر رونے لگا اور عرض گزار ہوا۔ یا علی! آپ اس تفصیل سے کس طرح واقف ہوئے؟ مولا علی نے فرمایا مجھے سید الانبیا ﷺ نے خبر دی تھی کہ میرے انتقال کے بعد معضر یہاں آئے گا، اس کو میرا سلام کہنا، جب معضر نے سلام کی خوشخبری سنی تو آگے بڑھ کر مولا علی کے سر پر بوسہ دیا اور اجازت لے کر بیٹھ گیا۔ مولا علی نے فرمایا اپنے

چہرے سے نقاب اٹھادو، جب اس نے نقاب اٹھایا تو حاضرین نے دیکھا کہ اس کی پیشانی سے نور نکل رہا تھا۔

مضر نے عرض کیا آقا! مجھے مرقد رسول ﷺ پر لے چلیں، چنانچہ حضرت علیؑ مضر کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر آئے۔ مضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو گلے لگا کر خوب رویا۔ آپؑ نے لوگوں سے کہا کہ اس کو ایک ساعت کے لئے ایسے ہی چھوڑ دو اس کا آخری وقت آپہنچا ہے چنانچہ جب ایک ساعت کے بعد اس کے پاس گئے تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔

کھوٹا سکہ اور کڑوی کھجوریں

ایک مرتبہ مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے دور حکومت میں کوفہ کے بازار میں حضرت میثم تمار رضوان اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے، میثم تمار رضوان اللہ علیہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ مولائے کائنات! آپؑ نے زحمت کیوں فرمائی، آپؑ پیغام بھجوا دیتے بندہ حاضر ہو جاتا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میثم تمار رضوان اللہ علیہ ہم جن سے محبت کرتے ہیں ان کو خود تلاش کر کے ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ میثم تمار رضوان اللہ علیہ نے کہا اس ناچیز کے پاس آپؑ کے شایان شان بٹھانے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، یہ کھجور کے پتوں کا بوریا ہے جس پر میں بیٹھ کر کھجوریں فروخت کرتا ہوں۔ مولا علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ میثم تمار رضوان اللہ علیہ! ہم جگہ کے محتاج نہیں ہیں جس جگہ ہم بیٹھ جاتے ہیں وہ ممبر سلونی سے کم نہیں ہے۔ حضرت علیؑ انہی کھجور کے پتوں پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں میثمؒ نے کہا مولاؑ اگر اجازت ہو تو تھوڑی دیر میں کوئی کام کر آؤں۔ میثم تمار رضوان اللہ علیہ نے مولا علیؑ کو کھجور کے نرخ بتائے اور کہا کہ میری غیر موجودگی میں اگر کوئی کھجور لینے آئے تو اس کو کھجور دے دیجئے گا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور کہا کہ ایک درہم کی کھجوریں دیدیں۔ حضرت علیؑ نے کھجوروں کا بھاؤ بتایا اور کہا کہ خود ہی تول

لو اور درہم بھی وہاں رکھ دو۔ چونکہ وہ شخص منافق تھا اور کھوٹا سکہ لایا تھا اس وجہ سے اس نے جلدی جلدی کھجوریں تولیں اور درہم بتائی ہوئی جگہ پر رکھ کر چلا گیا۔

حضرت میثم تمار رضوان اللہ علیہ جب واپس آئے تو دریافت کیا کہ مولا کوئی گاہک تو نہیں آیا تھا؟ حضرت علی نے فرمایا ایک گاہک آیا تھا اور ایک درہم کی کھجوریں لے گیا ہے، درہم اس جگہ رکھا ہوا ہے، میثمؓ نے درہم دیکھا تو عرض کی مولا درہم تو کھوٹا ہے، مولا علی نے فرمایا اگر درہم کھوٹا ہے تو کھجوریں بھی کڑوی ہیں۔

وہ منافق جب کھجوریں لے کر گھر پہنچا تو اپنی بیوی سے کہا کہ تو حضرت علی کی بڑی تعریفیں کرتی ہے کہ میرا پیر و مرشد کا دعویٰ ہے کہ پوچھو پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستے بہتر جانتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ جس درہم کو رات کی تاریکی میں دکاندار نے نہیں لیا وہ میں دن کی روشنی میں تیرے پیر کو دے آیا ہوں اسے علم ہی نہیں کہ درہم کھوٹا ہے۔ وہ مومنہ خاموش ہو گئی۔

جب اس شخص نے پہلی کھجور کھائی تو جلدی سے اسے تھوک دیا اور کہا یہ تو کڑوی ہیں میں یہ واپس کر کے اپنا درہم لے کر آتا ہوں۔ دور سے جب مولا علی نے اس شخص کو آتے ہوئے دیکھا تو میثمؓ سے کہا کہ بغیر ہتھکڑی کے تمہارا ملزم آرہا ہے۔ منافق نے آکر میثمؓ سے کہا کہ تمہاری کھجوریں تو کڑوی ہیں اس پر میثم تمار رضوان اللہ علیہ نے بھی جواب دیا کہ تمہارا سکہ بھی تو کھوٹا ہے اسے درہم واپس کیا اور کھجوریں واپس رکھ لیں۔ مولا علی نے مسکرا کر کہا کہ میثم گھبراؤ نہیں کھجوریں میٹھی ہو گئی ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ کڑوی ہیں تو کڑوی ہو گئیں اب میٹھی ہیں۔

نابینا کو بینائی ملنا

عبداللہ بن یونس روایت کرتے ہیں کہ ایک سال میں حج کرنے کی غرض سے جا رہا تھا کہ ایک حبشی اندھی عورت راستے میں بیٹھی ہوئی ملی جو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی

تھی یا قاضی الحاجات مولا مشکل کشا مجھے بینائی عنایت فرمائیں۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میں اس کے پاس گیا اور کہا کہ تو مولا علیؑ کو دوست رکھتی ہے اس نے کہا کہ ہاں۔ چونکہ مولا علیؑ میرے پیشوا ہیں اور وہ عورت ان کا نام لے رہی تھی اس وجہ سے میں نے کئی درہم اسے دیئے اس نے وہ درہم یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میں درہموں کی طالب نہیں ہوں بلکہ آنکھوں کی طالب ہوں۔ میں درہم واپس لے کر بیت اللہ مناسک حج ادا کرنے چلا گیا۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ جب میں حج کر کے گھر کی طرف لوٹ رہا تھا تو دیکھا کہ ایک عورت اس مقام پر بیٹھی ہے جہاں ایک نابینا عورت بیٹھی تھی مگر اس کی آنکھیں روشن ہیں اور وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا تمہیں بینائی کیسے مل گئی؟ اس نے کہا مجھے علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے آنکھیں دی ہیں۔ میں نے تفصیل دریافت کی تو اس عورت نے کہا میں ایک روز اسی جگہ دعا کر رہی تھی کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ کیا تو علیؑ کو دوست رکھتی ہے، میں نے کہا میری جان ان پر قربان۔ اس شخص نے کہا کہ اے باری تعالیٰ اگر یہ عورت سچی ہے تو اس کو بینائی عنایت فرما۔ فوراً میری آنکھیں روشن ہوگئیں، میں نے ان کو دیکھ کر سوال کیا کہ آپ کون بزرگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں تیرا امام ہوں جس کا تو ہمیشہ واسطہ دیا کرتی ہے۔ میں نے جلدی سے ان کے قدم چومے اور وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے

حضرت عمرؓ بن خطاب نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابوبکرؓ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے ابوہریرہؓ سے سنا کہ وہ ایک روز سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور سلام کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سلام دیا اور ایک مٹھی کھجوریں

ان کو عطا فرمائی۔ ابو ہریرۃ کہتے ہیں کہ میں نے ان کھجوروں کو شمار کیا تو وہ تہتر (۷۳) تھیں اس کے بعد میں حضرت علی کی خدمت میں پہنچا، ان کے سامنے بھی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں، میں نے انہیں سلام کیا، آپ نے جواب سلام دیا اور مسکرائے۔ حضرت علی نے مجھے ایک مٹھی کھجوریں عطا فرمائی، جب میں نے ان کو شمار کیا تو ان کی تعداد تہتر (۷۳) تھی، مجھے بہت تعجب ہوا۔

ابو ہریرۃ کہتے ہیں کہ میں فوری طور پر سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ ﷺ نے مجھے کھجوریں عطا فرمائیں شمار کیں تو تہتر (۷۳) تھیں اور جب حضرت علی کی خدمت میں گیا تو ان کے آگے کھجور رکھی ہوئی تھیں، انہوں نے بھی ایک مٹھی کھجور عطا فرمائیں، ان کی تعداد بھی تہتر (۷۳) تھی۔ مجھے اس امر پر تعجب ہوا لہذا میں ملز آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ یہ عجیب بات ہے۔ حضرت ﷺ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا۔ اے ابو ہریرۃ! کیا تم کو اس کا علم نہیں کہ میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ عدالت میں یکساں ہے۔

باب خاتون جنتؑ

الٰہی عطیہ

جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی روز کھانا نہ کھایا اور اس بات نے آپ کو تکلیف دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض ازواج کے گھر میں بھی تشریف لے گئے لیکن وہاں بھی کوئی چیز نہ ملی۔ بی بی فاطمہ صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے تو ویسی ہی تھیں۔ پوچھا کوئی کھانے کی چیز ہے؟ عرض کی میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ایک عورت نے بی بی فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کے پاس دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا بھیجا۔ آپ صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا نے اس کھانے کو ایک پیالے میں نکال کر اسے ڈھانپ دیا، فرمایا خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دوں گی۔ آپ نے دونوں لخت جگر حسنؑ اور حسینؑ کو بھیج کر بابا کو بلوایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بی بی فاطمہ صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لائے تو آپ نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک چیز عطا کی ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر رکھ چھوڑی ہے یہ کہہ کر بی بی نے پیالہ کھولا تو وہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لا کر اپنے نبی پر جو آپ صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کے والد تھے درود بھیجا اور پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حمد بجا لائے، فرمایا یہ کہاں سے آ گیا؟ عرض کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے "ان اللہ یرزق من یشاء،

بغیر حساب ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلوا بھیجا۔ آپ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی ابن ابی طالب علیہ السلام، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، حسن مجتبیٰ علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور تمام ازواج نبی نے سیر ہو کر کھانا کھایا مگر بی بی فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کا پیالہ ویسے کا ویسا ہی بھرا ہوا تھا۔ بی بی فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا فرماتی ہیں میں نے اس میں سے تمام ہمسایوں کو دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں کافی خیر و برکت عطا فرمائی۔

بی بی فاطمہؑ بتول کا عطیہ

حکیم محمد گیلانی تحریر کرتے ہیں کہ آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل امریکہ کے قدیم سرخ رو (RED FACED) باشندے ولگیوی (WILGAVY) نامی راہبہ عورت کے عارفانہ کمالات اور زاہدانہ اعمال کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ تھے۔ ایک رات جب کہ چودھویں کا چاند اپنے پورے جوبن پر جگمگا رہا تھا وہ اپنی جھونپڑی میں ایک چٹائی پر بیٹھی عبادت کر رہی تھی کہ دو پریشان حال عورتیں اس کے پاس آئیں اور رونے لگیں اور عرض گزار ہوئیں کہ ہم دونوں اولاد سے محروم ہیں اگر ہم سے اولاد نہ ہوئی تو ہمارے شوہر ہمیں چھوڑ دیں گے یا جان سے مار دیں گے۔ راہبہ ان کی فریاد کرنے اور رونے سے بہت متاثر ہوئی اور پریشان بھی لیکن اس کے پاس اس کا کوئی علاج نہ تھا، آخر اس نے یہ کہہ کر ان عورتوں کو ٹال دیا کہ تم چار دن کے بعد آنا میں تمہیں ایک بہت عجیب طریقہ بتاؤں گی۔ اس کے بعد وہ پریشانی کے عالم میں وہیں چٹائی پر سو گئی۔ آدھی رات کے بعد اس راہبہ نے ایک بڑا ہی سہانا خواب دیکھا۔

ول گیوی (WILGAVY) کہتی ہے کہ ایک نہایت ہی بزرگ ومحترم سیاہ برقعہ پوش خاتون اس کے قریب کھڑی تھیں، ان کے بدن اور لباس سے جنت کے پھولوں کی خوشبو آرہی تھی۔ ان کے ایک ہاتھ میں سنہری روپہلی کتاب تھی جس کے سونے کے حروف میں لکھی ہوئی عبارت آفتاب ومہتاب کو شرمارہی تھی۔ طاہرہ و طیبہ خاتون نے راہبہ سے کہا، اے راہبہ! میں بہت خوش ہوں کہ تو وحشی اور جنگلی انسانوں میں رہ کر خدائے واحد کی عبادت کرتی ہے اور ہمارے ذکر میں مصروف رہتی ہے۔ سن میرا نام فاطمہ بتولؑ ہے۔ مجھے میرے مقدس باپ نے اللہ کے حکم سے تمہارے پاس بھیجا ہے، ہم نے اس جنگل میں ایک بوٹی اگائی ہے، اس کے ہر پودے میں پانچ شاخیں پھوٹتی ہیں، اس کی ہر شاخ پر چودہ پتے ہوتے ہیں اور ہر پتے میں چودہ دانے ہوتے ہیں، اس کی ہر ٹہنی پر چودہ کلیاں نکلتی ہیں اور جب اس کے پھول کھلتے ہیں تو ہر پھول میں چودہ پنکھڑیاں ہوتی ہیں، اکتیس دن کے بعد پھول جھڑ جاتے ہیں تو چودہ باریک پھلیاں نمودار ہوتی ہیں اور ہر پھلی سے چودہ نئے نئے بیج نکلتے ہیں، اے راہبہ! یادرکھ اس بوٹی کا نام ''گل طاہرہ'' ہے، اگر کوئی بانجھ عورت اس بوٹی کے پتوں یا پھولوں یا جڑوں کو شہد میں ملا کر کھائے تو باذن اللہ تعالیٰ وہ چند ہی روز میں پرامید ہوگی اور وقت معین پر خالق اس کو فرزند عطا فرمائے گا۔ دیکھ اے راہبہ! ہم نے تجھے بے اولادوں کا علاج کرنے کا راز بتادیا، خدا کی مخلوق سے بھلائی کرنا، اللہ سے ہر وقت ڈرنا اور برائی سے ہمیشہ دور رہنا اور کسی سائل کو نہ دھتکارنا۔ بوٹی ''گل طاہرہ'' کے نام سے تھی لیکن ہر زمانے میں اس کا نام تبدیل ہوتا رہا ہے۔ آج کل یہ امریکہ، کینیڈا اور ہندوستان میں گالی تھیریا (GALUTHERIA) کے نام سے جانی جاتی ہے۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے توسل سے صحت ملنا

شیخ عبدالنبی انصاری ماہ ربیع الثانی ۱۳۹۳ ہجری کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک سال تک دردِ سر، چکر اور شدید ضعف و اضمحلال کی کیفیت میں مبتلا رہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے شیراز، قم اور تہران کے متعدد ڈاکٹروں سے رجوع کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ ایک رات میں اسی بے چینی کے عالم میں زحمت اور دشواری کے ساتھ زمانے کے عظیم عالم اور متقی و پرہیزگار آیت اللہ نجابت کے ہاں نماز جماعت پڑھنے کی غرض سے چلا گیا۔ نماز کے دوران میری حالت بہت غیر تھی، میرے برابر میں ایک بزرگ نماز ادا کر رہے تھے انہوں نے محسوس کیا اور دریافت کیا کہ تم پریشان معلوم ہوتے ہو۔ میں نے انہیں تمام کیفیت بیان کر دی اس پر انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کے پاس تو بہت ہی اچھے ڈاکٹر ہیں ان کی طرف رجوع کریں۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے مزید وضاحت کی کہ بی بی فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلام اللہ علیہا سے توسل اختیار کیجئے۔ ان شاء اللہ شفا کلی حاصل ہوگی۔ اسی پریشانی کے عالم میں جب گھر واپس آ رہا تھا تو راستے پر میری ایک دوسرے عالم سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے بھی مجھے توسل کی ترغیب دی۔ اس کے بعد میں بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم میں حاضر ہوا اور پھر اپنے گھر میں آ کر تنہا ایک گوشہ میں توسل اور گریہ و زاری میں مصروف ہو گیا اور بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا واسطہ دیا، اس کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔

شیخ کہتے ہیں کہ آدھی رات گزرنے کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مجلس منعقد ہوئی ہے اور چند افراد اس میں شریک ہیں ان میں سے ایک صاحب اٹھے اور میرے [illegible] اور نہ ہی چکر کی شکایت۔ میں خوشی میں فوراً گھر سے نکلا اور چند دوستوں کو جا کر اپنی

صحت یابی کی اطلاع دی اور گھر پر مجلس منعقد کی۔ عبدالنبی کہتے ہیں کہ میں جب تک زندہ ہوں انشاءاللہ یہ ماہانہ مجلس قائم رکھوں گا۔

قفل کا کھل جانا

آقائے سید عباس لاری سے بیان کرتے ہیں کہ جب وہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے نجف اشرف میں مقیم تھے تو ماہ رمضان المبارک میں ایک روز بعد عصر اپنی افطاری کا انتظام کرنے کے بعد گھر کا دروازہ بند کر کے مدرسے آگئے، بعد نماز مغربین جب وہ افطار کے سلسلے میں واپس اپنے گھر پہنچے اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو گھر کی چابی نہیں تھی، پریشانی کے سبب مدرسہ گیا وہاں بھی جا کر تلاش کیا اور ہر طالب علم سے دریافت کیا مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ بھوک کی شدت اور گھر بند ہونے کی وجہ سے کافی پریشان ہو گیا، چنانچہ مدرسہ سے نکل کر حرم اقدس تک اپنی آمدورفت کے راستے پر غور کرنے لگا۔

آقائے عباس لاری بیان کرتے ہیں کہ اچانک الحاج سید مرتضی کشمیری پر میری نظر پڑی، انہوں نے میری پریشانی کا سبب پوچھا، میں نے صورت حال بیان کی۔ وہ میرے ہمراہ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی صدق دل سے بند قفل پر بی بی مریم کا نام لے تو قفل کھل جاتا ہے۔ کیا ہماری جدہ ماجدہ بی بی فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا ان سے کم ہیں۔ پس انہوں نے قفل پر ہاتھ رکھا اور ندا کی یا فاطمہ! قفل فوراً کھل گیا۔

زخموں کا ٹھیک ہو جانا

آقائے قاسم عبدالحسینی نے سید حسن برقی واعظ ساکن قم سے بیان کیا کہ ۱۳۴۸ ہجری میں میں ریلوے میں کام کرتا تھا، اتفاق سے میرا ایک پاؤں ٹرک کے پہیے

نے پیچھے آ گیا۔ مجھے شہر قم کے فاطمی ہسپتال لے گئے جہاں ڈاکٹر مدنی اور ڈاکٹر سیفی کی نگرانی میں میرا علاج شروع ہوا مگر اس علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پاؤں ورم کر کے ایک بڑے تکیے کی مانند ہو گیا تھا اور درد کی شدت کے سبب نیند نہیں آتی تھی۔ میں درد کی وجہ سے مستقل چیخ و پکار کرتا رہتا۔ جب بھی کوئی شخص میرے پاؤں پر ہاتھ رکھ دیتا تو میری چیخ و پکار سے سارا ادارہ گونجنے لگتا۔ میں اس دوران بی بی فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا، بی بی زینب سلام اللہ علیہا اور بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا سے متوسل تھا اور میری والدہ زیادہ تر حرم بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا میں حاضر ہو کر توسل اختیار کرتی تھیں۔

عبدالحسینی کہتے ہیں کہ میرے وارڈ میں برابر کے بیڈ پر ایک نوجوان لڑکا زیر علاج تھا جس کو تہران میں گولی لگ گئی تھی اور زخم بگڑ کر جزام کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ ڈاکٹر اس کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے اور دو دن روز سے بے ہوش تھا۔ ایک دن میری ماں جب مجھے دیکھنے آئیں تو میں نے کہا کہ آج کی شب بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا سے شفا حاصل کریں تو بہتر ہے ورنہ صبح میری میت ملے گی، کیونکہ میں اپنی جان سے بیزار آ گیا تھا اور خودکشی کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ میری ماں غروب آفتاب کے بعد حرم مطہر کی طرف چلی گئیں۔

آقائے قاسم عبدالحسینی بیان کرتے ہیں کہ رات کچھ دیر کے لئے میری آنکھ لگی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ باعظمت بیبیاں باغ کے دروازے کی طرف سے میرے کمرے میں جہاں وہ نوجوان لیٹا تھا داخل ہوئیں۔ ان بیبیوں میں بی بی فاطمہ الزہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا، بی بی زینب سلام اللہ علیہا، بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا شامل تھیں۔ یہ تینوں بیبیاں اس نوجوان کے بیڈ پر پہنچیں اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑی ہو گئیں۔ بی بی فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا نے اس نوجوان سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: اٹھو! اس نے کہا میں اٹھ نہیں سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اٹھو! اس نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا تم اچھے ہو گئے ہو۔ میں نے عالم

خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب میں اس انتظار میں تھا کہ یہ باعظمت بیبیاں میری جانب بھی توجہ فرمائیں گی لیکن وہ بیبیاں میری طرف مخاطب نہیں ہوئیں۔ اسی اثناء میں میری آنکھ کھل گئی۔

عبدالحسین کا بیان ہے کہ میں نے دل میں خیال کیا کہ ان مخدرات عصمت و طہارت کی نظر عنایت میرے حال پر نہیں تھی لیکن پھر خیال آیا کہ جب میرے کمرے میں قدم رکھا ہے تو ممکن ہے کہ ان کے قدموں کی برکت سے میں نے بھی شفا پائی ہو۔ میں نے یہ خیال کر کے اپنا ہاتھ اپنے پاؤں پر رکھا تو درد محسوس نہیں ہوا۔ میں نے پاؤں کو حرکت دی تو دیکھا کہ وہ حرکت بھی کر رہا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ مجھ پر بھی توجہ مبذول ہوئی ہے۔ صبح ہوئی تو نرسیں آئیں اور یہ خیال کر کے کہ نوجوان مر چکا ہوگا مجھ سے پوچھا وہ کس حالت میں ہے؟ میں نے نرسوں سے کہا کہ بلکل اچھا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں قطعاً ٹھیک کہہ رہا ہوں چونکہ وہ سو رہا تھا اس وجہ سے میں نے نرسوں سے کہا کہ اسے اس وقت تک نہ جگانا جب تک وہ خود سو کر نہ اٹھ جائے۔ جب وہ بیدار ہوا تو ڈاکٹر نے دیکھا کہ اس کے پاؤں میں کوئی زخم کا نشان نہیں تھا، گویا وہ کبھی زخمی نہیں ہوا تھا البتہ وہ لوگ اصل صورت حال سے بے خبر تھے۔

ایک نرس میرے پاس بھی آئی اور معمول کے مطابق میرے پاؤں کی پٹی کھولی۔ چونکہ پاؤں کا ورم ختم ہو چکا تھا لہذا روئی اور پاؤں کے درمیان فاصلہ موجود تھا اور ظاہر ہو رہا تھا کہ اس پیر میں کوئی سوجن نہیں تھی اور نہ ہی زخم یا چوٹ تھی۔ اتنے میں میری ماں بھی گھر سے آ گئی اس کی آنکھیں روتے روتے ورم کر گئیں تھیں۔ میں نے تمام لوگوں کو رات کا خواب بیان کیا اور کہا کہ اسی سبب ہم دونوں کو صحت ملی ہے۔ اس ہسپتال میں میرے اور اس نوجوان کی شفا یابی کے بعد ڈاکٹروں اور نرسوں میں اس قدر جوش و خروش پایا جا رہا تھا جو بیان سے باہر ہے۔

تین دینار

تہران کے معروف وبا اخلاص ذاکر حاجی شیخ علی اکبر تبریزی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حرم امام حسین علیہ السلام میں جناب کے سر کی جانب یک وتنہا زیارت پڑھنے میں مصروف تھا۔ اسی دوران حرم میں ایک زائر جو آذربائیجان یا تبریزی لباس پہنے ہوئے تھا داخل ہوا اور جناب کے پہلو کی طرف بیٹھ گیا، اور ترکی زبان میں مولا حسین سے عرض کرنے لگا۔ چونکہ میں ترکی زبان سے واقف تھا اس وجہ سے میں اس کی زبان سمجھ رہا تھا۔ اس شخص نے مولاؑ سے سوال کیا کہ میرے پاس رقم ختم ہوگئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ دوستوں سے رقم مانگ کر ان کا احسان مند رہوں، مجھے تین دینار کی ضرورت ہے، مجھے تین دینار کی رقم عطا فرمائیں، میرے لئے یہ رقم کافی ہے (واضح رہے کہ اس زمانے میں تین دینار اچھی خاصی رقم ہوتی تھی)۔ مدد جلدی کیجئے تاکہ میں وطن واپس چلا جاؤں۔

علی اکبر کہتے ہیں کہ اس کے انداز تخاطب پر میں خود حیران تھا کہ دل میں کہا کہ یہ کیسا شخص ہے اسے مولاؑ سے مانگنے کا طریقہ بھی نہیں معلوم۔ لیکن اس کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی سے باتیں کر رہا ہے اور وہ اس کی طرف مسلسل دیکھ رہا ہے، اچانک ایک خاتون اس شخص کے پاس آئیں اور اس سے پوچھا، جس کے جواب میں اس سوالی نے کہا میں نہیں چاہتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ شخص ماتم کر رہا ہے بعد ازاں وہ حرم سے باہر چلا گیا، میں بھی زیارت ختم کر کے اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے پیچھے گیا۔ مجھے وہ شخص ایوان طلا میں ملا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دریافت کیا بھائی کیا قصہ ہے!

میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چھلکنے والے ہیں۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام حسینؑ سے تین دینار مانگے تھے، میں نے ان کا بازو پکڑا

اور جیسے ہی سوال دہرایا ایک خاتون میرے پاس تشریف لائیں جیسا کہ آپ نے دیکھا اور سنا، میں نے اس کی تصدیق کی۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس خاتون نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہیں حسینؑ سے کیا کام ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے تین دینار مانگے ہیں۔ اس خاتون نے کہا کہ تم مجھ سے تین دینار لے لو۔ میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تم سے لینے تھے تو میں اپنے دوستوں سے یوں نہ لے لیتا، مجھے یہ رقم خود امام حسینؑ سے چاہیے۔ اس خاتون نے فرمایا کہ میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ تم یہ رقم مجھ سے لے لو، میں حسینؑ کی والدہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا ہوں۔ پہلے تو میں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا، البتہ بعد میں میں نے کہا کہ اگر آپ زہرا صلوٰۃ اللہ و سلام اللہ علیہا ہیں تو آپ کی کمر خمیدہ کیوں ہے۔ میں نے مجالس وغیرہ میں سنا ہے کہ بی بی زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ پھر آپ اس طرح کیوں ہیں؟ یکایک ان محترمہ نے فرمایا یہ رقم لے لو اور چلے جاؤ۔

حضرت زہراؑ سے توسل

حجۃ الاسلام والمسلمین آخوند ملا عباس یزدی بیان کرتے ہیں کہ میرے چچازاد بھائی شیخ علی جویزد کے علماء میں سے تھے، کچھ سال قبل اپنے دوستوں کے ہمراہ زیارت امام حسینؑ اور حج بیت اللہ کی نیت سے نکلے اور میرے گھر چند روز قیام کیا، بعد ازاں یہ لوگ مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔ میں اس قافلے کی واپسی کا منتظر رہا مگر حج کے بعد نہ تو بھائی ہی واپس آئے اور نہ ہی ان کی خیریت کی خبر ملی۔ ایک دن میری اتفاقاً سید الشہداءؑ کے حرم میں بھائی کے دوستوں سے ملاقات ہوگئی۔ میرے دریافت کرنے پر وہ لوگ کوئی مناسب جواب نہ دے سکے۔ میں نے کہا کہ اگر اس کا انتقال ہوگیا ہے تو تم مجھے اس کی اطلاع دو۔ تب انہوں نے بتایا کہ ایک دن حاجی شیخ علی طواف کی نیت سے

خانہ کعبہ گئے تھے لیکن وہ واپس نہیں آئے۔ اسے ہم نے بہت تلاش کیا مگر اس کی کوئی خیر و خبر نہیں ملی اس کا سامان بھی ہمارے پاس موجود ہے جو ہم وہ سامان اس کے گھر والوں کے حوالے کریں گے۔ ہمیں شبہ ہے کہ اس کو کسی دشمن نے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر میں بہت افسردہ ہوا۔

ملا عباس بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ایک دن میرے گھر کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ میرا چچازاد بھائی حاجی شیخ علی کھڑا ہے۔ مصافحہ و معانقہ کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں تھے اور اب کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا کہ اس وقت یزد سے آرہا ہوں۔ میں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم مکہ مکرمہ میں گم ہو گئے تھے۔ یزد سے کیسے آرہے ہو۔ اس نے کہا کہ میرے آرام کا انتظام کرو، میں بہت تھکا ہوا ہوں اور وہ واقعہ بھی سناؤں گا۔ کھانا کھانے کے بعد حاجی شیخ علی نے اپنی روداد اس طرح بیان کی۔

میں نماز فجر کے بعد تعقیبات وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر سے مسجد الحرام کے لئے نکلا، خانہ کعبہ کا طواف کیا، نماز طواف ادا کی اور گھر واپس لوٹ رہا تھا کہ راستے میں ایک بڑی بڑی مونچھوں والا ایک شخص ملا جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھا۔ یہ شخص کچھ دیر مجھے دیکھتا رہا اور پھر میرا نام لے کر مخاطب ہوا کہ کیا تمہارا نام شیخ علی یزدی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، اس نے مجھے سلام کیا اور مجھے گلے لگایا اور مجھے اپنے گھر چلنے کے لئے دعوت دی اور اصرار کر کے گھر لے گیا۔ میں نے بار بار کہا کہ میں آپ کو پہچان نہیں رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ تم مجھ کو پہچان لوگے میں تمہارے جاننے والوں میں سے ہوں۔

ظہر کا وقت قریب تھا میں نے اس سے اجازت طلب کی اور کہا کہ نماز ظہر حرم میں ادا کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ مکہ ہے جہاں چاہے نماز ادا کرو۔ اس کے بعد وہ کھانا لے آیا، میں نے کہا کہ میرے ساتھی پریشان ہو رہے ہوں گے میں جانا چاہتا ہوں، اس پر اس نے کہا کہ یہ خدا کی امن کا شہر ہے۔ یہاں کی بات کی پریشانی نہیں۔ اس طرح رات ہوگئی مگر میرا میزبان مجھے چھوڑنے پر تیار نہ تھا، نماز عشاء کے بعد اس

کے دوست اس کے گھر پر آنا شروع ہوئے، ان کے آنے کے بعد میرے میزبان نے میرے خلاف باتیں کرنا شروع کیں، جس پر مجھے معلوم ہوا یہ شیخ جابر ہے جس سے یزد کے مدرسہ میں کچھ لڑکوں کا جھگڑا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا کہ میرا تم سے کبھی جھگڑا نہیں ہوا اس پر اس نے کہا کہ وہ سب تمہارے دوست تھے اب ہم تم سے ان دوستوں کی لڑائی کا بدلہ لیں گے اس جواب پر مجھے ان کی بد نیتی کا احساس ہو گیا۔

میں نے جابر سے کہا کہ مجھے آپ لوگوں کی نیتوں پر شبہ ہے آپ لوگ میری جان کے دشمن معلوم ہو رہے ہیں۔ مجھے دو رکعت نماز کی مہلت دو، اس نے کہا کہ ہاں تم ہماری قید میں ہو، ویسے یہاں سے تمہارے فرار کے تمام راستے بند ہیں۔ میں گھر کے چھوٹے صحن میں آگیا اور دو رکعت نماز استغاثہ بی بی سیدہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کی ادا کی۔ نماز اور تسبیح کے بعد چار سو دس مرتبہ "یا مولاتی یا اغیثینی" کا ورد کیا اور عرض کی کہ میں دیارِ غیر میں دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں گا اور میرے گھر والے یزد میں میرا انتظار کرتے رہیں گے، میری مدد فرمائے۔ اس عالم میں میرے دل میں امید کی کرن پھوٹی اور کچھ سوچ کر میں چھت پر چلا گیا تاکہ چھت سے کود کر جان دے دوں اور ان لوگوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جاؤں، ممکن ہے میری بی بی مجھے بچا لیں اور میں زخمی بھی نہ ہوں۔

شیخ علی بیان کرتے ہیں کہ مکہ کی چھتوں پر تقریباً ایک میٹر اونچی دیواریں ہوتی ہیں لیکن میں نے دیکھا کہ اس مکان کی چھت پر حفاظتی دیوار نہیں تھی۔ چاندنی رات ہونے کی وجہ سے اردگرد کے پہاڑ نظر آرہے تھے کیونکہ مکہ میں کوہ ابو قبیس اور کوہ نور (حرا) ہیں لیکن ان کے بجائے یہاں صرف جنوب میں پہاڑیاں نظر آرہی تھیں جیسی کہ یزد میں ہیں۔ میں چھت کے کنارے آیا تاکہ اپنے دشمنوں کو دیکھ سکوں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ میں اپنے گھر کی چھت پر تھا پھر خیال آیا کہ شاید یہ خواب ہے، میں تو مکہ مکرمہ میں تھا اور یزد میں میرا گھر ہے۔ میں نے اپنے بیوی بچوں کو جن کی کمرے سے آوازیں آرہی تھیں کو آہستہ سے آواز دی، یہ لوگ میری آواز سن کر ڈر

گئے۔ بچے میری آواز پہچان گئے لیکن بیوی نے کہا کہ تمہارے بابا تو مکہ میں ہیں، وہ چند ماہ بعد آئیں گے۔ انہیں دوبارہ آواز دی کہ ذرہ مت اوپر کے زینے کا دروازہ کھولو۔ بچے دوڑتے ہوئے اوپر آئے اور دروازہ کھولا اور مجھے حیرت سے تکنے لگے۔ میں نے خداوند کریم کا شکر ادا کیا کہ بی بی زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کے توسل نے قتل ہونے سے بچالیا جو مجھے آنکھیں جھپکتے ہی مکہ سے یزد لے آیا، بچوں کو بھی تمام واقعہ سنایا۔

عزت رکھ لی

شیخ علی میر خلف زادہ تحریر کرتے ہیں کہ اصفہان میں قیام کے دوران میں مسجد شیخ بہائی میں امام جماعت کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہا تھا۔ ایک روز نماز ظہرین کے بعد طبیعت کی خرابی کے سبب گھر آنے لگا حالانکہ کچھ دوستوں نے مجھے روکنا چاہا مگر میں نہیں رکا۔ گھر پہنچنے کے بعد کسی نے گھر کے دروازے پر آواز دی، میں نے دیکھا کہ کچھ مہمان آئے ہیں، میں انہیں گھر کی بالائی منزل پر لے آیا اس وقت میرے پاس پیسے نہیں تھے، میں نے نیچے آکر اپنی اہلیہ کو مہمانوں کے آنے کی اطلاع کی جس پر اس نے کہا کہ گھر میں کچھ کھانے کو موجود نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میری جیب بھی خالی ہے۔ یکایک میرے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ دو جہاں کی بی بی سے توسل کیا جائے، اس خیال کے آتے ہی میں نے دو رکعت نماز کی نیت کی اور قنوت میں ''یا الزہرا اغیثینی'' پڑھا تاکہ وہ میری مدد فرمائیں اور میری عزت قائم رکھیں۔

شیخ علی بیان کرتے ہیں کہ نماز ختم ہونے کے بعد کسی نے میرے دروازے پر دستک دی میں دروازے پر گیا تو دیکھا کہ رئیس شوری میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ سلام اور خیریت دریافت کرنے کے بعد انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ مصافحے کے لئے میری جانب بڑھادیے میں نے بھی اپنے ہاتھ ان کی جانب بڑھائے تو مجھے محسوس ہوا کہ

انہوں نے مجھے کچھ پیسے دئے ہیں میں نے ان سے دریافت کیا کہ رقم کیسی ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ یہ نذرانہ بی بی زہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا ہے، کیونکہ میں نے ایک دن مجلس میں منت مانی تھی، بعدازاں وہ رخصت ہوگئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے وہ رقم گنی تو وہ ایک ہزار تومان تھے۔ میں فوراً بازار گیا اور مہمانوں کی تواضع کے لئے کھانا لایا اور گھر آکر بی بی زہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے میری عزت رکھ لی۔

حافظہ

شیخ علی میر خلف زادہ تحریر کرتے ہیں کہ مولائے کائنات کے ایک چاہنے والے نے سنا کہ اگر کسی کا حافظہ کمزور ہو تو وہ بی بی دو عالم حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے توسل قائم کرے۔ اس شخص نے اس پر عمل کرتے ہوئے بی بی زہرا سے توسل قائم کیا، ایک روز جب وہ دعا وغیرہ سے فارغ ہوکر سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ دو عالم کی مقدس بی بی زہرا تشریف لائی ہیں۔ ان دونوں کے درمیان میں چادر ہے۔ چادر کے پیچھے سے بی بی نے دریافت کیا کہ تمہاری کیا حاجت ہے۔ جس پر اس نے کہا کہ بی بی جان! میرا حافظہ کمزور ہے۔

بی بی صدیقہ طاہرہ صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ آج کے بعد ٹھنڈے پانی سے وضو نہ کرنا، حافظہ کی کمی کا یہی سبب ہے۔

مجلس عزا میں شرکت

حجۃ الاسلام والمسلمین حاجی سید جلیل نجفی یزدی کے گھر ہر جمعہ کی صبح مجلس منعقد ہوتی تھی جس میں ذکر شہادت امام حسین علیہ السلام اور احکامات شرعیہ بھی بیان

کئے جاتے تھے، بعد ختم مجلس ناشتہ کا اہتمام کیا جاتا۔ اس مجلس میں شرکت کرنے والا ایک شخص ایسا بھی تھا جو ناشتہ کرنے کے بعد چلا جاتا، حاجی سید جلیل صاحب کی خواہش تھی کہ ناشتہ کے بعد وہ علماء کی محفل میں بیٹھے تاکہ ان کی صحبت سے کچھ حاصل کیا جاسکے۔ اس شخص نے حاجی صاحب سے اس نشست میں بھی شرکت کا وعدہ کیا اور ایک ہفتہ اس میں بیٹھا بھی لیکن اگلے جمعہ کو وہ بعد مجلس ناشتہ کر کے چلنے لگا تو حاجی صاحب نے اس سے کہا کہ اگر اسے طرح کرنا ہے تو وہ یہاں نہ آیا کرے۔

حاجی سید جلیل کی بیوی جو اس تمام واقعہ سے بے خبر تھی بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے خواب میں بی بی صدیقہ طاہرہ صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کو حجاب میں دیکھا وہ ان کے گھر کے پاس سے گزر رہی تھیں۔ اس خاتون نے عرض کیا کہ بی بی مجلس ہو رہی ہے تشریف لائے تاکہ مجلس کی زینت میں اضافہ ہو۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں آپ کے ہاں کی مجلس میں اس لئے نہیں آؤں گی کہ آپ کے شوہر نے میرے بیٹے کے سوگوار کو مجلس میں آنے سے منع کیا ہے، اگر وہ آئے گا تو میں بھی آؤں گی۔ صبح کو حاجی سید جلیل نجفی یزدی کی بیوی نے حاجی صاحب کو خواب بیان کیا تو حاجی سید جلیل نے اس شخص کو تلاش کیا اور معافی مانگ کر اس سے درخواست کی کہ وہ ہمارے گھر مجلس میں تشریف لائیں اور جب تک جی چاہے بیٹھیں اور جب جی چاہے چلے جائیں۔

بی بی زہراؑ کی کنیز

اصفہان کے مشہور و معروف ذاکر اہلبیت حسام الواعظین روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ کا انتقال ہوا تو میں نے انہیں دفن کرنے کے لئے قبر میں اتارا اور ان کے کفن کے بند کھولے اور ان کے سر کے نیچے مٹی کو رکھا تو یکایک مجھے ان کی محبت اور شفقت کا خیال آ گیا۔ میں نے فوراً بی بی زہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا سے توسل کیا کہ

کونین کی مالکہ بی بی جان میری ماں امام حسین علیہ السلام کی خادمہ تھیں انہیں میں آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ میں ان کی محبت کو یاد کر کے گریہ کرنے لگا کیونکہ میں محرم کی راتوں میں دیر سے گھر پہنچتا تھا تو وہ میرا دروازے پر انتظار کر رہی ہوتی تھیں۔ مجھے دیکھ کر وہ اتنا ضرور پوچھا کرتی تھیں کہ بیٹا اس قدر تاخیر سے کیوں آئے ہو؟ میرے جواب پر کہ مجلس پڑھ رہا تھا اس لئے دیر ہوگئی وہ خوش ہو کر کہتی تھیں کہ میں تو مولا حسین علیہ السلام کی خدمت کرنے کے کچھ لائق نہیں ہوں یہاں میں تمہارا (ذاکر امام حسین) کا کھڑے ہو کر انتظار کرتی ہوں، اسی سبب سے ممکن ہے کہ بی بی زہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا مجھے اپنی کنیزوں میں شامل کر لیں۔

حسام الواعظین بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ والدہ کو دفن کرنے کے بعد گھر آگئے۔ کچھ دنوں کے بعد میرا ایک ہمسایہ آیا اس نے بتایا کہ تمہاری والدہ کو میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا تھا، انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ تمہیں بتادوں کہ تمہاری سفارش پر بی بی زہرا صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا نے مجھے اپنی کنیزوں میں شامل کرلیا ہے۔

باب مجتبیٰ

حیران کن سولات کے جوابات

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر گذارش کی کہ میں آپ کی رعایا میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میری رعایا میں سے نہیں ہو۔ بلکہ تم اصغر کے بیٹے ہو، معاویہ کے پاس چند مسائل پیش ہوئے تھے وہ جواب دینے سے عاجز رہا ان مسائل کے حل کے لئے اس نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے۔ اس شخص نے عرض کی یا امیر المومنین! آپ نے سچ فرمایا ہے۔ معاویہ نے مجھے پوشیدہ طور پر بھیجا ہے لیکن آپ اس بات سے مطلع ہو گئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ فرمایا میرے ان دونوں فرزندوں میں سے جس سے مرضی ہو مسائل دریافت کرو۔ اس نے کہا حسنؑ سے دریافت کروں گا۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا تم یہ پوچھنے آئے ہو حق و باطل، زمین و آسمان، مشرق و مغرب میں کتنا فاصلہ ہے؟ قوس وقزح اور مخنث کیا چیز ہیں؟ وہ دس چیزیں کیا ہیں جو ایک دوسرے سے سخت ہیں؟ اس نے عرض کی ہاں یہی مسائل دریافت کرنے آیا ہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ حق و باطل کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ ہے، جو چیز آنکھ سے دیکھتے ہو وہ حق ہوتی ہے اور جو کان سے سنتے ہو وہ (کبھی) باطل ہوتی ہے۔ آسمان اور زمین میں دعا مظلوم اور حد نگاہ کا فاصلہ ہے، مشرق اور مغرب میں سورج کے ایک دن کے سفر کا فاصلہ ہے۔ قزح شیطان کا نام ہے، مخنث وہ ہے جو مرد ہو اور نہ عورت۔ اس کو احتلام آئے تو مرد ہے اگر حیض آئے تو عورت ہے۔ ایک دوسرے

سے دس سخت چیزیں یہ ہیں، پتھر سے لوہا سخت ہے، کیونکہ لوہا پتھر کو کاٹ دیتا ہے، لوہے سے آگ سخت ہے وہ لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔ آگ سے پانی سخت ہے جو اسے بجھا دیتا ہے، پانی سے بادل سخت ہے جو اسے اڑا کر لے جاتا ہے، بادل سے ہوا سخت ہے جو بادل کو اٹھا لیتی ہے۔ ہوا سے وہ فرشتہ سخت ہے جو ہوا کو روک دیتا ہے۔ اس فرشتے سے موت کا فرشتہ سخت ہے جو اس فرشتہ کو بھی مار دیتا ہے۔ ملک الموت سے سخت امر اللہ ہے جو موت کو بھی روک سکتا ہے۔

خشک کھجور میں پھل آنا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام ایک عمرہ کی خاطر روانہ ہوئے، آپؑ کے ساتھ دیگر افراد کے علاوہ اولاد زبیرؓ میں سے ایک شخص تھا جو زبیرؓ کی امامت کا قائل تھا۔ امام حسن علیہ السلام راستہ میں کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے خشک کھجور کے نیچے بیٹھ گئے۔ امام حسن علیہ السلام نے کھجور کے نیچے بستر لگایا، زبیری نے بھی مقابل میں دوسری کھجور کے نیچے بستر لگا لیا۔ زبیری نے سر اٹھا کر دیکھا اور کہا! کاش اس کھجور مین تازہ پھل ہوتے اور ہم کھاتے؟ امام حسن علیہ السلام نے زبیری سے دریافت فرمایا کہ کیا تازہ کھجوروں کی خواہش ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ امام حسن علیہ السلام نے آسمان کی طرف ہاتھ اور سر اٹھا کر دعا مانگی، کھجور کا درخت سبز ہو گیا، پتے اور پھل آئے۔ لوگ کھجور پر چڑھ گئے اور کھجوریں کاٹیں، کھجوریں بہت عمدہ تھیں اور تمام لوگوں کے لئے کافی ہو گئیں۔

باب سیّد الشہداءؑ

حیوانات کا شب عاشور گریہ کرنا

عالم جلیل اور کامل نبیل، صاحب کرامت باہرہ و مقامات ظاہرہ اخوند ملا زین العابدین سلما اعلی اللہ مقامہ نے فرمایا کہ جب ہم زیارت امام رضا علیہ السلام کے سفر سے واپس آرہے تھے تو ہمارا گزر کوہ الوند کی طرف سے ہوا جو ہمدان کے قریب واقع ہے۔ وہاں ہم لوگوں نے قیام کیا، یہ بہار کا موسم تھا میرے ساتھی خیمے نصب کرنے میں مشغول ہو گئے اور میں پہاڑ کے دامن کا نظارہ کرنے لگا۔ ناگاہ میری نظر ایک سفید چیز پر پڑی جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ سفید ریش کا بوڑھا انسان ہے جو سر پر ایک چھوٹا سا عمامہ رکھے ہوئے ٹیلے پر بیٹھا ہے اور اس نے اپنے گرد بڑے بڑے پتھر چن رکھے ہیں جن کی وجہ سے صرف اس کا سر ہی نظر آرہا ہے۔ میں اس کے قریب گیا اور سلام کر کے اخلاص و محبت کا اظہار کیا تو وہ بھی مجھ سے مانوس ہو گیا اور اپنی جگہ سے نیچے آیا۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے بیان کیا کہ وہ گذشتہ اٹھارہ سال سے اسی جگہ رہ رہا ہے۔ وہاں ان بزرگ نے عجیب چیزیں مشاہدہ کیں ان کے بارے میں اخوند صاحب کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میں یہاں رجب کے مہینے میں آیا تھا جب پانچ ماہ سے زائد مدت گذر گئی تو ایک رات میں نماز مغرب ادا کر رہا تھا کہ یکایک بہت ہی زور سے جانوروں کی آوازیں سنائی دیں، میں نے نماز ختم کر کے دیکھا تو پورا میدان جانوروں سے بھر چکا تھا ان جانوروں میں مختلف اور متضاد قسم کے حیوانات تھے جیسے بکری، شیر، جنگلی گائیں، بھیڑیے وغیرہ، میں ان سے خوف کھا رہا تھا۔ تمام جانور عجیب انداز میں

فریاد کر رہے تھے اور میرے گرد جمع ہو گئے اور اپنے سروں کو میری طرف بلند کر کے نالہ و فریاد کرنے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ یہ وحشی جانور اور درندے جو آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں مجھ پر حملہ کرنے کیسے جمع ہوئے۔ میں نے دل میں کہا کہ یقیناً کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے کہ جانور اس طرح فریاد کر رہے ہیں تب مجھے یاد آیا کہ آج شب عاشورہ ہے۔ جانوروں کی یہ فریاد و فغاں حضرت سید الشہداء کے لئے ہے جب میں مطمئن ہو گیا تو عمامہ سر سے اتار کر جانوروں کے درمیان ہو گیا اور حسین حسین شہید حسین کہہ کر سر پیٹنے لگا۔ یہاں تک کہ جانور میرے لئے جگہ خالی کر رہے تھے اور انہوں نے میرے چاروں طرف حلقہ بنالیا۔ کچھ جانور زمین پر لوٹ رہے تھے اور زمین پر سر پٹک رہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کی آذان کا وقت ہو گیا تمام جانور لوٹ گئے کسی کو کسی سے غرض نہیں۔ گذشتہ اٹھارہ سال سے ہر شب عاشورہ حیوانات اسی طرح شور اور عزاداری کرتے ہیں اگر کبھی مجھ کو عاشورہ کی تاریخ کا شبہ ہوتا ہے تو ان کے اجتماع سے اطمینان ہو جاتا ہے۔

عورت کا زندہ ہو جانا

یحییٰ بن ام طویل کا بیان ہے کہ میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تھا

اتنے میں ایک نوجوان روتا ہوا حاضر ہوا، امام حسین علیہ السلام نے پوچھا کیوں روتے ہو، عرض کی میری والدہ حرہ فوت ہو گئی ہے اس کے پاس مال تھا اس بارے میں اس نے کوئی وصیت نہیں کی اور مجھے ہدایت کی گئی کہ وہ مال میں اس وقت تک کوئی چیز نہ بتائے گی جب تک آپ کی خدمت میں اس کی موت کی اطلاع نہ کر دی جائے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ چلو اس حرہ کے پاس چلیں۔ ہم حضرت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، اس عورت کے گھر کے دروازے کے پاس پہنچے حضرت نے اس کے حق میں دعا

کی تاکہ وہ زندہ ہو کے وصیت کرے۔اللہ تعالی نے اسے زندہ کر دیا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور کلمہ شہادت پڑھا، اس نے امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھ کر عرض کی مولا گھر میں تشریف لائیں مجھے اپنے امر کے بارے میں حکم کیجئے۔حضرت امام حسین علیہ السلام اندر تشریف لے گئے ،فرمایا خدا تم پر رحم کرے وصیت کرو۔عرض کی اے اللہ کے رسول کے فرزند! میرے پاس فلاں فلاں مال موجود ہے جو فلاں فلاں جگہ رکھا ہوا ہے، میں نے مال کے تین حصے کئے ہیں، ایک حصہ جناب کا ہے جہاں چاہے صرف کریں، دو حصے میرے بیٹے کے ہیں، مجھے معلوم ہے کہ یہ آپ کا غلام اور دوست ہے۔اگر آپ کا مخالف ہو تو اس سے وہ مال بھی لے لیں۔مخالفین کو مومنین کے مال میں کوئی حق نہیں ہے۔پھر عرض کی میری نماز جنازہ آپ پڑھائیں اور میرے امور کی نگرانی فرمائیں، پھر وہ پہلے کی طرح مردہ ہوگئی۔

آگ پر ماتم

سید اجل محمد علی ہندی وکی جو متقی و پرہیزگار تھے، نے اپنی عمر کے ابتدائی ایام حیدر آباد دکن (ہندوستان) میں گذارے۔ کہتے ہیں کہ دکن نامی ایک دیہات جو حیدر آباد دکن ریاست کی حدود میں واقع تھا میں سات محرم کو دیکھا کہ وہاں کے لوگوں نے ایک بہت بڑا گڑھا کھودا جس کی گہرائی تقریباً پچیس میٹر ہوگی، بعد ازاں انہوں نے کھجور کے بڑے بڑے درخت اور اس کی شاخوں کو کاٹ کر اس گڑھے میں ڈال دیا اور آگ روشن کردی اور وقتاً فوقتاً اس میں لکڑیاں ڈالتے رہے، دس محرم کو وہ گڑھا ایسے معلوم ہوتا تھا گویا آگ کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔

اجل محمد بیان کرتے ہیں کہ شب عاشور تقریباً آدھی رات کو تمام دیہات والے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے، نوجوان اور بوڑھے لوگوں پر مشتمل ایک

گروہ گڑھے کے نزدیک واقع بیت العاشورہ کے کنویں پر گیا اور غسل کر کے ہاتھوں میں علم لے کر شاہ حسینؑ شاہ حسینؑ کہتے ہوئے برہنہ پا اس گڑھے کی طرف روانہ ہو گیا جس میں تین روز قبل آگ روشن کی گئی تھی۔ کچھ لوگ کناروں پر بیٹھ کر اس آگ کو پنکھوں کی مدد سے ہوا دینے لگے تا کہ آگ تیز ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ آگ اس قدر تیز تھی کہ اس پر چھ میٹر بلندی پر بھی کوئی پرندہ پرواز نہیں کر سکتا تھا اور اگر عام حالات میں اس آگ پر کوئی شخص گر جائے تو وہ آگ ہڈیوں کو بھی جلا ڈالے۔ گروہ کے آگے ایک بزرگ نیزہ لئے ہوئے تھے جبکہ باقی افراد علم پکڑے شاہ حسینؑ، شاہ حسینؑ کہتے ہوئے اس آگ میں داخل ہوئے، کچھ دیر وہ لوگ اس آگ میں رہے جب آگ ٹھنڈی ہو گئی تو وہ باہر نکل آئے، ان کے پیروں پر کسی قسم کا جلنے کا اثر نہ ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ ہر سال شب عاشور آگ پر ماتم کرتے ہیں۔ میں نے بھی کئی سال یہ ماتم دیکھا۔

فرشتہ حضرت فطرس کا صحت پانا

امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ فرشتوں کی ایک جماعت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو اور آپ ﷺ کو مبارک باد دیں۔ حضرت جبرائیلؑ ایک جزیرے میں اترے تو دیکھا کہ فرشتہ حضرت فطرس جس نے فرض معبود کے سمجھنے میں ایک پل تاخیر کی تھی اور جس کی سزا میں اس کے بال و پر جل گئے تھے اور جسے اس جزیرے میں پھینک دیا گیا تھا وہاں موجود ہے۔ فطرس نے جبرائیل امینؑ سے دریافت کیا کہ کہاں جا رہے ہیں؟ کہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا رہا ہوں، انہیں حسینؑ کے ولادت کی خبر دینی ہے، فطرس نے کہا مجھے بھی ساتھ لے چلئے تا کہ وہ میرے بارے میں دعا فرمائیں۔ جبرائیلؑ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو فطرس کے حالات سے آگاہ کیا۔ سرور کائینات نے فرمایا کہ فطرس اپنے جسم کو امام حسین علیہ السلام کے جھولے سے مس کرے۔ ''فسخ فطرس بمهد الحسین ؑ فا عادالله تعالی علیه جناحه فی الحال'' چنانچہ فطرس نے اپنے پروں کو امام حسینؑ کے جھولے سے مس کیا اس وقت اللہ تعالی نے اس کو پر لوٹا دیے۔ پھر جبرائیل امینؑ اس کو لے کر آسمان کی طرف چلے گئے۔

تربت حسینؑ سے شفا حاصل کرنا

محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ گیا اور وہاں بیمار پڑ گیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو جب میری بیماری کا علم ہوا تو آپؑ نے اپنے غلام کے ہاتھ ایک گلاس پانی رومال سے ڈھانپ کر میرے لئے بھیجا اور کہا کہ اسے پی لو اور غلام کو حکم دیا کہ میں جب تک پانی نہ پی لوں واپس نہ آنا۔ میں نے پانی پیا تو ٹھنڈا اور نہایت ہی خوش ذائقہ تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ غلام نے کہا کہ امامؑ نے فرمایا تھا کہ اسے پی کر میرے پاس آ جائیں، پانی پی کر مجھے ایسے لگا گویا بیماری سے افاقہ ہو گیا ہے۔ میں اٹھا اور آپؑ کے دولت کدہ پر اجازت طلبی کے لئے حاضر ہوا۔ آپؑ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ اب تمہارا جسم ٹھیک ہو گیا ہے اندر آ جاؤ۔ میں گریہ کناں حالت میں امامؑ کے گھر داخل ہوا، سلام کیا آپؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ امامؑ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں آپؑ کے علاقے سے دور ہونے کی وجہ سے آپؑ کی صحبت سے محروم رہا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ زیارت امام حسینؑ کے لئے جاتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں لیکن بہت زیادہ ڈر اور خوف رہتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ جس قدر ڈر زیادہ ہو گا ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ملے گا۔ اس سفر میں جو خوف رکھتا

ہے وہ قیامت کے دن کے خوف سے محفوظ رہے گا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ شربت کیسا تھا؟ میں نے کہا آپ اہل بیت ہمارے لئے رحمت ہیں اور آپ اوصیا میں سے ایک وصی ہیں، جس وقت غلام شربت لایا تھا اس وقت میں اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا تھا اور میں اپنے سے ناامید ہو چکا تھا اور جونہی اس شربت کو پیا اس بیماری سے آزاد ہو گیا۔

آپ نے فرمایا اے محمد! جس شربت کو تو نے پیا ہے اس میں قبر امام حسین علیہ السلام کی خاک تھی اور یہی بہترین دوا ہے جس کے ذریعے سے میں شفا کو طلب کرتا ہوں۔ کسی شے کو اس کے برابر نہ سمجھو کیونکہ ہم اپنے بچوں اور پردہ داروں کو یہی کھلاتے ہیں اور اس سے خیر کثیر پاتے ہیں۔ میں نے خواہش ظاہر کی کہ میں شفا کے لئے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو خاک شفا لے جانے کا طریقہ معلوم نہیں۔ اسے ڈھک کر لے جانا چاہیے، کھلی ہونے کی وجہ سے اس کی خوشبو فضا میں پھیل جائے گی جس کے سبب وہ جن اور جانور جو کسی بھی درد میں مبتلا ہیں اس کی خوشبو سے صحت پا جائیں گے۔ چونکہ کھلی رہنے کی وجہ سے اس کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے اس سے علاج نہیں ہو سکتا، البتہ اگر اسے محفوظ طریقے سے لے جایا جائے تو جو شخص اسے کھائے گا یا اپنے جسم پر ملے گا وہ شفا پائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جتنی مقدار میں چاہتے ہو آؤ پی لو۔ امام نے مجھے دو مرتبہ پانی میں گھول کر تربت حسین علیہ السلام پلائی پھر کبھی مجھے درد نہ ہوا۔

عزادار کی خاک سے آنکھوں کو شفاء ملنا

مرحوم آیت اللہ بروجردی کی آنکھوں کی بینائی نوے سال کی عمر میں بھی ٹھیک و سالم تھی، مرحوم باریک ترین تحریر بھی بغیر عینک کے پڑھ لیتے تھے۔ اس کی وجہ معلوم

کرنے پر فرمایا کہ یہ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی برکت کی وجہ سے ہے۔ تفصیل اس امر کی بیان کرتے ہوئے آیت اللہ مرحوم نے فرمایا کہ جب میں بروجرد میں رہتا تھا، اس وقت میری نظر کمزور ہوگئی تھی اور آنکھوں میں درد ہونے لگا تھا۔ یہ درد روز بروز بڑھتا رہا اور مجھے پریشان کرتا رہا معالجوں سے طرح طرح کا علاج کرایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ اسی دوران محرم آگیا۔ پہلے عشرے میں آیت اللہ مرحوم کے گھر مجلس ہوتی تھی اور عزاداروں کی مختلف ٹولیاں شرکت کرتی تھیں۔

عاشورہ محرم کو آیت اللہ مرحوم کے گھر عزاداروں کا ایک دستہ آیا، ان عزاداروں نے اپنی کمر پر سفید پٹکے باندھے ہوئے تھے اور اپنے سر اور سینے پر مٹی ملی ہوئی تھی۔ آیت اللہ بروجردی اسی حال میں انتہائی رقت اور سوز سے ذکر شہادت ظہر تک کرتے رہے۔ مرحوم آیت اللہ بروجردی نے فرمایا کہ جب ان عزاداروں کا خوش گلو دستہ گھر پہنچا تو تمام عزاداروں پر عجیب ہیجانی کیفیت طاری ہوگئی، بعد ختم مجلس میں گھر کے ایک کونے میں بیٹھا آہستہ آہستہ گریہ کرتا رہا اسی دوران میں نے اس دستے کے ایک عزادار کے پاؤں کی خاک اٹھائی اور اپنی آنکھوں پر لگالی میری آنکھوں کی تکلیف جاتی رہی، امام حسین علیہ السلام کی برکت سے پھر کبھی آنکھوں کی تکالیف میں مبتلا نہیں ہوا۔ عمر کی وجہ سے بدن کے دیگر قوا، کمزور ہو رہے ہیں لیکن آنکھیں ہر طرح کی کمزوری سے محفوظ ہیں۔

زیارت عاشورہ کے سبب عذاب کا دور ہونا

الحاج ملا حسن یزدی نجف اشرف کے باوثوق امین و صالح افراد میں سے تھے۔ وہ حاجی محمد علی یزدی صاحب، ثاقت، امانت سے نقل کرتے ہیں جو ہمیشہ آخرت اور اپنی اصلاح احوال میں کوشاں رہتے تھے وہ راتوں کو یزد کے قریب مزار، حرمحر میں جہاں نیک و صالح لوگ دفن ہیں عبادت کرتے تھے۔

ان کا ایک ہمسایہ تھا بچپن ہی سے اس سے دوستی تھی اسکول ایک ساتھ جاتے، ایک ساتھ جوان ہوئے، زندگی کے دن خوش وخرم گزارے البتہ عادات واطوار کے لحاظ سے دونوں کے اعمال وکردار میں زمین وآسمان کا فرق تھا کیونکہ اس کے دوست کا کردار اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے خلاف تھا۔ بڑھاپے میں اس کے دوست کا انتقال ہوگیا۔ ایک ماہ بعد انہوں نے اپنے دوست کو خواب میں دیکھا جو اچھی حالت میں تھا۔ حاجی محمد علی یزدی نے اپنے دوست سے کہا کہ بچپن سے لے کر تمہارے مرنے تک کے حالات سے مجھے آگاہی ہے، تمہارے اعمال وکردار سے سوائے عذاب کے کسی بات کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی، بتاؤ تمہاری وہ کونسی نیکی کام آئی جو تمہاری اچھی حالت کا سبب بنی۔

اس کے دوست نے کہا کہ تم نے جو کہا وہ درست ہے۔ میں اپنی بداعمالی کے سبب مرنے کے دن سے کل تک سخت عذاب اور شدید مصیبت میں مبتلا تھا۔ کل استاد اشرف حداد کی زوجہ فوت ہوئی ہے اسے بھی یہاں دفن کیا گیا ہے۔ اس کی شب وفات حضرت سید الشہداءؑ نے تین مرتبہ اس کا دیدار کیا۔ تیسری مرتبہ کے دیدار کے بعد آپؑ کے امر سے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا گیا۔ اب ہم اس کی وجہ سے عیش و آرام میں ہیں۔

حاجی محمد علی یزدی کہتے ہیں کہ میں حیرانی و پریشانی کی حالت میں بیدار ہوا کیونکہ میں حداد کو نہیں جانتا تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس محلے میں رہتا ہے۔ میں اس کی تلاش میں کئی محلوں میں گیا، جب میں لوہاروں کے بازار میں گیا اور لوگوں سے دریافت کرنے پر استاد اشرف سے ملا تو اس نے بتایا کہ کل اس کی بیوی فوت ہوئی ہے اور اسے فلاں قبرستان (وہی جگہ جس سے خواب میں مطلع کیا گیا تھا) میں دفن کیا گیا ہے، میں نے پوچھا کہ کیا وہ زیادہ مصائب سید الشہداءؑ کا ذکر کرتی تھی، اس نے کہا نہیں، میں نے پھر سوال کیا کہ کیا وہ سید الشہداءؑ کی زیارت کو گئی تھی اس نے بتایا کہ نہیں، میں نے پوچھا کہ کیا وہ مجالس عزا برپا کرتی تھی، اس نے کہا نہیں، لیکن اس نے دریافت

کیا کہ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ میں نے اسے سارا خواب سنایا تو اس نے کہا کہ وہ عورت زندگی کے آخری دنوں میں باقاعدگی سے زیارت عاشورہ پڑھتی تھی۔

ذاکر امام حسینؑ کا رتبہ

میرزا شیرازی فرماتے ہیں کہ تقریباً ۳۵ برس قبل میں نے نجف اشرف میں مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام میں حاضری دی۔ مولائے کائنات کی زیارت کے بعد جمعہ کے دن جناب آیت اللہ العظمیٰ میرزا عبدالہادی کی زیارت کرنے میں کامیاب ہوا۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے کچھ دن پہلے خواب میں قیامت کا منظر دیکھا کہ جنت کا ایک دروازہ ہے علماء اور فقہا ایک قطار میں کھڑے ہیں۔ جنت کے دروازے پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان سے حساب لے رہے ہیں، میں نے دیکھا تو میں بھی قطار میں کھڑا ہو گیا اور بلکل آخر میں ہونے کی وجہ سے خیال آیا کہ میری باری بہت دیر سے آئے گی جبکہ ایک دوسرا دروازہ جس پر باب الحسینؑ لکھا ہے اور لوگ اس میں بغیر روک ٹوک کے یعنی بغیر حساب کے داخل ہو رہے ہیں۔

آیت اللہ العظمیٰ میرزا عبدالہادی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اس دروازے سے داخل ہو جاؤں، یہ سوچ کر میں اس دروازے کی جانب بڑھا، جونہی اندر قدم رکھا ایک دربان نے کہا آپ نہیں جاسکتے کیونکہ یہ دروازہ فقط ذاکرین امام حسین علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے، آپ چونکہ ذاکر نہیں ہیں اس وجہ سے آپ اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکتے۔ آیت اللہ العظمیٰ میرزا عبدالہادی نے فرمایا کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو پختہ عہد کر لیا کہ جمعہ کی رات کو بچوں کے لئے مجالس پڑھوں گا تاکہ میرا شمار بھی ذاکرین امام حسین علیہ السلام میں ہونے لگے۔

زائرین قبر حسینؑ کی راہ میں مرنے کے درجات

مولانا سید محمد مرتضی صاحب قبلہ جامعہ ناظمیہ لکھنؤ فرماتے ہیں کہ حاجی محمد علی لکھنوی ایک نیک صالح متقی بزرگ گزرے ہیں جن کا صدق وصفا میں نظیر نہ تھا وہ ہمیشہ سفر زیارت امام حسین علیہ السلام میں رہا کرتے تھے۔ اس وقت بحری جہاز ایجاد نہ ہونے کی وجہ سے بادبانی کشتیوں میں بمبئی سے بغداد پہنچا جاتا تھا، اس سفر میں چھ ماہ یا کبھی ایک سال کی مدت ہو جاتی تھی اور بعض اوقات تو یہ سفر اتنا خطرناک ہوتا کہ سفر آخرت میں تبدیل ہو جاتا اس لئے جو بھی زائر بغرض زیارت کربلا معلی جاتا کفن ساتھ لے کر جاتا اور متعلقین سے ضروری وصیت کر جاتا۔ حاجی محمد علی کا طریقہ تھا کہ وہ اپنا بستر نہیں کھولتے تھے صرف تین روز کربلا معلی اور تین روز لکھنؤ میں قیام کرتے تھے، یہ خبر اڑتے اڑتے نصیر الدین بادشاہ اودھ تک پہنچی، بادشاہ کو ان کی ملاقات کا اشتیاق ہوا، حاجی محمد علی جب لکھنؤ پہنچے تو بادشاہ نے ان کو مدعو کیا۔ حاجی محمد علی کے شاہی محل میں پہنچنے پر بادشاہ نے خود ان کا استقبال کیا، شب کے کھانے کے بعد بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ حاجی صاحب میں نے آپ کے متعلق ایک عجیب وغریب بات سنی ہے اور وہ یہ کہ آپ برابر سفر زیارت میں رہا کرتے ہیں لیکن نہ کربلا میں قیام کرتے ہیں اور نہ وطن میں، اس کا کیا سبب ہے؟

حکم شاہی سے مجبور ہو کر حاجی محمد علی نے کہا کہ آج آپ کی وجہ سے پہلی مرتبہ میں اس راز سے پردہ اٹھا رہا ہوں ورنہ یہ راز سینہ میں ہی دفن رہتا، اس کے بعد حاجی محمد علی نے بیان کیا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک قافلہ کے ہمراہ اونٹ پر حجاز سے عراق کا سفر کیا۔ ایک منزل پر قافلہ نے قیام کیا، شب بسر کی، صبح کو غسل ونماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا، گرد قافلہ بھی نہیں معلوم ہوئی اب میرے لئے اس کے سوا، کچھ چارہ نہ تھا کہ قافلہ کی سمت پیدل چلتا رہوں۔ چلتے چلتے میرے پیروں

میں درد ہونے لگا اور ہونٹ سوکھ گئے، بالآخر یہ اندازہ ہوا کہ میں لق ودق صحرا میں راستہ بھول گیا ہوں لیکن میں نے ہمت نہ ہاری اور اندازے کے مطابق ایک سمت میں چلتا رہا۔ اب حالت یہ تھی کہ آفتاب سر پر تھا اور ریت تنور کی طرح گرم تھی۔ پیاس کی شدت سے زبان تالو سے چمٹ گئی اور چلنے کی سکت باقی نہ رہی تھی، آخر کار مرنے کی نیت کر کے زمین پر لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی خبر نہیں مجھ پر کیا گزری، آنکھ جو کھلی تو چاروں طرف نظر ڈالی تو اس میدان کے ایک کنارے پر غیر معمولی روشنی نظر آئی جس کی ضیاء سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا چیز ہے کیونکہ یہ یقیناً سورج نہ تھا کیونکہ سورج اس کے بالمقابل چمک رہا تھا۔ شوق جستجو میں باوجود طاقت نہ ہونے کے میں اس کی طرف نکل گیا۔ جب نزدیک پہنچا تو جو کچھ میں نے دیکھا اس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی، میرے سامنے لق ودق جھلملاتی چاردیواری تھی اس پر سورج کی روشنی منعکس ہو رہی تھی جس کی روشنی کے باعث آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ میں نے بار بار آنکھوں کو ملا کہ شاید خواب دیکھ رہا ہوں مگر یہ خواب نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی۔ پھر میں نے اس دیوار کے ساتھ چلنا شروع کیا اتنے میں ایک عظیم الشان جواہرات کا دروازہ نظر آیا۔ اندر داخل ہوا تو بے اختیار زبان پر صلی علی جاری ہوا۔

حاجی محمد علی بیان کرتے ہیں کہ ایسا عظیم الشان باغ میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ ہر طرف خوش الحان پرندے چہچہا رہے تھے، بے فصل کے میوے درختوں پر موجود تھے، جا بجا صاف شفاف دودھ جیسی نہریں ترنم خیز آواز کے ساتھ بہہ رہی تھیں۔ میں بھوکا تو تھا ہی بے ساختہ یہ میوے کھانے لگا اور نہر سے پانی پیا اور تھکن سے نڈھال ہو کر لیٹ گیا اور سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو دل میں آیا کہ باغ کی سیر کرنا چاہئے اور دریافت کرنا چاہئے کہ یہ کس کی ملکیت ہے، مگر جدھر نظر دوڑائی سناٹا اور تنہائی کا عالم تھا۔ جب ادرگرد پھرا تو معلوم ہوا کہ باغ میں دور دور بہت حجرے بنے ہوئے تھے اور اس میں سبز چادر اوڑھے نوجوان سو رہے تھے۔ میں نے انہیں پکارا اور ہلایا مگر کوئی نہیں بولا، ان نوجوانوں کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہے تھے۔

آخر سوچنے لگا کہ الہی کیا ماجرا ہے؟ ایک طرف نظر دوڑائی تو ایک سونے جواہرات کی بارہ دری نظر آئی اس کو دیکھ کر میں اس کی طرف بڑھا اور سیڑھیاں طے کر کے اوپر گیا تو کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز آئی۔ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ صدر مقام پر ایک تخت بچھا ہے جس پر ایک شخص خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کر رہا ہے، میں خوش ہو کر آگے بڑھا اور اسے سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا وہ شخص اسی طرح تلاوت قرآن میں مصروف رہا۔ بالآخر میں بارہ دری سے باہر آ گیا اور باغ کی سیر کی اور پھل کھانے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شام ہو گئی اور بارہ دری سے آذان کی آواز بلند ہوئی۔ آذان کی آواز بلند ہوتے ہی تمام حجروں کے دروازے کھلنا شروع ہوئے اور خوبصورت خوشرو جوان برآمد ہونے لگے جن کی تعداد سے صرف خدا ہی واقف ہے۔ تمام نوجوانوں نے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے میں نے بھی وضو کیا اور ایک جوان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ نماز ختم کر کے میں نے برابر والے نوجوان سے بات کرنا چاہی مگر وہ اپنے اپنے حجروں کی جانب چل دیئے۔ ہر ایک کو مخاطب کیا مگر کوئی نہیں بولا۔ صبح کی آذان ہوئی سب نے نمازیں پڑھیں اور پھر جا کر اپنے اپنے حجرے میں سو گئے۔ ظہر کی نماز پر بھی ایسا ہی ہوا، مغرب کی آذان کی آواز پر یہ نوجوان اٹھے وضو کر کے نماز ادا کی اور پھر سب نوجوان نکل کر گل و گلزار میں بکھر گئے۔ ہنسی و مذاق کی آوازیں ہر طرف سے بلند ہونے لگیں پھر وہی چہل پہل ہونے لگی میں اس بھری محفل میں اکیلا تھا، جب تیسرا دن ہوا تو میرا حوصلہ جاتا رہا اور میں اس طرف آیا جدھر بارہ دری میں ایک شخص کو تلاوت قرآن پاک کرتے دیکھا تھا، آج بھی اس کو اسی طرح قرآن پڑھتے دیکھا۔ میں نے اس کو سلام کیا مگر جواب نہ ملا، اب تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے کہا اے شخص! تجھ کو واسطہ اس ذات کا جو تیرا مالک ہے کہ اب بتا دے کہ آپ کون ہیں؟ اور یہ جوان کون لوگ ہیں، یہ باغ کس کا ہے اور میں کہاں ہوں؟

حاجی محمد علی بیان کرتے ہیں کہ میری یہ بات سن کر اس شخص نے خلاف معمول اپنا رخ میری طرف کر کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم اس وقت اپنی خوش قسمتی سے جیتے

جی جنت ارضی کی سیر کر رہے ہو اور میں اللہ کا ایک ناچیز بندہ ہوں جو اس باغ کی حفاظت پر معمور ہوں، میں نے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا یہ سب زوار حسینؑ ہیں جن کو راہ زیارت میں موت آئی۔ اللہ تعالی نے یہ باغ ان کے لئے مخصوص کر دیا ہے جہاں یہ قیامت تک اس نعمت الہی سے بہرہ ور رہیں گے۔ میں نے دریافت کیا کہ اب تک آپ نے میری بات کا جواب کیوں نہ دیا، کہا اس وقت سے پہلے تم سے گفتگو کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ میری سوال کے جواب میں کہا کہ تمہارے اور ان کے درمیان فانی زندگی کی دیوار حائل ہے جو تمہاری آواز ان تک نہیں پہنچنے دیتی، جب تم اس طرح انتقال کرو گے جس طرح ان کا ہوا تھا تو تم بھی ان کے ساتھ مل جاؤ گے، وہ تمہاری آواز سنیں گے اور تم ان کی آواز سن سکو گے۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا گزری کیونکہ اب جو میں نے آنکھ کھولی تو میں ریگستان میں پڑا تھا اور سامنے روضہ امام حسین علیہ السلام کا طلائی گنبد چمک رہا تھا، میں ایک مرتبہ بے ساختہ دوڑتا ہوا روضہ امام حسین علیہ السلام میں داخل ہو گیا اور ضریح اقدس کی جالیوں سے لپٹ کر بے اختیار رونے لگا۔ ہوش آنے پر یہی دعا کی کہ اے پالنے والے! جو منظر ایک مرتبہ دیکھا ہے دوسری مرتبہ دیکھنے کی آرزو ہے، مجھے اس سعادت عظمی سے دور نہ رکھ۔ اس باغ میں جو کچھ کھایا پیا تھا اس کی تر و تازگی اب تک باقی ہے۔ غرض وہ گھڑی اور آج تک اور انشاء اللہ جب تک زندگی باقی ہے سفر زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام ہے اور میں ہوں، دیکھئے کب مرنے کے بعد اس جنت کے باغ میں پہنچ کر ان نوجوانوں سے ملتا ہوں، بس رات دن یہی تمنا ہے۔

سیب کی خوشبو کا اعجاز

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں وحیہ کلبی رضوان اللہ علیہ، خوش رو و خوش خو نوجوان صحابی تھے، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت انس تھا یہ اکثر سفرِ تجارت پر رہا کرتے تھے، وہاں سے واپسی پر اپنے ساتھ سوغات ضرور

لاتے جو بلعموم میووں کی شکل میں ہوا کرتے، یہ میوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے اور آپ ﷺ حسنین کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ حسنین بھی ان سے بہت مانوس ہو گئے تھے۔ حسنین جب بھی وحیہ کلبیؓ کو دیکھتے تو ان کی گود میں بیٹھ جاتے۔ حضرت جرائیل امین کو نہ معلوم وحیہ کلبیؓ صحابی کی کیا ادا بھائی تھی کہ وہ جب بھی ظاہری شکل وصورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تو انہی کی صورت میں آتے۔

ایک مرتبہ جرائیل امینؑ جناب وحیہ کلبیؓ کی شکل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مسجد نبوی کے دروازے پر تشریف فرما تھے حضرات حسنینؑ بھی تشریف لائے اور گود میں بیٹھ گئے، ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ انہیں گود سے لے لیں، حضرت جرائیل امینؑ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں رہنے دیں کیونکہ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ میں ان کے گھر گیا تو دیکھا کہ بی بی فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ علیہا تہجد پڑھ کر سو گئیں ہیں اور حسنینؑ گہوارہ میں رو رہے ہیں تو میں ان کی گہوارہ جنبانی کرتا ہوں اور لوری دیتا ہوں۔ کبھی ایسا ہوا کہ بی بی فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ علیہا چکی پیستے پیستے تھک کر سو چکی ہیں تو میں چکی چلانے لگتا ہوں لہذا اگر یہ بچے جھولا جھلانے والے اور چکی پیسنے والے سے مانوس ہو جائیں تو جائے تعجب نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ وحیہ کلبی صحابی جن کی تم صورت میں ہو ان بچوں کے لئے میوے لاتے ہیں۔ حضرت جرائیل امین نے یہ سن کر اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور اس میں جنت کے میوے آگئے جن میں انار، بہی اور سیب تھا حضرت جرائیل امین نے یہ پھل بچوں کو دیے سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں گھر لے جاؤ اور مل کر کھاؤ مگر ہر ایک میں سے جزوی پھل کھانا کچھ جزوی باقی رہنے دینا چنانچہ حسنینؑ نے جزوی پھل کھائے دوسرے دن باقی پھل کو دیکھا کہ پھر مکمل ہو گیا یہاں تک کہ حضرت فاطمۃ الزہرۃ کا انتقال ہوا تو انار غائب ہو گیا جب حضرت

علی المرتضیٰ اور امام حسنؑ کی شہادت ہوئی تو یہی غائب ہوگئی صرف سیب حضرت امام حسینؑ کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ روز عاشورہ آپ کی شہادت ہوئی تو سیب بھی غائب ہوگیا لیکن اس کی خوشبو آج تک باقی ہے چنانچہ امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ جو بھی محب اہل بیت ایام مخصوصہ میں میرے والد حضرت امام حسینؑ کے حرم محترم میں شب بیداری کرے اور بوقت صبح زیارت کرے تو وہ اسی سیب کی خوشبو سونگھ سکتا ہے جو مشک وعنبر سے افضل ہے۔

حسینؑ ٹیکری

۱۳۰۲ ہجری کے آخر کا ذکر ہے کہ ہندوستان کی ایک ریاست جاورہ کے نام کی تھی۔ یہاں کے باشندوں کے گھروں پر بارہ اماموں کی نذر ہوتی تھی اور نواب اسماعیل صاحب کی طرف سے شہر میں کھچڑا تقسیم کیا جاتا اور ابرق کا بنا ہوا تعزیہ برآمد کیا جاتا۔ دس محرم کو تمام شہر کے تعزیے اپنے اپنے علاقوں سے آکر تھانے کے نیچے جمع ہوجاتے، جب سب تعزیے جمع ہوجاتے تو جلوس روانہ ہوتا جس میں سب سے آگے چھوٹی باؤلی کا تعزیہ ہوتا جو نواب صاحب کے چچازاد مقیم خان کا ہوتا تھا۔ اس کے بعد سرکاری تعزیہ اور ان دونوں کے پیچھے شہر کے دوسرے تعزیے ہوتے تھے۔ ایک سال عاشورہ محرم کو ہندوں کا تہوار ''جنم اشٹمی'' بھی پڑگیا۔ دونوں جلوس جب ایک مقام پر پہنچے تو ہندوں اور مسلمانوں، ہر ایک کی کوشش تھی کہ ان کا جلوس پہلے گزرے اور اس تنازعہ پر حالات بگڑ گئے، نواب اسماعیل خان کو معلوم ہوا تو وہ اس مقام پر پہنچے اور انہوں نے ہندوں سے کہا کہ تم اپنا جلوس آگے بڑھاؤ اور تعزیہ کے جلوس کو رکوالیا جب اس کی خبر نواب صاحب کے چچازاد مقیم خان کو ملی تو انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تعزیے یہیں ٹھنڈے کردو اس کا عذاب نواب صاحب کے سر ہوگا۔

رات کو جب نواب اسمعیل خان چار پائی پر لیٹتے تو چار پائی الٹ جاتی اور ماتم کی آواز دور دور سے ان کے کانوں میں آتی۔ نواب صاحب نے رات بڑی مصیبت سے کاٹی۔ صبح ہوتے ہی کچھ لوگ جو مضافات میں رہتے تھے نواب صاحب کے پاس آئے اور بتایا کہ گذشتہ رات انہوں نے دیکھا کہ دو تین میل کے فاصلے پر ایک مشعل بردار ماتمی جلوس جا رہا تھا جن کے ساتھ کچھ گھوڑا سوار بھی تھے، رات کو تو جانے کی ہمت نہ ہوئی البتہ ہم لوگ علی الصبح اس طرف گئے تو گھوڑوں کے سموں کے تازہ نشانات کے علاوہ کچھ جلتی ہوئی لکڑیاں اور نیا کنواں دیکھا جس سے پانی ابل رہا تھا۔ نواب صاحب بھی وہاں تشریف لے گئے اور اس جگہ احاطہ کھچوا دیا اور ایک بہت شاندار عمارت تعمیر کرائی جس کا نام جھالر رکھا اور اس جگہ کا نام حسینؑ ٹیکری رکھا۔

کربلا کا شیشہ

۱۹۹۴ میں راقم الحروف نے پہلی مرتبہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ چہلم سید الشہداء کربلا معلٰی میں کرنے کا پروگرام مرتب کیا، اس سلسلے میں پاسپورٹ اور دیگر کاغذات ایک کارواں کے آرگنائیزر کے حوالے کردیے۔ دی گئی تاریخ پر جب کارواں کے آرگنائیزر سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ حکومت عراق نے چہلم کے موقع پر جتنے ویزے جاری کرنے تھے ۰۰ ہاری کر دیے ہیں لہذا حکومت عراق نے مزید گروپ ویزے دینے سے انکار کر دیا ہے۔ البتہ آرگنائیزر نے مزید یہ بتایا کہ اس سلسلے میں انہوں نے ایک اور ٹیلکس بغداد بھیجا ہے، امید ہے کہ کل تک اس کا جواب آجائے گا۔ اسی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ کسی دوسرے صاحب سے فرما رہے ہیں کہ ان صاحب (راقم الحروف) کو کربلا کو شیشہ دے دو۔

دوسری صبح میں نے اپنے گھر میں شب کا خواب بیان کیا اور اپنے طور پر یہ بھی تعبیر بیان کردی کہ انشاء اللہ تعالی ہم چہلم کے موقع پر زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام سے ضرور مشرف ہونگے۔

شام کو جب کارواں کے آرگنائیزر سے فون پر رابطہ ہوا تو انہوں نے کوئی حوصلہ افزا جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا کہ گو کہ انکار ہوگیا ہے لیکن میں نے ایجنٹ کو مزید لکھا ہے کہ ہمیں ہر طرح کوشش کر کے گروپ ویزے بجھوائے۔ چونکہ چہلم میں وقت بہت ہی کم رہ گیا تھا اس وجہ سے میں نے ان صاحب سے کہا کہ اگر انتظام نہیں ہورہا تو آپ ہمارے پاسپورٹ واپس کردیں تاکہ کوئی اور سبیل پیدا کی جائے۔ میری اس تجویز پر انہوں نے دوسرے دن پاسپورٹ واپس کرنے کا وعدہ کیا کیونکہ بقول انکے وہ اسلام آباد بجھوائے جاچکے تھے۔

دوسرے دن شام کو میں کارواں کے دفتر پاسپورٹ وغیرہ لینے پہنچا تو انہوں نے بتایا کہ پاسپورٹ بھی آگئے ہیں اور عراق کا گروپ ویزا بھی۔ اس پر میں نے کہا کہ مجھے پاسپورٹ سے کیا غرض کیونکہ ہم نے کربلا جانا ہے۔ میں نے مولاؑ کا شکریہ ادا کیا کہ جو خواب میں فرمایا تھا وہ پورا کردیا، کاغذی کاروائی مکمل ہوجانے پر ہم لوگ ایران کے راستے کربلا (عراق) پہنچے اور روضہ امام حسین علیہ السلام اور روضہ غازی عباس علمدار علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

شب چہلم میری اہلیہ فرزانہ بلقیس روضہ امام حسین علیہ السلام میں ضریح کے سرہانے قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھیں کہ ایک شیشہ روضہ کی چھت سے نکل کر اس قرآن پر آکر گرا جس کی وہ تلاوت کررہی تھیں، اس طرح مولا حسین علیہ السلام نے ہمیں نہ صرف اپنی زیارت سے مشرف فرمایا بلکہ اپنے حرم کا تحفہ بھی عنایت فرمایا۔

سرِاقدس سے نور کا نکلنا

روایت کی جاتی ہے کہ جب لٹا ہوا قافلہ کربلا سے مقام قنسرین پہنچا تو ایک راہب نے دیکھا کہ سیدالشہداء کے دہن اقدس سے آسمان تک ہوتا ایک نور ساطع ہورہا ہے، اس راہب نے جب یہ منظر دیکھا تو اس بے دین ولالچی اشقیاء کو دس ہزار درہم کی ایک تھیلی دے کر سراقدس حاصل کرلیا اور اپنے عبادت خانے میں لے گیا، وہاں پر اس کے کان میں کچھ غیبی آواز پہنچی مگر کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ اس راہب نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے پروردگار! تجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واسطہ تو اس سراقدس کو حکم دے کہ یہ میرے ساتھ ہمکلام ہو۔ پس اتنے میں خدا کی قدرت سے سر مبارک سے آواز آئی کہ اے راہب، تم کیا چاہتے ہو؟ راہب نے دریافت کیا کہ آپؑ کون ہیں؟ سر سے آواز آئی میں فرزند رسول محمد مصطفیٰ ﷺ، جگر گوشہ بتول صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا ہوں، میں علی علیہ السلام کا لال ہوں اور مقتول کربلا ہوں۔ یہ سن کر راہب نے منہ امام حسین علیہ السلام کے دہن اقدس پر رکھ کر کہا کہ آپؑ قیامت کے روز میرے شفیع ہونگے۔ سر سے آواز آئی کہ پہلے میرے جدامجد محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین قبول کرو۔ روایت میں ہے کہ راہب نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور فرزند رسول نے اس کی التماس کو شرف قبولیت بخشا۔ صبح کو راہب نے سراقدس لشکر یزید کو واپس کردیا اور وہ بے دین درہموں کو آپس میں تقسیم کرنے لگے تو وہ درہم ان کے ہاتھ میں پہنچ کر پتھر بن گئے۔

باب الساجدینؑ

مقام امامؑ

امام زین العابدین علیہ السلام نے جس سال حج کیا اس سال ہشام بن عبدالملک نے بھی حج کیا، لوگوں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھ کر ہشام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں؟ اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں یہ کون ہیں۔ یہ سن کر فرزدق نے کہا میں ان کو جانتا ہوں۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته والبيت يعرفه و الحل و الحرم

ترجمہ: یہ وہ ہے کہ مکہ کے سنگریزے جس کے قدموں کے نشانات کو جانتے ہیں، جس کو خدا کا گھر حل وحرم جانتے ہیں۔

فرزدق نے اپنا مشہور ومعروف قصیدہ پورا وہاں پڑھا، اس پر ہشام نے فرزدق کو پکڑ کر قید کر دیا اور اس کا نام بیت المال سے ملنے والے اعزازیہ کے دفتر سے قلمزد کر دیا۔ فوراً ہی علی بن حسین علیہ السلام نے فرزدق کے پاس کچھ دینار بھیجے لیکن وہ فرزدق نے واپس کر دیئے۔ عرض کی میں نے یہ اشعار دین داری کی خاطر کہے ہیں۔ حضرتؑ نے وہ دینار دوبارہ بھیج دیئے اور فرمایا کہ ہم تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم اہلبیتؑ جو چیز دیتے ہیں اس کو واپس نہیں لیتے۔ فرزدق نے دینار قبول کر لئے، جب قید کی میعاد نے طول پکڑا تو ہشام نے فرزدق کو قتل کی دھمکی دی۔ فرزدق نے اس کی شکایت امامؑ کی خدمت میں کی۔ امامؑ نے اس کے حق میں دعا کی، اللہ تعالیٰ نے فرزدق کو رہائی عطا کی، فرزدق امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند! ہشام نے میرا نام دفتر سے خارج کر دیا ہے، فرمایا وہ تمہیں کتنا دیا کرتا تھا؟ عرض کی اتنی رقم۔ حضرت امام زین

العابدین علیہ السلام نے فرزدق کو یک مشت چالیس سال کا عطیہ دے دیا۔ فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم کو اس سے زیادہ کی ضرورت پڑے گی تو میں تمہیں ضرور دیتا۔ جب چالیس سال ختم ہوگئے تو فرزدق انتقال کر گئے۔

دنیا کا محتاج

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ خلیفہ عبدلملک بن مروان خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ حضرت علی بن حسین علیہ السلام بھی اس وقت اس کے سامنے طواف کعبہ فرما رہے تھے۔ حضرتؑ نے عبدلملک کو کوئی توجہ نہ دی۔ عبدلملک آپؑ کو پہچانتا نہیں تھا، اس نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جو ہمارے سامنے طواف کر رہا ہے اور ہماری طرف توجہ نہیں دیتا؟ اسے بتایا گیا کہ حضرت علی بن حسین علیہ السلام ہیں، عبدلملک اپنی جگہ بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ آپؑ کو میرے پاس لاؤ۔ آپؑ لائے گئے۔ عبدلملک نے مولاؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے علی بن حسینؑ! میں آپؑ کے والد کا قاتل نہیں ہوں، آپؑ میری طرف کیوں تشریف نہیں لاتے؟ فرمایا میرے والد کے قاتل نے اپنی دنیا خود خراب کی اور اس کی آخرت میرے والد نے خراب کر دی، اگر تمہیں پسند ہے کہ تم بھی وہ شخص بننا چاہتے ہو تو تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ۔ عبدلملک نے کہا ہرگز نہیں، لیکن آپؑ ہمارے پاس آکر ہماری دنیا لیتے رہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام بیٹھ گئے اور چادر کو زمین پر بچھا دیا۔ مسجد کے سنگریزوں کی مٹھی بھر کر چادر پر ڈال دی۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ''اے معبود! خلیفہ عبدالملک کو اپنے نزدیک اپنے اولیا کی منزلت دکھا دے''۔ فوراً چادر موتیوں سے بھر گئی جن کی شعاعیں آنکھوں کو خیرہ کرنے کے قریب تھیں۔ فرمایا جس شخص کی اللہ کے نزدیک یہ منزلت ہو وہ بھلا وہ کسی دنیا کا محتاج ہوگا؟ پھر فرمایا اے معبود! ان کو واپس لے لے مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ موتی پھر پتھر بن گئے۔

توبہ کی توفیق

آقا میرزا ابولقاسم نے مرحوم اعتماد الواعظین تہرانی سے نقل کیا ہے کہ ایک سال جب تہران میں روٹی مشکل سے دستیاب ہوتی تھی ایک روز ناصر الدین شاہ کے میر غضب باشی (جلاد) ایک پختہ تالاب کے پاس پہنچے تو کتے کے بچوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔ آگے بڑھ کر دیکھا کہ ایک کتیا کے بچے اس کے جسم سے چمٹے ہوئے ہیں۔ بھوکے ہونے کی وجہ سے کتیا کا دودھ خشک ہوگیا تھا دودھ نہ ملنے کی وجہ سے بچے بھوک سے چلا رہے تھے۔ میر غضب باشی کو ان پر رحم آگیا، چنانچہ اس نے قریب کے نانبائی کی دکان سے روٹی خرید کر کتیا کے آگے ڈال دی اور اسی مقام پر کھڑے رہے یہاں تک کہ روٹی کھانے کے بعد وہ کتیا بچوں کو دودھ پلانے کے قابل ہوگئی اور بچے دودھ پینے میں مشغول ہوگئے۔ میر غضب باشی نے نانبائی کو ایک ماہ کی روٹی کے نقد پیسے ادا کردئے اور کہا کہ روز آنہ تمہارا کارندہ اس کتیا کو روٹی پہنچا دیا کرے، اگر ایک روز بھی غفلت برتی تو میں تمہیں اس کی سزا دوں گا۔

میر غضب باشی کا معمول تھا کہ وہ شام کو اپنے چند دوستوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے نکل جاتا اور واپسی پر سب مل کر رات کا کھانا کسی ایک دوست کے گھر پر کھاتے۔ جب میر غضب باشی کی میزبانی کا نمبر آیا تو اس نے ضیافت کا انتظام تہران کے وسط میں واقع اپنے گھر میں کیا (اس نے دو شادیاں کیں تھیں، دوسری بیوی کا گھر شہر کے دروازے کے قریب تھا)۔ انہوں نے اپنی پہلی بیوی کو کچھ پیسے دئے اور کہا کہ آج شب میں اتنے دوست میرے ساتھ آئیں گے ان کے کھانے کا انتظام کرلینا۔ شام کو یہ لوگ تفریح کے لئے شہر سے باہر نکل گئے۔ اتفاق سے اس روز چہل قدمی میں دیر ہوگئی اور رات کا خاصا وقت گزر گیا۔ واپسی پر اس کے دوستوں نے تھکن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ آج شہر کے دروازے والے مکان پر قیام کرلیتے ہیں۔ میر

غضب باشی نے کہا کہ کھانے کا انتظام دوسرے مکان پر ہے وہاں چلیں مگر دوست تیار نہ ہوئے۔ میر غضب باشی نے فوری طور پر ہوٹل سے کھانے کا انتظام کیا اور کھانا کھا کر وہیں سو گئے۔

صبح سویرے میر غضب باشی کی آہ و بکا پر سب لوگ جاگ گئے اور رونے کا جب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم نے جو اس کتیا کے ساتھ احسان کیا ہے اللہ تعالی نے اسے قبول فرمالیا ہے، خدا نے اس نیکی کے سبب آج کی شب تمہاری اور تمہارے دوستوں کی جانوں کو محفوظ رکھا کیونکہ تمہاری پہلی بیوی نے ناراضگی کی وجہ سے ایک زہر حاصل کر کے باورچی خانہ کے فلاں مقام پر رکھ دیا تھا تا کہ وہ تمہارے کھانے میں شامل کر دے۔ صبح کو جا کر اس زہر کو اٹھالو لیکن اس عورت کو کوئی اذیت نہ دینا بلکہ اگر وہ چاہے تو اسے بخوشی آزاد کر دینا، دوسری بات یہ ہے کہ خدا تمہیں توبہ کی توفیق فرمائے گا اور تم چالیس دن کے بعد کربلا میں میرے والد کی قبر مطہر کی زیارت سے مشرف ہو گے۔

میر غضب باشی صبح کو اپنے دوستوں کے ساتھ شہر کے وسط والے مکان پر گیا تا کہ خواب کی تصدیق کی جاسکے چنانچہ وہ سب لوگ وہاں پہنچے تو اس کی بیوی نے شکایت کی کہ تم لوگ رات کو کیوں نہیں آئے لیکن اس نے اس طرف توجہ نہ دی اور اپنے دوستوں کے ساتھ باورچی خانہ میں پہنچ کر اس نشاندہی کے مطابق جو امام نے فرمائی تھی وہاں سے زہر اٹھالیا اور بیوی سے پوچھا کہ رات کو ہمارے بارے میں تیری کیا رائے تھی کیونکہ امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے خواب میں بتا دیا اور ہدایت کی کہ تیرے ساتھ احسان کروں، اس عورت نے دیکھا کہ وہ رسوا ہو چکی ہے اور آئندہ اس کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتی لہذا طلاق کا مطالبہ کیا، میر غضب باشی نے اسے طلاق دیدی اور خوش کر کے آزاد کر دیا اور چالیس دن بعد کربلائے معلی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

روٹیوں سے مفلسی دور ہونا

درحلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم صاحب حدیقہ زہری سے نقل کرتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت سید سجاد علیہ السلام کی خدمت میں آپ کا ایک مخلص اور محب حاضر ہوا، اس نے اپنی مفلسی اور عیالداری کی شکایت کی۔ آپ نے اس کی پریشانی کو سن کر اتنا افسوس کیا کہ آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب لوگ آپ کے پاس سے متفرق ہو گئے تو ایک منافق جو اس وقت موجود تھا، اس سوالی سے کہنے لگا کہ نہایت تعجب ہے کہ کبھی تو یہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان سب ہماری اطاعت کرتے ہیں اور کبھی اپنے محب کی حاجت روائی نہیں کر سکتے وہ مومن حاجت مند یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور خدمت امام میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا اور عرض کی مولا اپنی پریشانی تو تھی ہی مگر اس منافق کے اس جملے سے بہت رنج ہوا۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ اب خدا کی طرف سے تیری حاجت روائی کا حکم ہو گیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ میری سحری اور افطاری کی روٹیاں لے آؤ۔ کنیز جو کی دو روٹیاں لے کر حاضر ہوئی۔ آپ نے وہ دونوں روٹیاں اس مومن کو دے کر فرمایا کہ اس سے تیرا قرض بھی ادا ہو جائے گا اور مفلسی بھی دور ہو جائے گی۔ وہ محب روٹیاں لے کر بازار میں آیا لیکن حیران تھا کہ ان روٹیوں کو کون لے گا، گھر میں لے جاؤں گا تو روٹیاں اتنی سخت ہیں کہ بچے کھا نہ سکیں گے میں بغیر بچوں کے کھاؤں تو مناسب نہیں، یہ سوچتا ہوا وہ ایک مچھلی والے کے پاس پہنچا، اس کی دکان پر ایک مچھلی رکھی ہوئی تھی، اس محب نے اس مچھلی والے سے کہا کہ اس ایک روٹی کے بدلے یہ مچھلی مجھے دیدو۔ ماہی گیر اس پر راضی ہو گیا اور وہ مچھلی اس کے حوالے کر دی۔ مچھلی لے کر وہ آگے بڑھا۔ ایک نمک بیچنے والے کے پاس دیکھا کہ تھوڑا سا نمک رکھا ہوا ہے، محب نے اس ایک روٹی کے بدلے نمک

والے سے نمک لیا اور گھر پہنچا اور گھر آ کر مچھلی پکانے کے لئے صاف کرنے لگا۔ مچھلی کا پیٹ چیرا تو اس میں سے دو بیش قیمت موتی نکلے وہ مومن ان موتیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سمجھ گیا کہ مولاؑ نے اس مصلحت سے یہ روٹیاں دی تھیں۔ ابھی وہ موتیوں کو دیکھ کر خوش ہی ہو رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر آواز دی، باہر نکل کر دیکھا کہ ماہی گیر اور نمک والا دونوں باہر کھڑے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم سے یہ روٹیاں نہیں کھائی جا رہیں تم یہ روٹیاں ہم سے واپس لے لو البتہ مچھلی اور نمک واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ دونوں چیزیں تم پر حلال ہیں۔

ہرنی کو بچہ واپس ملنا

ابولعباس عبداللہ حمیری لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرماتے کہ ایک ہرنی آئی اور فریاد کرنے لگی، آپؑ نے اسے قریب بلایا اور اس سے اس کی زبان میں باتیں کیں اور لوگوں سے کہا کہ اس کے بچے کو فلاں شخص نے پکڑ لیا ہے، اس کے بچوں نے کل سے دودھ نہیں پیا۔ یہ چاہتی ہے کہ صرف اتنی دیر کو بچے کو دے دیا جائے کہ یہ بچے کو دودھ پلا دے۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ آپؑ نے اس شخص کو بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ اس نے آ کر اس کی تصدیق کی۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بچہ اتنی دیر کو منگوا دے کہ ہرنی اس کو دودھ پلا دے، جب بچہ آیا اور ہرنی دودھ پلا چکی تو ہرنی کا بچہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ امامؑ نے اس شخص سے درخواست کی کہ وہ بچہ مجھے دیدے۔ اس شخص نے ہرنی کا بچہ امامؑ کو دیدیا۔ آپؑ نے بچے کو ہرنی کے حوالے کر دیا اور وہ اپنی زبان میں کچھ کہتی ہوئی چلی گئی۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ بعد شکریہ، خدا سے سب کے واسطے دعا کر رہی تھی۔

باب باقر العلومؑ

مدینہ میں قتل عام کی اطلاع

ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام ایک روز مدینہ کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے انہوں نے زمین کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو اسی حالت میں رہ جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر سر اٹھا کر لوگوں سے فرمایا اے قوم! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب ایک شخص چار ہزار آدمی لے کر تمہارے شہر میں داخل ہوگا اور تین دن تک تمہیں تلوار سے قتل کرتا رہے گا۔ تم یہ مصیبت اٹھاؤ گے اور اس مصیبت کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھو گے۔ آپؑ نے مزید زور دے کر فرمایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

ابو بصیر کا بیان ہے کہ اہل مدینہ نے حضرتؑ کے کلام پر کوئی توجہ نہ دی، کہنے لگے یہ کبھی نہیں ہوگا۔ امامؑ کے فرمان کو درست نہ ماننے کے سبب بہت تھوڑے لوگوں نے مدینہ سے کوچ کیا وہ بھی بنو ہاشم تھے کیونکہ یہ لوگ امامؑ کی بات کو حق جانتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے اہل و عیال اور بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ سے تشریف لے گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام اور بنو ہاشم کے جاتے ہی نافع بن ارزق نے مدینہ میں آکر تباہی مچادی۔ مقابلے میں آنے والے مسلسل تین دن تک قتل کئے جاتے رہے، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ یہ مصیبت اٹھا کر مدینہ کے لوگ کہنے لگے کہ اے [illegible] ہم نے امام محمد [illegible] علیہ السلام کی کسی بات [illegible] نہیں [illegible] ہے حضرت کی بات کو سنا اور اس کا آنکھوں سے [illegible] کیونکہ یہ حضرت اہل بیت نبوت ہیں اور ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔

چوری شدہ مال کا اصل مالک کو واپس ملنا

عاصم بن حمزہ بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہوئے، میں اور سلیمان بن خالد بھی آپ کے ہمراہ تھے، تھوڑی دیر چلنے کے بعد ہمیں دو آدمی ملے، امام نے فرمایا کہ انہیں پکڑ لو یہ چور ہیں، ہم نے حکم کی تعمیل کی، امام نے فرمایا کہ اس غلام کے ساتھ اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاؤ، وہاں ایک غار ہے، اس کے وسط میں چلے جانا اس میں جو کچھ ملے اسے نکال کر اس غلام کے حوالے کر دینا اور اپنی نگرانی میں اٹھا کر لے آنا۔ سلیمان غلام کے ساتھ پہاڑ کے اوپر گیا اور امام محمد باقر علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق وہ دونوں غار کے اندر داخل ہو گئے، انہیں وہاں دو تھیلے ملے جنہیں سلیمان غلام کے ساتھ اٹھا کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں تھیلے ان دونوں آدمیوں نے چوری کیے ہیں اور فرمایا کہ غار کی دوسری جگہ سے دوسرا تھیلا بھی نکال لو اس کا مالک بھی جلدی آئے گا۔ دوسرے تھیلے کو بھی وہاں سے نکال لیا گیا۔

عاصم بیان کرتے ہیں کہ جب امام محمد باقر علیہ السلام واپس تشریف لائے تو دو تھیلوں کے مالک نے حاکم کے سامنے کچھ لوگوں پر اپنے تھیلوں کی چوری کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ مال کے تھیلے مالک کے حوالے ہوئے، چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے، ایک چور نے عرض کی کہ حق کے ساتھ میرا ہاتھ کاٹا گیا، خدا کا شکر ہے کہ فرزند رسول ﷺ کے ہاتھ پر میرا ہاتھ کٹا اور میری توبہ قبول ہوئی۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے ہاتھ نے بیس سال پہلے تجھ سے سبقت لی، وہ شخص بیس سال تک زندہ رہا پھر مر گیا۔

تین دن کے بعد دوسرے تھیلے کا مالک امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھے بتا سکتا ہوں کہ تیرے تھیلے میں کیا ہے

حالانکہ اس پر تیری مہر لگی ہوئی ہے۔ اس کے دریافت کرنے پر آپؑ نے فرمایا کہ اس میں ایک ہزار دینار تیرے ہیں اور ایک ہزار دینار دوسرے شخص کے ہیں۔ اس کے علاوہ فلاں فلاں کپڑا موجود ہے۔ اس شخص نے حضرتؑ سے دریافت فرمایا کہ جب آپؑ نے سب کچھ بتا ہی دیا ہے تو یہ بھی فرمادیجئے کہ یہ باقی ایک ہزار دینار کس کے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ ہزار دینار محمد بن عبدالرحمٰن کے ہیں جو مرد صالح، کثیر الصدقہ اور کثیر الصواۃ ہے اور اب دروازے پر موجود ہے اور تیرا انتظار کررہا ہے۔ وہ شخص جو نصرانی اور بربری تھا، نے کہا کہ میں اللہ پر ایمان لایا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپؑ واجب الاطاعت امام ہیں۔

ہاتھ پھیرنے سے شخصیت کا بدل جانا

ابوبصیر روایت کرتے ہیں کہ میرے سوال پر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ آئمہ کرام علیہم السلام تمام انبیاء کے علوم کے وارث ہیں اور آپؑ کو اس بات کی قدرت حاصل ہے کہ آپؑ مردوں کو زندہ، کوڑھیوں کو ٹھیک اور لوگوں کو ان کے حالات اور ان کی جمع کی ہوئی اشیاء سے آگاہ کریں یہ کہہ کر امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے آگے آنے کے لئے فرمایا۔ میں ان سے قریب ہوگیا تو حضرتؑ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے چہرے پر پھیرا (ابوالبصیر نابینا تھے)، میں نے تمام میدانوں، پہاڑوں، زمینوں اور آسمانوں کو دیکھ لیا، پھر حضرتؑ نے میرے چہرے پر دوبارہ ہاتھ پھیرا تو میں پہلے کی طرح ہوگیا، مجھے کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوبصیر! کیا تم اس طرح کی بینائی چاہتے ہو جس طرح تم دیکھ چکے ہو تو تمہارا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اگر یہ بات

پسند ہے کہ اسی طرح رہو تو تمہارا ثواب جنت ہے اور ہمارے ساتھ رہو گے۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی اے میرے آقا میں اسی طرح رہنا پسند کرتا ہوں، مجھے جنت سلام کے ساتھ آپؑ کا ہونا زیادہ محبوب ہے۔

دعا کا قبول ہونا

جابر جعفی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ صبح کو سفر پر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک فاختہ زمین پر بیٹھ گئی اور گنگنائی، میں پکڑنے کے لئے بڑھا تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر! اس نے ہم اہلبیت سے پناہ لی ہے اور شکایت کی ہے کہ اس پہاڑ میں ایک سانپ رہتا ہے جو تین سال سے اس کے بچے کھا جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اللہ سے دعا کروں کہ سانپ ختم ہو جائے میں نے کہا کہ اللہ نے تیری دعا قبول کر لی ہے پھر ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ سحر کے وقت فرمایا کہ جابر اترو میں اونٹ سے اترا اور اس کی مہار پکڑ لی۔ آپؑ راستے سے الگ ہو کر ایک ریتیلی زمین کی طرف تشریف لے گئے۔ دائیں اور بائیں کی ریت کو ہٹایا اور فرمایا اے معبود! ہمیں پانی پلا، چوکور سفید پتھر ظاہر ہوا اسے توڑا تو اس کے نیچے صاف پانی کا چشمہ جاری ہوا ہم نے وضو کیا اور پانی پیا اور پھر چلے۔

جابر کہتا ہے کہ صبح کے وقت ہم کھجور کے درخت کے پاس پہنچے حضرتؑ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا اے کھجور! اللہ تعالیٰ نے جو چیز تجھ میں پیدا کی وہ ہمیں بھی کھلا، کھجور کا درخت جھک گیا، ہم نے اس سے کھجوریں توڑیں اور کھائیں۔ اچانک ایک اعرابی نے جو یہ منظر دیکھا تو کہا کہ ہم نے آپ جیسا جادوگر نہیں دیکھا۔ آپؑ نے فرمایا اے اعرابی! اہلبیت پر جھوٹ نہ بولو، ہم جادوگر نہیں ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک نام کی تعلیم دی ہے، ہم اس کے ذریعے جس چیز کا سوال کرتے ہیں وہ مل جاتی ہے۔ جو دعا کرتے ہیں تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔

پیشگی حالات جاننے والے

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں تھا، لوگ ادھر ادھر آ جا رہے تھے، حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ میں ہر آنے جانے والے سے پوچھتا تھا کہ کیا آپ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا ہے، وہ کہتا نہیں، حالانکہ امامؑ مسجد میں موجود تھے۔ ابوبصیر کا بیان ہے کہ اسی اثناء میں ابوہارون مکفوف مسجد میں داخل ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اس سے پوچھو، میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا آپ کے سامنے موجود ہیں، آپؑ تو روشن نور ہیں۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے ان کو کیسے شناخت کیا؟ ابوہارون کہتا ہے کہ میں نے حضرتؑ کو ایک افریقی سے فرماتے سنا کہ راشد کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ وہ زندہ ہے اور ٹھیک ہے۔ آپؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے، افریقی نے عرض کیا کہ کیا وہ مر گئے، فرمایا ہاں وہ تمہارے آنے کے دو دن بعد مر گئے تھے۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ انہیں کیا ہوا تھا وہ تو بلکل صحت مند تھے؟ امامؑ نے فرمایا کہ جو شخص مرتا ہے وہ کسی بیماری یا تکلیف کے باعث نہیں مرتا، وہ ہمارا دوست اور محب تھا اور تمہارے اعمال ہم سے مخفی نہیں۔

باب الصادقؑ

امامؑ کی دعا سے پچاس حج ادا کرنا

حماد بن عیسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ آپؑ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی مجھے بہت سے حج ادا کرنا نصیب کرے، ایک بہترین جاگیر، عمدہ گھر، نیک بیوی اور صالح اولاد عطا کرے۔ امامؑ نے اس کے حق میں دعا کی، اے معبود! حماد بن عیسی کو پچاس حج نصیب کر، بہترین جاگیر، عمدہ گھر، نیک عورت اور صالح اولاد عطا فرما۔ اس وقت امامؑ کی خدمت میں جو لوگ موجود تھے، ان میں سے ایک کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حماد بن عیسی کے پاس اس کے گھر بصرہ گیا۔ اس نے کہا کہ میرے بارے میں تجھے امام جعفر صادق علیہ السلام کی دعا یاد ہے؟ میں نے کہا ہاں یاد ہے، یہ میرا گھر ہے بصرہ میں اس سے بہتر کوئی گھر نہیں، میری جاگیر بہترین جاگیر ہے، میری بیوی اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ میری اولاد کو جو لوگ جانتے ہیں وہ نیکو کار ہے، میں اب تک ۴۸ حج کر چکا ہوں۔ (بعد میں تصدیق ہوگئی کہ اس نے اس ملاقات کے بعد مزید دو حج کیے)۔ جب وہ اکیاون ویں حج کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوا اور جحفہ پہنچ کر احرام کا ارادہ کیا اور وادی میں غسل کے لئے پہنچا تو اسے سیلاب بہا کر لے گیا۔ نوکروں نے اسے سیلاب سے مردہ حالت میں نکالا، حماد کا نام غریق جحفہ پڑ گیا۔

پرندوں کا پھر سے زندہ ہو جانا

یونس بن ظبیان کا کہنا ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا، میں نے عرض کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

خذ اربعة من الطير فصر هن اليك

تو کیا وہ چاروں پرندے مختلف قسم کے تھے یا ایک ہی قسم کے تھے؟ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کو وہی نظارہ دکھاؤں؟ ہم لوگوں نے کہا ضرور۔ امامؑ نے فرمایا اے مور، مور اڑ کر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر کوے کو آواز دی، کوا حضرتؑ کے سامنے موجود ہوا۔ پھر فرمایا باز، باز بھی حاضر ہوا۔ اسکے بعد فاختہ کا نام لیا، فاختہ بھی اڑ کر سامنے آگئی۔ اس کے بعد آپؑ نے تمام پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں اور ان کے پر نوچ کر ان کا گوشت ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط کر دیا جائے۔ مور کا سر لے کر فرمایا کہ مور، ہم نے دیکھا کہ مور کا گوشت، ہڈیاں اور پر دوسرے پرندوں سے الگ ہو رہے تھے، پھر تمام چیزیں مور کے سر سے جڑ گئیں، حضرتؑ کے سامنے صحیح و سالم مور موجود تھا۔ پھر فرمایا اے کوے! کوا موجود تھا، پھر فرمایا اے باز! اسی طرح باز کے تمام اجزاء جمع ہو گئے اور وہ سامنے تھا، پھر فرمایا فاختہ، فاختہ بھی موجود تھی۔ اسی طرح تمام پرندے حضرتؑ کے سامنے ایک بار پھر زندہ موجود تھے۔

عمر میں بیس برس کا اضافہ ہونا

صفوان بن یحیٰی کا بیان ہے کہ مجھ سے عبدی نے بیان کیا کہ ایک روز میری بیوی نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کو ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ اگر ہم حج کے لئے چلے جائیں تو امام کی زیارت بھی ہو سکے گی، میں نے کہا کہ خدا کی قسم میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے حج کرسکوں، کہنے لگی میرے پاس لباس اور زیور ہیں اس کو فروخت کردیں اور حج کی تیاری کریں۔ غرض وہ سامان بیچ کر ہم نے تیاری کی اور حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں میری بیوی سخت بیمار ہوگئی اور قریب المرگ ہوگئی، میں نا امیدی کی حالت میں خادمہ کے ساتھ اسے چھوڑ کر مدینہ میں داخل ہوا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام عرض کیا، حضرتؑ نے سلام کا جواب دیا اور میری بیوی سے متعلق پوچھا، میں نے حالات سے آگاہ کیا کہ میں اس حالت میں چھوڑ کر روانہ ہوا ہوں، کیونکہ میں اس کے بچنے سے مایوس ہو چکا ہوں۔

حضرتؑ نے تھوڑی دیر سر نیچے فرمالیا اور پھر فرمایا کہ اے عبدی تم اس کی وجہ سے غمگین ہو؟ میں نے عرض کی ایسا ہی ہے۔ فرمایا کوئی خطرے کی بات نہیں، میں نے اس کی عافیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے۔ لوٹ جاؤ اسے ٹھیک ٹھاک پاؤ گے۔ وہ بیٹھی ہوئی ہوگی اور خادمہ اسے شکر کھلا رہی ہوگی۔ میں جلدی سے اس کے پاس آیا، اسے باعافیت پایا وہ بیٹھی ہوئی تھی اور خادمہ اسے شکر کھلا رہی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا حال ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے تندرستی عطا کی۔ میں نے کہا میں تمہاری زندگی سے مایوس ہوکر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ تمہارے بارے میں مولاؑ نے پوچھا، میں نے تمہاری کیفیت بیان کی تو امام نے فرمایا اسے کوئی خطرہ نہیں جاؤ وہ شکر کھا رہی ہوگی۔

عرض کی ہاں آپ میرے پاس سے روانہ ہوگئے، میری جان پر بنی ہوئی تھی میرے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ تمہیں کیا ہو گیا؟ میں نے عرض کی کہ میں مرنے والی ہوں اور سامنے موت کا فرشتہ موجود ہے وہ میری روح قبض کرنے آیا ہے۔ یہ سن کر فرمایا اے ملک الموت کیا تمہیں ہماری اطاعت کا حکم نہیں ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا ایسا ہی ہے۔ امام نے فرمایا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اسے بیس برس اور مہلت دے دو، ملک الموت نے حکم کی تعمیل کی۔ عورت کا بیان ہے کہ وہ شخص اور ملک الموت اسی وقت باہر نکل گئے اور میں تندرست ہوگئی۔

حکم امامؑ سے درخت میں پھل آنا

داؤد بن کثیر رقی مروی ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ آپؑ کے پاس آپؑ کے صاحب زادے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تشریف لائے جو سردی سے کانپ رہے تھے۔ فرمایا بیٹے کیا حال ہے؟ عرض کیا اللہ تعالیٰ کے جوار میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں لوٹ رہا ہوں۔ انگور اور انار کھانا چاہتا ہوں۔ داؤد نے کہا، یہ تو سردی کا موسم ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا اے داؤد! اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ باغ میں چلے جاؤ۔ میں باغ میں آگیا، وہاں دیکھا ایک درخت پر انگور اور دوسرے پر انار تھے۔ میں نے دونوں پھلوں کو توڑا اور امامؑ کی خدمت میں لایا۔ باپ بیٹا دونوں بیٹھ کر تناول فرمانے لگے۔ امامؑ نے فرمایا اے داؤد! خدا کی قسم یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اللہ تعالیٰ نے اس رزق سے مریم بنت عمران کو مخصوص کیا تھا۔

عازم حج کا سفر میں زندہ ہونا

مولانا مرزا محمد یوسف حسین تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں دو بھائی حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کا پانی ختم ہوگیا اور پیاس کے غلبے کے سبب ایک بھائی کا انتقال ہوگیا، دوسرا بھائی آئمہ طاہرین کا واسطہ دے کر فریاد کرنے لگا۔ جب اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کا نام لیا تو دیکھا یک ایک بزرگ نظر آئے۔ انہوں نے ایک لکڑی اسے دے کر فرمایا اسے مرحوم کے لبوں پر پھیرو، لکڑی کے لبوں پر پھیرتے ہی وہ مرحوم بھائی زندہ ہوگیا۔ ان بزرگ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو دونوں سیراب ہوگئے اور اپنی منزل کی جانب روانہ ہوگئے اور حج کی سعادت حاصل کی۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک بھائی جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ مولاؑ نے دریافت فرمایا آپ کا وہ بھائی کہاں ہے جو سفر حج میں انتقال کر گیا تھا لیکن بعد میں زندہ ہوگیا تھا۔ عرض کی وہ مصروفیت کے سبب میرے ساتھ حاضر نہ ہوسکا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ وہ لکڑی کہاں ہے جو تم نے اس کے لبوں پر پھیری تھی۔ عرض کیا بھائی کے زندہ ہونے کی خوشی میں اسے وہیں چھوڑ آیا، اسے اٹھانے کا خیال نہ رہا۔ امامؑ نے خادم کو آواز دی اور اس سے ایک تھیلا منگوایا۔ اس تھیلے سے وہی لکڑی نکال کر دریافت فرمایا کہ کیا آپ اس لکڑی کو پہنچانتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں مولا، یہ وہی لکڑی ہے جس کے لگانے سے میرا مردہ بھائی دوبارہ زندہ ہوگیا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت تم نے گھبرا کر مجھے یاد کیا تھا اس وقت حضرت خضر نبی اللہ علیہ السلام یہاں موجود تھے، میں نے انہیں یہ لکڑی دے کر بھیجا تھا بعد ازاں وہ یہ لکڑی میرے پاس واپس لے آئے۔

ولی کی خصوصیت

عبداللہ بن یحییٰ کابلی سے مروی ہے کہ ابوعبداللہ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب شیر سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو کیا کرتے ہو؟ عرض کیا مجھے علم نہیں، آپؑ نے فرمایا کہ جب شیر سے سامنا پڑے تو آیت الکرسی پڑھا کرو اور کہو: عذمت عليك بفريمة الله و عزيمة رسوله و عزيمة سليمان بن داؤدؑ و عزيمة عليؑ امير المومنين و الايمة من بعده الاان تنجب عن طريقناوله ترزنا فاننا لاترذيك

عبداللہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ واپس آرہا تھا کہ راستہ میں شیر ملا۔ میں نے آیت الکرسی کے بعد اس سے وہ بات کہی جو حضرت نے فرمائی تھی، شیر نے سر جھکا لیا۔ دم پاؤں کے درمیان کرلی، جہاں سے آیا تھا وہاں واپس چلا گیا۔ میرے چچازاد بھائی نے کہا میں نے آپ کے کلام سے زیادہ خوبصورت کلام نہیں سنا۔ میں نے کہا یہ کلام امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہے، وہ کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ "مفترض الطاعۃ امام ہیں۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؑ کو تمام واقعہ سے آگاہ کیا، فرمایا ولی کے پاس سننے والا کان، دیکھنے والی آنکھ اور بولنے والی زبان ہوتی ہے۔ خدا کی قسم میں نے شیر کو تم دونوں سے دور کیا تھا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تم دونوں دریا کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ تمہارا چچازاد بھائی اس وقت تمہارے ساتھ تھا جس کا نام حبیب ہے، وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک ہماری ولایت کو نہ جان لے گا۔ میں نے واپس کوفہ آکر اپنے چچازاد بھائی کو امام کی بات سے آگاہ کیا، وہ بہت ہی خوش ہوا۔ وہ ہمیشہ حق پر قائم رہا اور اسی حالت میں انتقال کر گیا۔

باب موسیٰ الکاظمؑ

جان بچ جانا

علی بن یقطین کا بیان ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے مجھے خز سیاہ کا شاہی لباس عطا کیا، میں نے اس لباس کو بہت سے مال کے ساتھ امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بھجوا دیا۔ امام موسی کاظم علیہ السلام نے مال تو قبول کر لیا مگر وہ بیش قیمت لباس مجھے واپس بھجوا دیا اور فرمایا کہ اس کو سنبھال کر رکھو اس کی تمہیں ضرورت پڑے گی۔ کچھ دنوں بعد علی بن یقطین نے اپنے خاص غلام کو سزا دی، اس غلام کو معلوم تھا کہ میں امام موسی کاظم علیہ السلام سے محبت کرتا ہوں۔ اس نے جا کر خلیفہ ہارون رشید سے چغلخوری کر دی کہ میں امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت کا قائل ہوں اور وہ بیش قیمت لباس جو خلیفہ نے مجھے عطا کیا تھا آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔

خلیفہ ہارون رشید یہ سن کر بہت ناراض ہوا اور مجھے طلب کیا اور دریافت کیا کہ وہ لباس کہاں ہے جو میں نے تمہیں عطا کیا تھا؟ میں نے کہا کہ وہ میرے پاس موجود ہے، خلیفہ نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا۔ میں نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ فلاں صندوق میں جو رومال رکھا ہے اسے لے آؤ۔ غلام نے رومال لا کر دیا، میں نے اسے کھولا تو اس میں خلیفہ کا دیا ہوا لباس موجود تھا۔ لباس دیکھ کر ہارون رشید کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور خوش ہو کر ایک دوسرا انعام دیا البتہ چغلخور غلام کو لکڑیاں مار مار کر فی النار کروا دیا۔

موت کی قبل از وقت اطلاع

ابوصلت ہرویؒ امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے علی بن حمزہ سے فرمایا کہ تمہیں افریقہ کا ایک آدمی ملے گا وہ تم سے میرے بارے میں پوچھے گا، اس سے کہنا کہ وہ ہمارے امام ہیں، انہیں ابو عبداللہ صادق علیہ السلام کہتے ہیں۔ آپؑ نے اس کا حلیہ بتایا کہ وہ ایک جسیم اور طویل آدمی ہے اور اپنی قوم کا سردار ہے، اس کا نام یعقوب بن زید ہے۔ اس کو میرے پاس لے آنا۔

علی بن حمزہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک طویل اور جسیم شخص میرے قریب آیا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس سے نام دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا نام یعقوب بن زید ہے اور اس کا تعلق افریقہ سے ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ تم علی بن حمزہ سے ملو، وہ تمہاری رہنمائی کریں گے۔ میں نے کہا کہ یہاں بیٹھ جاؤ تاکہ میں طواف سے فارغ ہو جاؤں، بعد طواف میں نے اس سے گفتگو کی اور اسے صاحب عقل وفہم پایا۔ اس نے مجھ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی درخواست کی۔ میں نے اس کو حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ امامؑ نے جب اس کو دیکھا تو فرمایا اے یعقوب بن زید تم کل آئے ہو۔ تمہارے بھائی کا کل تم سے فلاں جگہ جھگڑا ہو گیا تھا اور تم نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں تھیں۔ یہ بات ہمارے دین کے خلاف ہے۔ تم عنقریب موت کی وجہ سے آپس میں جدا ہو جاؤ گے۔ تمہارا بھائی اپنے گھر والوں کے پاس نہیں پہنچے گا اور اسی سفر میں مر جائے گا اور تم اس کے بارے میں اپنے کئے پر پچھتاؤ گے۔ علی حمزہ کا بیان ہے کہ میں مکہ مکرمہ سے واپس آرہا تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اور اسے راستے ہی میں دفن کر دیا گیا، وہ گھر والوں تک نہیں پہنچ سکا۔

حالات سے آگاہی

بکارتی بیان کرتے ہیں کہ میں نے چالیس حج کیے۔ آخری حج میں اتفاق سے زادِراہ ختم ہوگیا، میں کسی طرح مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آگیا تاکہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرلوں اور اپنے آقا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرلوں۔ میں نے ارادہ کیا کہ مدینہ میں کوئی کام کرلوں گا اور کچھ پیسے کمانے کے بعد اپنے گھر کوفہ چلا جاؤں گا۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بعد میں محلے آگیا جہاں کام کرنے والے لوگ کام کے سلسلے میں جمع ہوتے ہیں۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا تو تمام کاریگر اس کے گرد جمع ہوگئے، میں بھی ان میں شامل تھا۔ وہ کچھ آدمیوں کو لے کر چلا تو میں نے اس کو مخاطب کرکے کہا کہ میں مسافر ہوں مجھے بھی کام پر لگادیں، اس نے مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیا اور ایک نئے بنے ہوئے گھر لے آیا، میں نے وہاں کئی روز کام کیا۔

ایک روز امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس گھر میں تشریف لائے، مجھے دیکھ کر فرمایا تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟ میں نے عرض کی کہ میرا زادِراہ ختم ہوگیا تھا، کام کی تلاش میں محلے میں آیا اسی دوران آپؑ کے وکیل آگئے، وہ میری درخواست پر دوسروں کے ساتھ مجھے بھی کام پر لے آئے۔ اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تشریف لے گئے۔ میں کام میں مصروف ہوگیا۔ آخر وہ دن آگیا جس دن اجرت ملنی تھی۔ وکیل دروازے پر آکر بیٹھ گیا اور ہر ایک کو آواز دے کر اجرت دیتا۔ جب میری باری آئی تو ہاتھ سے بیٹھنے کو کہا۔ سب سے آخر میں مجھ سے کہا ادھر آؤ، میں نزدیک گیا تو اس نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں پندرہ دینار تھے اور کہا کہ یہ تمہارا کوفہ تک کا زادِراہ ہے۔ اسی دوران امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا قاصد آیا اور کہا کہ امامؑ فرماتے ہیں کہ جانے سے پہلے میرے پاس آنا۔

دوسرے روز میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ابھی چلے جاؤ تاکہ قبد تک پہنچ سکو وہاں تمہیں کوفہ جانے کے لئے قافلہ مل جائے گا۔ آپ نے علی بن حمزہ کے نام ایک خط بھی دیا۔ میں وہاں سے چل دیا مجھے قبد تک کوئی نہیں ملا۔ البتہ قبد میں مجھے کوفہ جانے والا ایک قافلہ مل گیا، میں نے اونٹ خریدا اور اس قافلہ کے ساتھ ہولیا۔ کوفہ اپنے گھر رات کو پہنچا اور خیال کیا کہ رات کو گھر آرام کر کے صبح علی بن حمزہ کو خط پہنچا دوں گا۔ میں گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ میرے آنے سے چند روز قبل چور میری دوکان میں نقب لگا کر تمام سامان چوری کر کے لے گئے۔ میں نے صبح نماز فجر ادا کی اور دوکان میں سامان سے متعلق حساب کرنے لگا، اسی دوران علی بن حمزہ آ گئے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور گلے لگالیا۔ حمزہ نے مجھ سے کہا کہ میرے مولاؑ کا خط مجھے دیدو۔ میں نے انہیں خط دیا، انہوں نے خط کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور رو پڑے۔ میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ زیارت کے شوق کی وجہ سے۔ حمزہ نے خط پڑھا اور میری طرف سر اٹھا کر مخاطب ہوئے اور کہا اے بکار کیا تمہاری دوکان میں چور داخل ہوئے تھے۔ میں نے اس کی تصدیق کی حمزہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے تیرا مال واپس کر دیا ہے۔ میرے آقا نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کچھ تیرا مال چلا گیا ہے وہ میں تمہیں ادا کروں۔ حمزہ نے ایک تھیلی نکالی جس میں چالیس دینار تھے، وہ میرے حوالے کئے۔ میں نے چوری شدہ مال کا حساب لگایا تو وہ بھی چالیس دینار بنتے تھے۔ علی بن حمزہ نے میرے سامنے حضرتؑ کا خط پڑھا کہ بکار کی دوکان سے چالیس دینار کا مال چوری ہو گیا ہے وہ ان کے حوالے کر دو۔

امامت کے دعویدار کی شناخت

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رحلت پائی تو امامت کے بارے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق وصیت کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے بیٹے عبداللہ جو افطع کے نام سے مشہور ہیں نے امامت کا دعویٰ کر دیا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے گھر کے صحن میں بہت سی لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا اور کسی شخص کو بھیج کر اپنے بھائی عبداللہ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ عبداللہ جب اپنے بھائی حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اس وقت امامیہ مذہب کے چیدہ چیدہ حضرات آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حکم سے لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی۔ لوگوں کو اس کی وجہ معلوم نہ تھی۔ جب لکڑیاں جل کر سرخ ہو گئیں تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس آگ کے درمیان کپڑوں کو سمیٹ کر بیٹھ گئے اور کچھ دیر تک لوگوں سے باتیں کرتے رہے۔ پھر کپڑے جھاڑ کر لوگوں کے پاس آ گئے اور اپنے بھائی سے فرمایا کہ اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ اپنے باپ کے بعد امام ہیں تو آپ آگ میں جا کر بیٹھ جائیں۔ مفضل کہتے ہیں کہ عبداللہ کا رنگ اڑ گیا اور وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے گھر سے چلے گئے۔

پانی میں ریت ملا کر پینا

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ ۱۴۹ ہجری میں حج کو جا رہا تھا کہ راستے میں قادسیہ کے مقام پر قیام کیا وہاں میں لوگوں کی زیب و زینت اور ان کا ہجوم دیکھ رہا تھا کہ میری نظر ایک نوجوان پر پڑی جس نے کپڑوں کے اوپر بالوں کا لباس پہنا ہوا تھا اور دوسروں سے علیحدہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہ صوفی طبیعت کا آدمی ہے، اس سے دور رہا جائے ورنہ یہ راستے میں دوسروں پر بوجھ ہی بنے گا۔ پھر بھی حالات جاننے کے لئے ان کی طرف بڑھا، جب انہوں نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو کہا اے شفیق! اور سورہ حجرات کی آیت ''اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثمہ'' پڑھی جس کے معنی بدگمانی سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور یہ کہہ کر

وہ مجھے چھوڑ کر وہاں سے چل دیے۔ میں ان کی بات سن کر پریشان ہوگیا کیونکہ ایک تو انہوں نے میرا نام لیا دوئم میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں ان سے معافی مانگنے کے لئے آگے بڑھا مگر وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

شفیق بلخیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر راستے کے مقام پر میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ان کا بدن کانپ رہا تھا اور آنسو بہہ رہے تھے۔ میں ایک مرتبہ پھر ان سے اپنے الفاظ کی معافی مانگنے آگے بڑھا تو انہوں نے کہا اے شفیق! پڑھو ''وانی لغفار لمن تاب و آمن و عمل صالحاً ثم اهتدی'' اور بلاشبہ میں بڑا بخشنے والا ہوں، ایسے لوگوں کو جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور پھر سیدھے راستے پر قائم رہیں۔ سورہ طٰحہٰ کی یہ آیت پڑھ کر وہ پھر چل دیے۔ بعدازاں میں نے انہیں زبالہ کے مقام پر دیکھا، ایک پیالہ ان کے ہاتھ میں تھا اور وہ کنوئیں سے پانی لینا چاہتے تھے کہ پیالہ کنوئیں میں گر گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کنوئیں کا پانی بلند ہوا اور پیالہ اوپر آگیا جسے انہوں نے پکڑ لیا اور وضو کر کے نماز ادا کی۔ اس کے بعد پیالے میں ریت ڈال کر ہلاتے جاتے اور مزے مزے سے پیتے جاتے، میں قریب گیا اور سلام کے بعد عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کچھ مجھے بھی کھلا دیجئے۔ آپؑ نے وہ پیالہ میری طرف کر دیا، میں نے اسے پیا تو اس میں میٹھا ستو تھا۔ اس سے زیادہ خوش ذائقہ اور خوشبودار چیز میں نے کبھی نہیں کھائی، اس کے سبب مجھے کئی دن تک نہ بھوک لگی اور نہ ہی پیاس۔ اس کے بعد میں نے انہیں خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ نماز وطواف سے فارغ ہوئے تو میں آگے بڑھا، اتنے میں وہ حرم سے باہر تشریف لے گئے۔ حرم کے باہر میں نے دیکھا کہ خداموں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، لوگ سلام کر کے حاضر ہو رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں۔

دنیاوی اعمال کی وجہ سے قبر میں جسم کا خاکستر ہونا

صاحب کشف الغمہ لکھتے ہیں کہ میں نے عراق کی بزرگ ہستیوں سے سنا ہے کہ ایک عباسی خلیفہ کا ایک بہت ہی شان و شوکت اور کثیر مال و دولت والا وزیر تھا جو فوجی اور ملکی معاملات کا ماہر تھا۔ اسی سبب سے خلیفہ کی اس پر نظر کرم رہتی۔ جب وہ مرگیا تو خلیفہ نے اس کی خدمات کے اعتراف میں اسے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حرم میں ضریح اقدس کے قریب دفن کرنے کا حکم دیا۔

حرم مطہر کا متولی ایک مرد متقی، پرہیزگار اور عبادت گزار تھا وہ رات کو رواق مطہر میں ہی قیام کرتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وزیر کی قبر شگافتہ ہوئی اور اس سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے اور اس سے ایسا دھواں نکل رہا ہے جس سے جلی ہوئی ہڈیوں کی بدبو آرہی ہے۔ یہاں تک کہ سارا حرم دھویں سے بھر گیا۔ پھر دیکھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کھڑے ہیں اور متولی کا نام لے کر بلند آواز میں فرما رہے ہیں کہ فلاں (یعنی خلیفہ) سے کہو کہ اس ظالم کو تم نے میرے پاس دفن کر کے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔

متولی خوف سے لرزتے ہوئے بیدار ہوا اور جو واقعہ گزرا تھا اس کو تفصیل سے لکھ کر خلیفہ کے سامنے پیش کیا۔ خلیفہ اسی رات بغداد سے کاظمین آیا۔ حرم میں تخلیہ کرایا اور حکم دیا کہ وزیر کی قبر کھودی جائے۔ جب قبر کھودی گئی تو اس کے اندر صرف جلے ہوئے جسم کی خاکستر کے کچھ نہیں تھا۔

باب الرضاؑ

اخلاص وصدق کے سبب حاجت کا پورا ہونا

حاجی غلام حسین ازغدی المعروف بہ حاجی آخوند اپنے معتمد دوست ملا ہاشم خراسانی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ بلاواسطہ نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت جو کہ میری محرم تھی بڑی مومنہ لیکن فقیر و نادار تھی۔ وہ ہر سال ازغد سے پیادہ حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد مقدس جاتی اور جب واپس اپنے گھر آتی تو خاندان کے ہر بچہ کے لئے تحفہ لے کر آتی۔ ہم کہتے کہ یہ خود غربت کے سبب پیادہ اور خالی ہاتھ زیارت کو جاتی ہیں، ان تحفوں کے لئے آپ کو پیسے کہاں سے ملتے ہیں؟ وہ جواب دیتی کہ جب میں حرم امام موسیٰ رضا علیہ السلام میں جاتی ہوں اور ضریح کے درمیان دیکھتی ہوں تو امامؑ بچوں کا احوال دریافت کرتے ہیں اور مجھے اتنا پیسہ مرحمت فرماتے ہیں کہ جس سے میں بچوں کے لئے تحفے خرید لیتی ہوں۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا جب تم لوگ امامؑ کی زیارت کو جاتے ہو تو انہیں نہیں دیکھتے؟ میں اس خاتون کے اس سوال سے خاموش ہو گیا لیکن سوچا کہ یہ نادار ہے مشہد مقدس میں گدائی کرتی ہوگی اور اسی سے بچوں کے لئے چیزیں لاتی ہوگی۔

حاجی غلام حسین بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب وہ عورت سفر کے لئے روانہ ہوئی تو میں بھی اس کے پیچھے چلا اور مشہد تک پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ وہ ایک ازغدی کے گھر مہمان ہوئی، میں گھر کے باہر اس کا منتظر رہا، وہ وضو کرنے کے بعد حرم کی جانب روانہ ہوئی، میں نے بھی حرم تک اس کا تعقب کیا۔ حرم میں پہنچ کر وہ امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی ضریح سے لپٹ گئی، میں بھی حرم میں کھڑا ہوا اس کو دیکھتا رہا۔ جب وہ حرم

سے باہر نکلی تو میں اس کے قریب گیا اور سلام کیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ ضریح کے پاس آپ نے بہت دیر لگائی۔ کہنے گی ہاں، امام رضا علیہ السلام بچوں کا حال دریافت فرما رہے تھے اور بچوں کے لئے سوغات خریدنے کے لئے کچھ پیسے دیے ہیں، یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ کھول کر مجھے پیسے دکھائے۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ یہ بی بی اخلاص وصدق کی وجہ سے اس مقام تک پہنچی ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ پیسے لے کر خود سوغات خریدلوں لیکن وہ اس بات پر راضی نہ ہوئی۔

لا علاج مرض سے شفایابی

مرزا احمد علی ہندی جو کہ متقی و پرہیزگار تھے وہ پچاس برس تک سید الشہداء علیہ السلام کے جوار میں رہے، بیان کرتے ہیں کہ میرے پیر میں زخم ہوگیا تھا، ڈاکٹر اس کے علاج سے مایوس ہو گئے تھے، بڑے بڑے ڈاکٹروں کو بلایا اور ہر ایک سے اچھی طرح معائنہ کرایا لیکن ہر ایک نے جواب دیا کہ یہ زخم نا قابل علاج ہے اور اپنی ناتوانی کا اعتراف کیا۔ یہاں تک کہ ایک انگریز سرجن اسپیشلسٹ کو بلوایا گیا، اس نے بھی زخم دیکھا۔ زخم کے اندر بتی داخل کی اور پھر اسے نکال کر کہا کہ تمہارا علاج تو صرف حضرت عیسیٰ مسیح ہی کر سکتے ہیں۔ زخم ہڈی کے مغز تک پہنچ گیا ہے لہذا نا قابل علاج ہے، مزید یہ کہا کہ تم دو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے ہو۔

احمد علی مزید بیان کرتے ہیں کہ رات کو میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ میرے مولا حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں، آپؑ کے چہرے سے نور ساطع ہے۔ آپؑ نے مجھے آواز دی اور فرمایا اے احمد! ہمارے پاس آؤ۔ میں نے عرض کی مولا، آپؑ تو جانتے ہیں کہ میرے پاس آپؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں۔ آپؑ نے فرمایا! میرے پاس آجاؤ، میں اٹھا اور امامؑ کی خدمت میں حاضر

ہوا تو آپؑ نے زخم پر دست مبارک پھیرا۔ میں نے عرض کی مولا آپ کی زیارت کی تمنا ہے۔ فرمایا انشاء اللہ وہ بھی پوری ہوگی۔ جب بیدار ہوا تو زخم کا کہیں نام ونشان نہ تھا اور میں بلکل صحت مند تھا، جب اس کی خبر ہند کے بادشاہ کو پہنچی تو اس نے مجھے طلب کیا اور تمام تفصیل دریافت کی اور اس اعزاز میں اس نے میرا سالانہ وظیفہ مقرر کردیا اور ہر سال خود وظیفہ پابندی کے ساتھ بھجواتا تھا۔

مشہد میں نجف کا زائر

میر اردبیلی نجف اشرف کے مجاور ملا عبدالباقی شیرازی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ملا عبدالباقی نجف اشرف سے حضرت امام موسی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد مقدس تشریف لائے۔ اتفاق سے پیسے ختم ہوگئے تو انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے درخواست کی کہ مولا! میں آپؑ کا زائر ہوں، خرچ کے لئے میرے پاس پیسے نہیں ہیں اور تین شاہی میرا روز کا خرچ ہے، میری آپؑ سے التجا ہے کہ ہر روز مجھے تین شاہی عطا ہوں۔

ملا عبدالباقی بیان کرتے ہیں کہ درخواست کے بعد ہر روز جب میں سو کر اٹھتا تو دیکھتا کہ کمرے کے طاق میں تین شاہی رکھی ہوئی ہیں، میں ان سے اپنا خرچ چلاتا اور یہ سلسلہ تاحیات جاری رہا۔

حقیقت یا خوش نصیبی

احمد بن ابی نصر بزنطی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام موسی رضا علیہ السلام کی امامت کے سلسلے میں شک وتردد

میں تھالہذا میں نے آپؑ کو ایک خط لکھ کر کچھ مسائل دریافت کیے لیکن خط لکھتے وقت جو اہم مسائل میرے ذہن میں تھے انہیں لکھنا بھول گیا۔ جب امامؑ کا جواب آیا تو آپؑ نے مرقوم تمام سوالات کے جوابات دئے اور مزید تحریر فرمایا کہ تمہارے ذہن میں کچھ اہم مسائل تھے جو خط لکھتے وقت تمہیں یاد نہ رہے۔ احمد کہتے ہیں کہ امامؑ کا خط پڑھ کر میری چشم بصیرت کھل گئی، حقیقت کا انکشاف ہو گیا اور دوبارہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں خط تحریر کیا کہ میری تمنا ہے کہ میں آپؑ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر ملاقات سے مشرف ہوں لیکن موقع کی تلاش میں ہوں کہ جس میں حکومتِ وقت میرے لئے کوئی مشکل ایجاد نہ کر سکے۔

ایک روز مغرب کے وقت امام رضا علیہ السلام نے میرے لئے سواری بھجوائی، میں سوار ہو کر امامؑ کی خدمت میں پہنچا اور نماز مغربین آپؑ ہی کے دولت کدہ پر ادا کی۔ اس کے بعد مولاؑ کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ امامؑ نے بہت ہی علمی اور پیچیدہ مسائل حل فرمائے، رات گئے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد امامؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ بزنطی کے لئے بستر لگا دو۔

احمد بن ابی نصر بیان کرتا ہے کہ اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا؟ میں امامؑ کی مخصوص سواری سے آپؑ کے دولت کدہ پر آیا، اپنے زمانے کے امامؑ سے ملاقات اور گفتگو کا شرف حاصل ہوا اور آخر میں مخصوص بستر پر سونا میسر آیا۔ میں انہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کی آواز سنائی دی کہ اے احمد! ان چیزوں پر فخر مت کرو۔ مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے صعصہ بن صوحان کی عیادت کے وقت فرمایا تھا کہ اے صعصہ! تمہاری عیادت کے لئے میرا آنا اور تمہارا احترام کرنا کہیں تمہارے دوسرے دینی بھائیوں پر فخر کا باعث نہ ہو جائے یونکہ میں نے شرعی فریضہ سمجھ کر تمہاری عیادت کی ہے۔

صاحب مرقد کی کرامت

منصور بن عبدالرزاق نے حاکم رازی سے بیان کیا کہ میں اپنی جوانی کی عمر میں زائرین امام رضا علیہ السلام کو ستاتا تھا۔ انہیں لوٹ لیتا تھا مختصر یہ کہ میں امام رضا علیہ السلام اور قبر مطہر سے بہت ہی تعصب رکھتا تھا۔ ایک دن میں نے ہرن کے شکار کے لئے اپنا شکاری کتا چھوڑا، اس نے ہرن کا تعقب کیا یہاں تک کہ وہ حرم مطہر امام رضا علیہ السلام سے جا لگا۔ کتا اپنی جگہ ٹھہر گیا اور وہ ہرن پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ میں نے کتے کو حملہ کرنے کے لئے بہت ابھارا مگر اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ کافی دیر تک کتا اور ہرن اپنی اپنی جگہ کھڑے رہے۔ ہرن جیسے ہی دیوار سے جدا ہوتا ویسے ہی کتا بھی اپنی جگہ سے حرکت کرتا اور جب ہرن دیوار سے لگ جاتا تو کتا ٹھہر جاتا، یہاں تک کہ ہرن حرم میں داخل ہو گیا تو میں بھی فوراً حرم میں داخل ہو گیا مگر کتا اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھا۔

منصور کا بیان ہے کہ حرم میں ابونصر قاری بیٹھا ہوا تھا، میں نے اس سے پوچھا ہرن کہاں گیا؟ اس نے جواب دیا میں نے نہیں دیکھا۔ منصور بیان کرتا ہے کہ میں نے قدموں کے نشانات کی مدد سے اسے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا، یہاں تک کہ میں تلاش کرنے سے عاجز آ گیا اور سمجھ گیا کہ اس میں صاحب مرقد کی کرامت کارفرما ہے۔ میں نے توبہ کی کہ اب کبھی شرارت نہیں کروں گا اور زائرین کو اذیت نہیں دوں گا۔ جب بھی یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والا واقعہ مجھے یاد آتا ہے، میں فوراً امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو چلا جاتا ہوں۔ اس قبر کی برکت سے میری حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ میں نے چند بیٹوں کی دعا کی سو اللہ تعالیٰ نے حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی برکت سے مجھے عطا کئے۔

زینب کذابہ

صاحب صوعق محرقہ تحریر کرتے ہیں کہ خراساں میں زینب نام کی ایک عورت نے بنت علی علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مامون الرشید نے اس کا ذکر حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے کیا، آپؑ نے فرمایا کہ کل اسے دربار میں طلب کرلیا جائے تو فیصلہ سب کے سامنے ہو جائے گا۔ چنانچہ دوسرے روز وہ دربار میں حاضر کی گئی۔ امام نے اس سے فرمایا کہ مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام و سلام اللہ علیہا کی اولاد کا گوشت خدا نے درندوں پر حرام قرار دیا ہے، اگر تیرا دعویٰ سچا ہے تو ''برکۃ السباع'' میں داخل ہو جا جس میں حاکم خراسان نے خونخوار درندے پال رکھے ہیں۔

اس عورت نے جواب دیا کہ آپؑ بھی تو اولادِ علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور بی بی صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا میں سے ہیں، آپؑ پہلے برکۃ السباع میں داخل ہو کر اس کا ثبوت دیں تاکہ آپؑ کی بات سچ مانی جاسکے۔ چنانچہ امامؑ اس میں بے دریغ داخل ہو گئے تو تمام درندے آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور گردن جھکائے آپؑ کے سامنے کھڑے رہے۔ آپؑ نے شفقت سے ان کے سر و پشت پر ہاتھ پھیرا اور تمام خلائق خراسان نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کچھ دیر کے بعد آپؑ باہر تشریف لائے تو لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

جب اس عورت سے برکۃ السباع میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تو وہ پریشان ہوگئی اور اس نے اس میں داخل ہونے سے منع کیا لیکن حاکم نے اسے جبراً برکۃ السباع میں ڈلوادیا، چند ہی منٹوں میں درندوں نے اسے چیر پھاڑ کر چٹ کرلیا، اس دن کے بعد سے اس کا نام زینب کذابہ مشہور ہوگیا۔

خواب کی حقیقت

علامہ ابن حجر مکی تحریر کرتے ہیں کہ محمد بن عیسیٰ ابن حبیب نے خواب میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے شہر کی اس مسجد میں دیکھا جس میں حاجی اترتے تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، اس وقت آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک طشت رکھا تھا جس میں نہایت عمدہ کھجوریں رکھی تھیں۔ محمد بن عیسیٰ کے سلام کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک مٹھی بھر کر کھجوریں عطا فرمائیں۔ جب کھجوروں کو شمار کیا تو وہ اٹھارہ تھیں۔ محمد بن عیسیٰ سمجھے کہ اب میری عمر کے اٹھارہ سال باقی رہ گئے ہیں۔

علامہ تحریر کرتے ہیں کہ اس خواب کے بیس دن بعد حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام اس شہر میں تشریف لائے اور اسی مسجد میں آپؑ نے قیام فرمایا۔ جب محمد بن عیسیٰ وہاں پہنچے تو دیکھا امام مسجد میں اسی مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا اور بالکل ویسا ہی ایک طشت (تھال) سامنے رکھا ہے اور بالکل ویسی ہی کھجوریں اس میں رکھی ہوئی ہیں جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خواب میں رکھی ہوئی دیکھی تھیں۔ انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور اپنے قریب بلا کر ایک مٹھی بھر کر کھجوریں مرحمت فرمائیں۔ جب انہیں شمار کیا تو پوری اٹھارہ تھیں۔ محمد بن عیسیٰ نے عرض کیا مولاؑ! کچھ اور بھی عنایت فرمایئے۔ امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد بن عیسیٰ! اگر ہمارے جدامجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے زیادہ عطا فرمائی ہوتیں تو ہم بھی زیادہ دیتے۔

باب الجواد

حالات کا علم رکھنے والے

محمد بن اردمہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک عورت کچھ زیور، کچھ درہم اور کچھ کپڑے لے کر آئی۔ میں نے یہ سب چیزیں اس سے لے کر دیگر سامان کے ساتھ امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنے خاص نمائندے کے ہاتھ بھیج دیں البتہ اس عورت سے یہ دریافت نہ کر سکا کہ یہ کس کی طرف سے ہیں۔ مال کے ساتھ جو خط بھیجا اس میں، میں نے تحریر کیا کہ فلاں عورت کی طرف سے اتنا مال اور فلاں فلاں اشخاص کی جانب سے اتنا مال بھیج رہا ہوں۔ مولا کا جو خط موصول ہوا اس میں تحریر تھا کہ تم نے فلاں فلاں اشخاص اور دو عورتوں کی طرف سے جو مال بھیجا ہے وہ موصول ہو گیا ہے۔ اللہ تعالی اسے قبول کرے اور تم سے راضی ہو اور تمہیں ہمارے ساتھ دنیا اور آخرت میں قرار دے۔

محمد کہتے ہیں کہ حضرت نے اپنے خط میں دو عورتوں کا ذکر کیا تو میں شک میں پڑ گیا کہ یہ کسی اور کو بھیجا جانے والا خط نہ ہو مگر مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ ایسا ناممکن ہے۔ میں نے اس سلسلے میں اس عورت کو بلوایا جس کا مال بھیجا تھا، اس نے بتایا کہ اس میں میرے علاوہ میری بہن کا اتنا سامان بھی تھا۔ میں نے کہا کہ ہاں میرے پاس مولا محمد تقی الجواد علیہ السلام کا خط آچکا ہے، اس کے بعد میرا شک دور ہو گیا۔

قید سے رہائی ملنا

علی بن خالد کا بیان ہے کہ وہ سامرہ میں تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ خلیفہ محمد بن عبدالملک زیاد نے ایک شخص کو شام کے علاقہ سے لاکر زنجیروں سے جکڑ کر قید کر دیا ہے۔ لوگوں نے اس کے قید کرنے کا سبب نبوت کا دعویٰ بتایا۔ میں اسے دیکھنے قید خانے گیا اور دربانوں سے اجازت لے کر اس شخص کے پاس گیا۔ گفتگو سے وہ صاحب عقل و فہم لگا۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میں شام میں اس مقام پر عبادت کیا کرتا تھا جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو رکھا گیا تھا۔ ایک رات میں محراب عبادت کی طرف بار بار دیکھتا کہ ایک بارعب شخص کو وہاں دیکھا۔ اس شخص نے بتایا کہ میں کافی دیر تک اس طرف دیکھتا رہا۔ اس شخص نے فرمایا کہ اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ وہ مجھے لے کر چلے۔ تھوڑی دیر میں مسجد کوفہ آ گئی۔ انہوں نے نماز ادا کی، میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے، میں نے بھی آپ کے حکم کی بجا آوری کی اور آپ کے ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچ گئے۔ آپ نے روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی اور سلام کیا اور نماز ادا فرمائی میں نے بھی سلام عرض کیا اور آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں پایا۔ میں آپ کے ساتھ عمرہ ادا کرنے تک رہا پھر اچانک میں نے کیا دیکھا کہ میں اسی جگہ شام میں موجود ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ وہ بزرگ میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوا۔

علی بن خالد کا بیان ہے کہ اس شخص نے بیان کیا کہ دوسرے سال پھر میں نے اس شخص کو شام میں اسی مقام پر دیکھا، میں اس کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ آپ نے پھر مجھے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ آپ سال گزشتہ کی طرح پھر تینوں مقامات پر مجھے ساتھ لے

گئے۔ جب شام میں مجھ سے جدا ہونے لگے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو وہ قدرت دی ہے جس کو میں نے ملاحظہ کیا، آپ کون ہیں؟ فرمایا میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر صادق علیہ السلام ہوں۔

وہ بیان کرتا ہے کہ جو بھی شخص میرے پاس آتا میں اس کو اس واقعہ سے آگاہ کرتا۔ کسی نے یہ بات خلیفہ محمد بن عبدالملک زیات تک پہنچا دی۔ اس نے میرے پاس اپنا نمائندہ بھیجا۔ وہ مجھے گرفتار کرکے عراق لے آیا۔ محمد بن عبدالملک کو جب میرے مفصل حالات معلوم ہوئے تو اس نے کہا کہ جو شخص تجھے شام سے کوفہ، مدینہ اور مکہ لے کر گیا تھا وہی تجھے میری قید سے آزادی دلائے گا۔ علی بن خالد بیان کرتا ہے کہ میں اس کے حالات سن کر بہت غمگین ہوا، دوسرے دن صبح قید خانے کی طرف گیا تا کہ قیدی کو صبر کی تلقین کرسکوں۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ قید خانے پر متعین خلیفہ کے کارندے پریشان ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قیدی رات کو قید خانے سے گم ہو گیا ہے۔

ہاتھ لگانے سے بصارت ملنا

محمد بن میمون کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ میں امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت تک آپ خراسان تشریف نہیں لے گئے تھے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مدینہ جانا چاہتا ہوں مجھے ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں خط تحریر کر دیجئے۔ یہ سن کر حضرت مسکرائے اور خط تحریر کر دیا۔ میں وہ خط لے کر مدینہ منورہ آ گیا۔

محمد کا بیان کرتے ہیں کہ میری بصارت زائل ہو چکی تھی، جب میں امام تقی الجواد علیہ السلام کے دولت کدہ پر پہنچا تو آپ کا خادم باہر آیا اور حضرت امام تقی الجواد علیہ السلام کو جھولے میں لٹا دیا۔ میں نے آپ کی خدمت میں خط پیش کیا۔ آپ نے

خادم سے فرمایا کہ مہر توڑ دو اور اسے پھیلا دو۔ اس نے مہر توڑ کر اسے پھیلا دیا۔ خط کا مطالعہ فرمانے کے بعد فرمایا اے محمد! تمہاری بصارت کا کیا حال ہے؟ عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ کے فرزند! میری بیماری میں آنکھیں مبتلا ہوگئی تھیں جس کی وجہ سے میری بصارت زائل ہوگئی۔ اس حالت کو آپ خود ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ فرمایا میرے قریب آؤ۔ میں قریب ہوگیا۔ آپ نے ہاتھ پھیلا کر میری آنکھوں پر مس کیا، میری بصارت بیمار ہونے سے پہلے سے بھی زیادہ ٹھیک ہوگئی۔ میں نے حضرت کے ہاتھ پاؤں چومے، اس دن سے میں صاحب بصارت ہوں۔

دل کا حال جاننا

محمد بن علی الہاشمی کا بیان ہے کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس اس صبح سب سے پہلے پہنچا جس شب میں آپ کی شادی خلیفہ مامون الرشید کی بیٹی ام الفضل سے ہوئی تھی۔ رات کو دوا کھانے کی وجہ سے مجھے شدت کی پیاس لگ رہی تھی مگر میں نے اس کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ حضرت نے میری جانب دیکھا تو تبسم فرمایا اور اپنے غلام سے مجھے پانی پلانے کے لئے کہا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ آج مجھے یقیناً زہر آلود پانی ملے گا، اس خیال کے آتے ہی مجھ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور میں ششں و پنج میں مبتلا ہوگیا کہ پانی پیوں یا نہیں؟

پانی آنے پر امام محمد تقی الجواد علیہ السلام نے غلام سے کہا کہ اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے پلا دو۔ غلام نے پانی برتن سے انڈیلا تو امام نے اسے نوش فرمایا اور مجھے دیا لیکن پیاس کی شدت کے باعث ایک گلاس پانی سے میری پیاس نہ بجھ سکی، پیاس لگنے کے باوجود وہم کے سبب مجھ میں ہمت نہ ہوئی کہ دوبارہ پانی مانگوں۔ حضرت نے غلام سے دوبارہ پانی خود ہی طلب کیا اور پہلے خود پیا پھر مجھے دیا۔ اس وقت مجھے یقین ہوگیا کہ امام دلوں کے حال جانتے ہیں۔

علماء کا امتحان

ایک روز خلیفہ مامون الرشید، امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے صاحبزادے کے پاس پہنچا، آپ اس وقت بچوں کے درمیان تھے۔ بچے خلیفہ کو دیکھ کر بھاگ گئے لیکن امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی، آپ اسی مقام پر کھڑے رہے۔ مامون نے کہا اے بچے تو دوسرے بچوں کی طرح کیوں نہیں بھاگا؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ نہ تو میرا کوئی قصور تھا کہ میں ڈر کر بھاگتا اور نہ ہی راستہ تنگ تھا کہ تیرے لئے اس میں گنجائش پیدا کرتا۔ مامون کو اس بچے کی گفتگو نے بہت متاثر کیا۔ اس نے آپ کا نام دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے محمد تقی کہتے ہیں اور میں امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کا پسر ہوں۔ مامون نے مزید دریافت کیا کہ یہ درست کہ آپ امام زادے ہیں مگر یہ تو بتائیں کہ کیا علوم میں سے کچھ جانتے بھی ہیں؟ مامون کے انداز گفتگو پر حضرت امام تقی الجواد علیہ السلام کے ماتھے پر شکن پڑگئی اور فرمایا مجھ سے آسمان کی خبروں کے متعلق جو چاہو پوچھو۔ امام الجواد علیہ السلام کے اس بے دھڑک جواب کو سن کر مامون نے اسی میں عافیت جانی کہ وہاں سے روانہ ہوجائے مگر اس کے دل میں ایک کانٹا چبھ گیا اور وہ راستہ بھر اسی فکر میں رہا کہ کس طرح اس بچے کو ختم کیا جائے۔

مامون شکارگاہ پہنچا تو اس نے باز کو ہاتھ سے اٹھایا، دائیں بائیں نظر کی لیکن کوئی شکار نظر نہ آیا۔ اسی دوران باز ہاتھوں پر پھڑ کا تو مامون الرشید نے اسے چھوڑ دیا، وہ شکار کی تلاش میں بلندی پر چلا گیا حتی کہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو وہ اپنی منقار میں سانپ پکڑے ہوئے تھا۔ مامون نے سانپ کو رکھوا دیا اور اپنے مصاحبین سے تمکنت سے کہا کہ آج اس بچے کی موت میرے ہاتھ لکھی ہے۔ وہ جب شکارگاہ سے واپس پلٹا تو امام بچوں کے درمیان موجود تھے۔ بچے خلیفہ کی سواری کو دیکھ کر ایک مرتبہ پھر بھاگ گئے اور امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ کھڑے رہے۔ جب خلیفہ

مامون کی سواری نزدیک پہنچی تو اس نے امامؑ سے پوچھا کہ تمہارے پاس امتحان کی خبروں میں کیا ہے؟

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد گرامی قدر نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی جو انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے، انہوں نے رب العالمین جل شانہ سے سنی، وہ فرماتا ہے کہ آسمان اور ہوا کے درمیان موجیں مارتا ہوا سمندر ہے جس میں سانپ ہیں، جن کے پیٹ سبز اور پشت پر دھاریاں ہیں۔ بادشاہ باز کے ذریعہ ان کا شکار کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ علماء کا امتحان لیتے ہیں۔ مامون الرشید کے پاس خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

مولاؑ کی ناراضگی

محمد بن ریان کہتے ہیں کہ امام محمد تقی الجواد علیہ السلام کے کردار کو آزمانے کے لئے مامون الرشید نے مخارق گوئے کو جو بڑا دراز ریش تھا بلایا اور محل کے اس حصے میں بھیج دیا جہاں امام محمد تقی الجواد علیہ السلام کی رہائش تھی۔ وہ محل میں جا کر امام محمد تقی علیہ السلام کی نشست گاہ کے سامنے بیٹھ گیا اور اتنی بلند آواز میں گانے لگا کہ محل کے سب لوگ جمع ہو گئے۔ مخارق گانے کے ساتھ ساتھ سارنگی بھی بجا رہا تھا۔ کافی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن حضرتؑ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی، آخرکار ایک مرتبہ آپؑ نے سر اٹھا کر گوئے کی اس حرکت پر ناراض ہو کر فرمایا کہ اے بوڑھے! خوف خدا کر اور اپنی اس حرکت سے باز آجا۔

محمد کا کہنا ہے کہ امام محمد تقی الجواد علیہ السلام کے یہ فرماتے ہی مخارق گوئے کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور سارنگی اس کے ہاتھ سے گر گئی، مرتے دم تک اس کے دونوں ہاتھ بے کار ہو گئے۔

باب الہادیؑ

دلوں کا بھید جاننے والے

محمد بن سہیل سے مروی ہے کہ میں مکہ میں مجاور تھا اور مدینہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے کپڑا مانگنے کا ارادہ کیا جس سے مجھے کفن دیا جائے لیکن مانگنے کا موقع نہ ملا۔ میں نے خط لکھ کر کپڑا مانگنے کا ارادہ کیا اور خط لکھ کر مسجد میں آیا، دو رکعت نماز پڑھی اور سو مرتبہ استغفراللہ کیا، لیکن دل میں خیال آیا کہ خط نہیں بھیجنا چاہئے۔ میں نے خط پھاڑ ڈالا اور مدینہ سے واپس مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

محمد بن سہیل کا کہنا ہے کہ میں ایک قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ دوران سفر جب قافلہ نماز کے لئے ٹھہرا تو ایک قاصد رومال میں کپڑا لپیٹے ہوئے صفوں میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ پوچھا محمد بن سہیل قمی کون ہے؟ میرے قریب آ کر اس نے کہا کہ آپ کے آقا امام محمد تقی علیہ السلام نے یہ کپڑا بھیجا ہے۔ احمد بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ محمد بن سہیل کی موت کے بعد اسے غسل دیا اور اسی کپڑے کا کفن پہنایا جو امام علی نقی علیہ السلام سے میرے والد کو ملا تھا۔

صحرا میں چشمہ جاری ہونا

راوی ابوالعباس فضل بن احمد اسرائیل کا بیان ہے کہ میں ان لوگوں میں تھا جو متوکل کے حکم سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے سامرہ میں لانے والے

تھے۔ ہم لوگ امام کو لے کر مدینہ سے ایک طویل منزل والے راستے سے روانہ ہوئے، دن بہت گرم تھا، ہم نے اترنے کے لئے عرض کیا، فرمایا نہیں! مجھے احساس ہے کہ تم بھوکے اور پیاسے ہو، ہم نے عرض کی خدا کی قسم آقا! ہم لاچار ہو چکے ہیں۔ فرمایا سائے میں بیٹھ کر کھاؤ اور پانی پیو۔ ہمیں آپ کی بات پر تعجب ہوا کہ ہم ایک ایسے صحرا میں ہیں جہاں آرام کرنے کے لئے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی اور نہ ہی اس میں پانی اور سایہ ہے، فرمایا سائے میں بیٹھ جاؤ، ناگاہ میں نے دو بڑے درختوں کو دیکھا جس کے سائے میں کافی لوگ بیٹھ سکتے تھے۔ میں اس جگہ کو جانتا تھا کہ وہ ایک بے آب و گیاہ میدان تھا۔ میں نے زمین پر پانی کے چشمے کو بہتے ہوئے دیکھا جو نہایت شیریں اور سرد تھا۔ ہم لوگ نیچے اترے کھانا کھایا اور پانی پیا اور تھوڑی دیر آرام کیا۔

ابو العباس کا بیان ہے کہ میں بنظر غائر، فکر کے انداز میں امام کی جانب کافی دیر تک دیکھتا رہا۔ آپ نے مسکرا کر میری جانب سے اپنا چہرہ موڑ لیا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ کیسے ہوگیا اور میں اس کی حقیقت ضرور معلوم کروں گا۔ سب سے نگاہیں بچا کر میں نے درخت کے عقب سے آکر زمین میں اپنی تلوار دفن کردی اور نشانی کے طور پر اس پر دو پتھر رکھ دیے، نماز کی تیاری کی۔ ابوالحسن نے فرمایا، آرام کرلیا، ہم نے کہا ہاں، فرمایا اللہ کا نام لے کر کوچ کرو۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں اس جگہ واپس آیا جہاں تلوار کو دفن کیا تھا۔ میں نے تلوار اور نشانی کو تو ویسے ہی پایا مگر مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وہاں درخت، پانی، سایہ اور تری کو پیدا ہی نہیں کیا تھا۔ میں اس بات سے حیران رہ گیا۔ میں نشان قدم کی رہنمائی میں لوگوں سے آکر مل گیا۔ ابو الحسن نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا اے ابو العباس! تجربہ کرلیا، میں نے عرض کیا آقا مجھے شک تھا، اب میں آپ کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں سے زیادہ دولت مند ہوں۔

قالین کا شیر

ایک ہندوستانی جادوگر متوکل خلیفہ ابوالقاسم بن شعبد کے پاس آیا، اس جادوگر نے جادو کے بہت ہی حیرت انگیز کرتب خلیفہ کو دکھائے۔ خلیفہ متوکل نے اس سے کہا کہ میرے دربار میں ایک نہایت شریف شخص آنے والا ہے، اگر تو اس کو شرمندہ کر دے تو میں تجھ کو ایک ہزار اشرفی دوں گا۔ وہ ہندی شعبدہ باز اس بات پر آمادہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ اے بادشاہ! جب وہ شخص آئے تو تم اس کے کھانے کا اہتمام کرنا اور اس کے لئے نہایت باریک روٹیاں تیار کرا کر دستر خوان پر رکھوا دینا اور مجھے اس کے پہلو میں بیٹھنے کا حکم دینا۔ میں وہ کرتب دکھاؤں گا کہ وہ سخت شرمندہ ہوگا۔ یہ سن کر متوکل کی باچھیں کھل گئیں۔ چنانچہ جب حضرت امام علی نقی علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے لئے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ سب کھانے پر بیٹھے۔ خلیفہ متوکل نے اس ہندی جادوگر کو بھی ساتھ ہی بیٹھ جانے کے لئے کہا۔ کھانا شروع ہوا تو اس نامراد شعبدہ باز نے اپنی عاقبت خراب کرنے کا حیلہ پیدا کیا کہ جو کھانا امام لینا چاہتے وہ اپنے جادو سے اس کو غائب کر دیتا اس پر لوگ ہنس دیتے۔

مولانا جامی کہتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام جادوگر کی اس حرکت پر غضبناک ہوئے اور سامنے دیوار پر لٹکے ہوئے قالین پر بنے شیر کو حکم دیا کہ اللہ کے دشمن کو پکڑ لو، شیر کی تصویر نے دوڑ کر جادوگر کو نگل لیا۔ بعدازاں امام نے شیر کو حکم فرمایا کہ اپنی اصلی جگہ پر چلا جائے، لہٰذا وہ پھر قالین میں اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ متوکل اس پر سخت نادم ہوا اور مولا سے درخواست کی کہ آپ اس ہندی شعبدہ باز کو دوبارہ زندہ فرما دیں لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر عصائے موسیٰ نے سامری کے سانپ نگل دیے ہوتے تو یہ شیر بھی اسے اگل دیتا۔ یہ فرمانے کے بعد آپ دربار سے لوگوں کو حیرت زدہ چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ اس شعبدہ باز کو اس دن کے بعد کسی نے نہ دیکھا۔

زمین پر اللہ کی حجت

یحییٰ بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ مجھے متوکل نے بلایا اور کہا کہ اپنی پسند کی تین سواریاں لے لو اور کوفہ روانہ ہو جاؤ۔ وہاں اپنا ساز و سامان رکھ کر جنگل کی راہ سے مدینہ روانہ ہو جانا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ میرے پاس لے آؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ میں تمام لوازمات مکمل کرنے کے بعد روانہ ہو گیا۔ ہمارے ساتھیوں میں ایک شخص شاری تھا جو شرارت کا سردار تھا۔ میرا ایک کاتب تھا جو شیعہ عقیدہ رکھتا تھا اور میں خود کافر (مذہب حشویہ کا پیرو) تھا۔ شاری، کاتب سے مناظرہ کرتا اور ہم سفر طے کرنے میں ان کے مناظرہ سے لطف اندوز ہوتے، ہم نے نصف راستہ طے کر لیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ شاری نے کاتب سے کہا کہ تمہارے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ قول نہیں ہے کہ زمین کے ہر ٹکڑے میں یا تو قبر موجود ہے یا آئندہ موجود ہوگی۔ ذرا اس لق و دق میدان کو ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں کون دفن ہوگا تا آنکہ تمام دنیا قبروں سے پُر ہو جائے اور تمہارا اس بات پر اعتقاد ہے۔ میں نے کاتب سے پوچھا کہ کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے؟ اس نے کہا ہاں، میں نے کہا اس بڑے لق و دق میدان میں کون مرے گا تا کہ یہ قبر سے پُر ہو جائے۔ ہم شیعہ کاتب کے جواب پر ہنستے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

یحییٰ بیان کرتا ہے کہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے دروازے پر گیا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے متوکل کا خط پڑھا، فرمایا اتر جائیے، مجھے جانے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ میں دوسرے روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہمارا گرمی سے

بہت بڑا حال تھا، حضرتؑ کے پاس ایک درزی موجود تھا جو آپؑ کے اور آپؑ کے بچوں کی خاطر موٹے کپڑے کا لباس سی رہا تھا۔ میں نے لباس کو دیکھ کر تعجب کیا۔ دل میں کہتا تھا کہ مدینہ میں گرمی سے بڑا حال ہے۔ مدینہ اور عراق کے درمیان صرف بیس دن کا فاصلہ ہے پھر آپؑ ان کپڑوں کو گرمی میں کس طرح کام میں لائیں گے؟ کبھی سوچتا تھا کہ آپؑ نے کبھی سفر نہیں کیا اور آپؑ کا خیال ہوگا کہ ہر مسافر کو ان کپڑوں کی ضرورت پڑتی ہے اور کبھی شیعوں پر تعجب ہوتا تھا کہ ایسے شخص کو امام کہتے ہیں حالانکہ آپؑ کے فہم کا یہ عالم ہے۔

میں نے چلنے کی تیاری کی اور صبح کو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے بچوں سے فرمایا کوچ کرو اور اپنے نمدے کی ٹوپیاں اور بڑی ٹوپیاں ساتھ لے لیں مجھے آپ کی عقل پر افسوس ہوا۔ ہم چل کر وہاں پہنچ گئے جہاں قبروں کے بارے میں مناظرہ ہوا تھا۔ بادل بلند ہوئے آسمان سیاہ ہوگیا، کڑکا، چمکا اور ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ پتھروں کی مانند ہم پر اولے پڑے۔ حضرتؑ نے خود اور اپنے بچوں پر کوٹ کس دیے، نمدے کی اور بڑی ٹوپیاں پہن لیں۔ بچوں سے فرمایا کہ یحییٰ کو گدا اور کاتب کو بڑی ٹوپیاں دے دو، اولوں کی بارش شروع ہوگئی۔ میرے اسی (۸۰) آدمی مرگئے۔ بادل چلا گیا، گرمی پھر آگئی۔

امام علی نقی علیہ السلام نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ اے یحییٰ! اپنے بقیہ اصحاب سے کہو کہ اپنے مردہ ساتھیوں کو دفن کریں، اللہ اسی طرح بیابان کو قبور سے پُر کرتا ہے۔ یحییٰ نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو گھوڑے سے گرادیا، حضرتؑ کی رکاب اور پاؤں کو چومنے لگا اور میں نے کہا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد ﷺ عبدہ و رسولہ، آپ حضرات علیہم السلام زمین پر نائب ہیں۔ پہلے میں کافر تھا۔ اے آقا! اب میں آپؑ کے ہاتھوں پر اسلام لاتا ہوں۔ یحییٰ نے کہا میں شیعہ ہوگیا۔

خواب میں مال سے آگاہ کرنا

ابو ہاشم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے رسول ﷺ اللہ کے فرزند! میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ صاحب مال تھے اور مجھے پتہ نہیں کہ مال کہاں رکھا ہے۔ میں کثیر العیال اور آپؑ کا دوست ہوں، میری مدد فرمائیے۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ عشاء کی نماز ادا کرو تو محمد ﷺ و آل محمد علیہم السلام پر درود پڑھو، اس صورت میں خواب میں تیرا باپ آئے گا اور مال سے آگاہ کرے گا۔ اس نے عمل کیا۔ اس کا باپ خواب میں آیا اور کہا میرے فرزند، مال فلاں فلاں جگہ موجود ہے۔

راوی ابو ہاشم کا بیان ہے کہ خواب میں باپ نے بیٹے کو مزید ہدایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے فرزند کو آگاہ کرو کہ میں نے تمہیں مال بتا دیا ہے۔ اس شخص نے مال لے کر امام محمد تقی علیہ السلام کو آگاہ کیا اور کہا اس ذات کی حمد ہے، جس نے آپؑ کو مکرم کیا اور چنا۔

باب العسکریؑ

نابینا کو شفا ملنا

الحاج میرزا سیّد باقر خان تہرانی المعروف بہ حاج ساعد السلطان، ۱۳۲۳ ہجری میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زیارات کے قصد سے عراق روانہ ہوئے۔ کاظمین پہنچے تو ان کا چار سال کا اکلوتا بیٹا سیّد محمد آنکھوں کے شدید درد میں مبتلا ہو گیا۔ کئی روز تک اس کے علاج میں مصروف رہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پھر وہ سامرہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں گرمی کی شدت اور گرد و غبار اور سفر کی تکان کے باعث بچے کا درد چشم کئی گنا بڑھ گیا۔ سامرہ پہنچنے پر بچے کو حافظ الصحت اور افلاطون زمان کے پاس لے گئے اور علاج شروع کرایا لیکن اسے افاقہ نہ ہوا، انہوں نے بچے کو بغداد میں آنکھ کے ڈاکٹر کے پاس بھجوانا تجویز کیا اور کہا کہ اس میں غفلت کرنا خطرناک ہے۔ کیونکہ باقر خان سامرہ میں دس دن قیام کرنے کا عزم کر چکے تھے اس وجہ سے حکیم کی ہدایت پر توجہ نہ دی، وقت کے ساتھ ساتھ بچے کی تکلیف بڑھتی گئی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بچے نے ایک لمحے کے لئے بھی رونا اور چیخنا چلانا بند نہیں کیا۔ گھر کے افراد اور ہمسائے رات بھر سو نہیں سکے، دوسرے دن صبح کو حکیم صاحب کو پھر دکھایا تو انہوں نے کہا کہ تم نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا اور بچے کو بغداد کے ڈاکٹر کو نہیں دکھایا اب بچے کی آنکھ کی بینائی ختم ہو گئی ہے۔ البتہ اس حکیم نے بچے کی آنکھ کے غدود جو باہر نکل آئے تھے انہیں سختی کے ساتھ دبا کر اندر کیا، بچہ درد کی شدت سے غش کر گیا۔

دس یوم مکمل ہونے پر سیّد باقر خان نے روانگی کا عزم کیا اور حرم اقدس کی زیارت کے بعد امامین علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر زیارت عاشورہ پڑھنے میں مشغول

ہو گئے۔ اس دوران ان کا ملازم حاجی فرہاد بچے کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا، بچے کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے ضریح اقدس سے بچے کو مس کیا اور بعد از زیارت حرم اقدس سے چلا گیا۔ بچے کے باپ نے بیٹے کی اس حالت پر غور کیا اور دل میں خیال آیا کہ بچے کو صحیح و سالم آنکھوں کے ساتھ زیارات پر عراق آیا تھا، اب بچے کو اندھی آنکھوں کے ساتھ واپس لے کر گھر جاؤں گا۔ اس خیال کے آتے ہی اس کا دل بھر آیا اور بے اختیار گریہ و نالہ و فریاد کرنے لگا اور زیارت کا بقیہ حصہ پڑھنا بھی بھول گیا۔ غم سے بے حال ہو کر وہ حرم کے ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ اسی اثناء وہ بچہ اپنے ماموں کے ساتھ حرم میں داخل ہوا اور باپ کی گود میں بیٹھ گیا اور کہا، بابا جان میں اچھا ہو گیا، مجھے نظر آنے لگا اور آنکھوں میں اب درد بھی نہیں ہو رہا، باپ حیرت زدہ تھا، بچے کی آنکھوں کی سرخی بھی جاتی رہی۔

بچے کے ماموں نے بتایا کہ حرم سے جانے کے بعد بچہ میری گود میں تھا اور اس کا سر میرے کندھے پر تھا، اس دوران اس نے آنکھوں سے پٹی کھولی اور مجھے بتایا کہ میری آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ باپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور دونوں اماموں علیہم السلام کی خدمت میں عذر خواہی اور شکر گزاری کی اور خوش و خرم حرم سے باہر آئے، اس کے بعد حافظ الصحت کے پاس گئے، طبیب نے جب بچے کی آنکھیں دیکھیں تو وہ بھی حیرت زدہ ہو گیا اور بچے کی آنکھوں پر بوسے دینے لگا۔ جب اس سے شفاء کی کیفیت بیان کی گئی تو وہ بھی اہلبیت علیہم السلام پر صلوات بھیجنے لگا۔

جانور بھی حکم کے تابع ہیں

احمد بن حارث قزوینی روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ معتمد باللہ عباسی کے دور حکومت میں اس کا باپ داروغہ اصطبل تھا۔ اس اصطبل میں ایک نہایت حسین خچر آیا جو قد و قامت، چال ڈھال، حسن و جمال میں کمال رکھتا تھا مگر شہ زور اتنا تھا کہ کوئی اس پر

سواری نہ کر سکتا تھا۔ میرے باپ نے اسے خلیفہ کے روبرو پیش کیا، وہ خوش ہوا اور سواری کرنا چاہی مگر کوئی بھی اس کو لگام نہ دے سکا اور نہ ہی اس کی پشت پر زین کس سکا۔ وزیر نے مشورہ دیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو دربار میں بلا کر ان سے خواہش ظاہر کی جائے کہ وہ خچر پر سوار ہوں، ممکن ہے کہ وہ اس کوشش کے دوران ہلاک ہو جائیں، اس طرح خلیفہ کو ان سے نجات مل جائے گی۔

خلیفہ نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اس خوبصورت خچر پر سواری کریں۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے باپ کی طرف اشارہ کیا کہ لگام کو چڑھاؤ مگر میرے باپ نے عرض کی کہ وہ ایسا کرنے سے عاجز ہے کیونکہ خچر شہ زور ہے۔ امام علیہ السلام آگے بڑھے، خچر نے گردن جھکالی، آپ نے لگام پہنائی، زین خچر کی پشت پر رکھی۔ خچر پسینے میں غرق تھا۔ خلیفہ کی خواہش پر آپ اس خچر پر سوار ہوئے اور صحن دربار کے کئی چکر لگائے۔ دربار میں مرحبا مرحبا کا شور بلند ہوا۔ بعدازاں خلیفہ نے وہ خچر امام حسن عسکری علیہ السلام کو تحفے کے طور پر پیش کر دیا۔

دلی مراد کا بر آنا

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے کہ ایک زمانہ میں، میں بہت پریشان حال تھا اور کم از کم مجھے تین سو درہم کی ضرورت تھی جبکہ میرے والد کو پانچ سو درہم کی علیحدہ ضرورت تھی۔ ہم نے باہم مشورہ سے ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں جانے کا قصد کیا۔ ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو امام نے ہماری طویل غیر حاضری کی وجہ دریافت فرمائی، جس کی ہم نے معذرت کی اور شرم کی وجہ سے اپنی ضروریات کا اظہار کئے بغیر واپسی کا ارادہ کیا۔ ابھی دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ خادم نے آ کر ایک تھیلی مجھے اور ایک تھیلی میرے والد گرامی

کو دی اور کہا کہ امام نے فرمایا ہے کہ اپنی ضرورت میں کام لاؤ۔ ہم نے تھیلی کو شمار کیا تو میری تھیلی میں تین سو اور والد کی تھیلی میں پانچ سو درہم تھے۔

امام کی دعا سے بارش کا ہونا

خلیفہ معتمد عباسی کے دور میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کے آثار نمودار ہوئے۔ مسلمانوں نے خلیفہ وقت کے حکم پر دو دن متواتر میدان میں جمع ہو کر نماز استسقاء پڑھی، جس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تیسرے دن عیسائیوں کی ایک جماعت اپنے پادری کی معیت میں میدان میں آئی اور کھلے آسمان کے نیچے دعا کی۔ بارش ایسی ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ دوسرے دن بھی یہی عمل دہرایا گیا اور سخت بارش ہوئی۔ لوگوں کے اعتقاد متزلزل ہو گئے اور عیسائیت کی طرف راغب ہونے لگے۔

معتمد عباسی کو مسلمانوں کے ایمان متزلزل ہونے کے باعث اپنی حکومت جانے کا خوف ہوا۔ بحالت مجبوری امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید خانہ سے بلوایا اور صورت حال سے آگاہ کیا اور دین حق کو بچانے کی درخواست کی۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ پادری کو میدان میں بلوایا جائے اور ایک مرتبہ پھر دعا مانگنے کو کہا جائے۔ امام کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ پادری نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے تو بارش شروع ہو گئی۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے بڑھ کر پادری کی انگلیوں میں سے کوئی چیز نکال کر رکھ لی اور فرمایا کہ اب دعا کرو۔ اس نے دعا کی تو کوئی اثر نہ ہوا بلکہ آئے ہوئے بادل واپس ہو گئے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے جو چیز پادری سے لی تھی جیب سے نکال کر خلیفہ کو دی اور خود میدان میں آ گئے۔ دست دعا بلند فرمائے، طوفانی بارش شروع ہوئی، سارے گلی کوچے تالاب بن گئے۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ آپ کے قدموں میں گر پڑے اور

فریاد کی کہ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند! بادلوں کو حکم دیجئے کہ اب نہ برسیں ورنہ شہر برباد ہو جائے گا۔ آپ نے دعا کی، بارش ختم ہو گئی۔

خلیفہ نے حیرانی سے پوچھا فرزند رسول، یہ کیا راز ہے؟ فرمایا کسی نبی کی قبر سے اس پادری کو نبی کی ہڈی مل گئی تھی وہ جب اس کو ہاتھ میں لے کر زیر آسمان بلند کرتا تھا تو باران رحمت کا نزول ہوتا تھا، وہ ہڈی میں نے اس سے لے لی تو وہ بے بس ہو گیا۔

باب المہدی

علامہ احمد اردبیلی کے مسائل کے جوابات

سید امیر علام بیان کرتے ہیں کہ میں نجف اشرف میں ایک شب مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حرم کے خاص صحن میں ٹہل رہا تھا کہ ناگاہ میں نے ایک شخص کو ضریح مطہرہ کی جانب جاتے ہوئے دیکھا۔ میں اس شخص کو پہچاننے کے لئے آگے بڑھا تو دیکھا کہ وہ میرے استاد تقی ذکی علامہ شیخ احمد اردبیلی نور اللہ مرقدہ ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی میں پاس ادب سے دوسری طرف چھپ گیا۔ میں نے دیکھا کہ علامہ صاحب جب روضہ مطہرہ کے دروازے پر پہنچے تو وہ بند تھے لیکن جیسے ہی میرے استاد آگے بڑھے دروازے خود بخود کھل گئے اور علامہ صاحب روضہ مقدس کے اندر تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے اس طرف روانہ ہوا کہ انہیں میری موجودگی کا احساس نہ ہو۔

سید امیر علام بیان کرتے ہیں کہ قریب پہنچ کر میں نے محسوس کیا کہ علامہ صاحب کسی سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے ہیں جبکہ وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ اس کے بعد وہ حرم سے باہر نکل گئے۔ ان کے حرم سے باہر نکلنے کے بعد حرم کے دروازے پھر خود بخود بند ہو گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے اس طرح روانہ ہوا کہ ان کو معلوم نہ ہو کہ میں ان کے پیچھے آ رہا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ نجف اشرف کی آبادی سے باہر نکل گئے، میں بھی ان کے تعاقب میں مسلسل چلتا رہا تا آنکہ وہ مسجد کوفہ میں داخل ہو گئے اور اس محراب مقدس میں کھڑے ہوئے جس میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ضرب شمشیر لگی تھی۔ علامہ صاحب وہاں محراب میں تھوڑی دیر کھڑے رہے پھر واپس شہر کی

جانب روانہ ہوئے ۔ میں بھی بدستور علامہ احمد اردبیلی کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا ۔ مسجد حنانہ تک پہنچ کر مجھے اتفاق سے کھانسی آ گئی اس پر استاد محترم نے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور مجھے پہچان لیا اور میرا نام لے کر دریافت کیا کہ تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو روضہ مولائے کائنات علیہ السلام سے ہی آپ کے ساتھ ہوں ۔ آپ کو مولا کی قسم دیتا ہوں جو مشاہدہ فرمایا ہے مجھ سے ارشاد فرمائیے ۔

علامہ احمد اردبیلی مرحوم نے فرمایا کہ میں تمہیں تمام واقعات اس شرط پر بیان کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں تم کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا ۔ میں نے ان کی حسب خواہش وعدہ کیا اس پر انہوں نے فرمایا کہ مجھے چند مسائل کے جوابات درکار تھے جسے لوگوں کو بتانے کے لئے مجھے سخت دقت پیش آ رہی تھی کیونکہ میں ان کے صحیح جواب دینے سے قاصر تھا اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ روضہ حضرت علیؑ علیہ السلام میں حاضر ہو کر ان مسائل کے جوابات حاصل کروں چنانچہ اس مقصد کے لئے رات کے وقت روضہ اقدس میں پہنچا تو جیسا کہ تم نے بچشم خود دیکھا بغیر کلید کے تمام دروازے میرے لئے خود بخود کھلتے چلے گئے ۔ میں اندر چلا گیا تو بارگاہ مجیب الدعوات میں اپنے مسائل کے جوابات لینے کے لئے گڑگڑا کر دعا کی ۔ قبر مطہر سے ندا آئی کہ علامہ احمد! مسجد کوفہ میں جاؤ اور اپنے مسائل کے جوابات میرے بیٹے قائم آل محمد علیہم السلام سے دریافت کرو کیونکہ امام عصر وہ ہیں، یہ سن کر میں مسجد کوفہ گیا جیسا کہ تم نے دیکھا اور جناب آخر الزمان علیہ السلام کی خدمت سے جوابات حاصل کر کے واپس جا رہا ہوں ۔

بحرین میں انار پر نام ابھارنے کا بھید

مولانا سید محمد امروہوی اپنی کتاب ''ملاقات امام'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ بحرین جب انگریزوں کے قبضہ میں تھا تو انہوں نے مصلحتاً مسلمانوں کی آبادی زیادہ دیکھ کر وہاں ایک مسلمان کو حاکم مقرر کر دیا جو ناصبی تھا، اس کا ایک وزیر انتہائی درجہ کا

متعصب اور مومنین کا دشمن تھا۔ ایک دن اس کا وزیر حاکم بحرین کی خدمت میں ایک انار لایا جس پر اللہ محمد ﷺ کے ساتھ خلفائے راشدین کے نام ابھرے ہوئے تھے اور کہا کہ جناب ملاحظہ فرمائیں۔ اب اس ثبوت کے بعد رافضیوں (اہل تشیع) کے جھوٹے مذہب کی کیا حقیقت باقی رہتی ہے۔ حاکم بحرین یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اپنے علماء وفضلاء کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ سب نے متفق ہو کر مشورہ دیا کہ ان رافضیوں سے جواب طلب کیا جائے اور اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو کفار کی طرح جزیہ دیں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں کو اسیر بنا لیا جائے۔ والئی بحرین اس تجویز پر بہت خوش ہوا۔

بحرین کے حاکم نے وہاں رہنے والے مومنین اور سادات کو طلب کیا اور انہیں وہ انار دکھایا اور حکم دیا کہ اگر اس کا جواب تین دن میں نہ دیا تو مثل کفار کے جزیہ دینے کے لئے تیار ہو جاؤ ورنہ قتل کر دئے جاؤ گے۔ مومنین اس انار کو دیکھ کر اور اس فیصلہ کو سن کر بہت حیران ہوئے۔ تمام شیعہ علماء ایک جگہ جمع ہوئے اور یہ طے کیا کہ تین عابد و پرہیزگار منتخب کئے جائیں اور وہ ایک ایک رات صحرا میں جا کر سرکار امام زمانہ علیہ السلام سے حضور استغاثہ بلند کریں اور ان سے اس کا جواب طلب کیا جائے۔ پہلی اور دوسری رات مومنین نے بڑی عاجزانہ اور رو رو کر دعا مانگی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ تیسری رات ایک متقی اور بڑے پرہیزگار عالم دین محمد بن عیسی صحرا میں گئے اور گڑگڑا کر دعائیں مانگتے رہے اور امام زمانہ علیہ السلام کو برائے امداد پکارا، جب رات کا آخری حصہ شروع ہوا تو اندھیرے میں صدا بلند ہوئی، تمہیں امام زمانہ سے کیا حاجت ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ امام زمانہ سے قوم کی ایک حاجت ہے۔ انہوں نے فرمایا میں تمہارا امام زمانہ ہوں، آپ حاجت بیان کریں۔

محمد بن عیسی نے عرض کی کہ اگر آپ ہی امام زمانہ علیہ السلام ہیں تو آپ کو بتانے کی کیا ضرورت ہے، میرا امام خوب جانتا ہے۔ تو انہوں (سرکار امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہم) نے فرمایا کہ تم انار کو دیکھ کر ڈر گئے۔ جب میں نے سنا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہی میرے امام ہیں۔ میں جلدی سے ان کے قدموں سے لپٹ کر خوب رویا۔ مجھے روتا

دیکھ کر مولا نے فرمایا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اس وزیر کے گھر میں ایک انار کا درخت ہے۔ اس وزیر نے مٹی کے سانچے بنائے ہوئے ہیں، جب درخت کو پھل لگ جاتا ہے تو وہ سانچے ان اناروں پر چڑھا دیتا ہے، جیسے جیسے انار بڑھتے رہتے ہیں ان سانچوں پر لکھی ہوئی عبارت ان اناروں پر کندہ ہو جاتی ہے۔ تم صبح جا کر حاکم بحرین سے کہنا کہ اس کا جواب میں وزیر کے گھر جا کر دوں گا۔ وزیر لاکھ بہانے کرے، تم اس کے گھر جا کر دروازے کے ساتھ جو سیڑھیاں ہیں اس سے اوپر چلے جانا وہاں سیدھے ہاتھ پر ایک الماری ہے، اس الماری میں ایک تھیلی ہے اس میں سانچے ہیں، وہ تھیلی لا کر حاکم کو دکھا دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حاکم نے وزیر کی مکاری پر بڑی حیرانی کا اظہار کیا اور محمد بن عیسیٰ کو خدا اور رسول ﷺ کا واسطہ دے کر پوچھا کہ یہ تمہیں کس نے بتایا تو محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ میرے زمانے کے امام علیہ السلام نے مجھے یہ فرمایا ہے۔ یہ سن کر حاکم بحرین مومن ہو گیا۔ جناب محمد بن عیسیٰ نے فرمایا کہ اب میں ایک اور معجزہ اپنے امام کا تمہیں دکھانا چاہتا ہوں۔ میرے امام نے فرمایا ہے کہ انار میں بجائے دانوں کے سیاہ خاک اور دھواں نکلے گا۔ وزیر سے کہو کہ اس انار کو کاٹے، جب وزیر نے اس انار کو کاٹا تو خاک اڑ کر اس کے چہرے پر پڑی اور دھواں آنکھوں میں چلا گیا جس سے اس کا نور جاتا رہا۔

معجزہ طے الارض کی حقیقت

علامہ باقر مجلسی کے والد علامہ محمد تقی مجلسی نور اللہ مرقدہ، بیان فرماتے ہیں کہ میرے زمانے میں ایک بزرگ درویش تھی بہت بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ وہ ہر سال بلا ناغہ حجت اللہ سے مشتاق ہوتے تھے۔ ان کی نسبت یہ مشہور تھا کہ وہ طے الارض (مہینوں کا سفر منٹوں میں طے کرنا) کے معجزے اور قدرت پر قادر اور فائز ہیں۔ اتفاق

سے وہ ایک بار اصفہان شہر تشریف لائے تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کی نسبت معجزہ طے الارض جو مشہور ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ سن کر وہ مسکرا دئے اور فرمایا کہ اس کی اصلیت صرف اتنی ہے کہ ایک بار میں حج بیت اللہ کا سفر کر رہا تھا جب قافلہ اس مقام پر پہنچا جہاں سے مکہ معظمہ صرف پانچ دن کی مسافت پر رہ گیا تھا تو اتفاقاً میں اپنے قافلے سے چھوٹ گیا یہاں تک کہ قافلے کے نشانات بھی میری نظروں سے بالکل غائب ہو گئے، مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے میں بے تاب تھا اور نوبت جان کے جانے کی آگئی۔ مایوسی کے عالم میں چلا چلا کر پکارنے لگا ''یا اباصالح، یا اباصالح مجھ پر اپنی رحمت نازل فرمایئے، مجھ کو راہ بتا دیجئے، مجھے اس مصیبت سے نجات دلوایئے''۔

درویش کی بیان کرتے ہیں کہ میرا اتنا کہنا تھا کہ سامنے سیاہی نمودار ہوئی جو میرے قریب آگئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک جوان، رعنا، پاک و پاکیزہ، خوش وضع ایک تیز رفتار ناقہ پر سوار تھے میرے پاس آئے ان کے پاس ایک لوٹا تھا میں نے انہیں دیکھ کر سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور دریافت فرمایا تم پیاسے ہو، میں نے کہا بہت پیاسا ہوں انہوں نے وہ لوٹا میرے سپرد کیا میں نے وہ پانی پیا اور سیراب ہو گیا پھر مجھ سے دریافت فرمایا اپنے قافلہ سے ملنا چاہتے ہو میں نے عرض کی جی سرکار، یہ سنتے ہی انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور مجھے اپنے پیچھے سوار کیا اور مکہ معظمہ کی طرف لے چلے۔ حرز یمانی میرا روز کا معمول تھا۔ اس وقت میں نے اسے پڑھنا شروع کیا وہ میرے حرز پڑھنے کو غور سے سنتے رہے اور بعض مقامات پر میری تصحیح کی۔ بس ایک لمحہ کے بعد مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم اس مقام کو پہچانتے ہو؟ اب جو دیکھا تو میں مکہ معظمہ کے اس مقامی حصہ میں پہنچ گیا تھا جسے ابطح کہتے ہیں پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اب تم اتر جاؤ میں جیسے ہی اونٹ سے اترا تو دیکھا کہ نہ وہ جوان ہے اور نہ وہ سواری، ان کے اس طرح پوشیدہ ہو جانے سے مجھے یقین کامل ہو گیا کہ وہ سرکار امام زمانہ علیہ السلام ہی تھے۔ آپ کی جدائی کا مجھے سخت صدمہ ہوا اور آپ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے

مجھے سخت ندامت ہوئی۔ میرے پہنچنے کے بعد میرا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا وہ لوگ مجھے زندہ پا کر بہت خوش ہوئے ان لوگوں نے مجھے اتنی جلدی پہنچ جانے کی وجہ سے معجزہ طے الارض سے موسوم کر لیا۔

امام عصرؑ کے دیناروں کی برکت

احمد بن فارس ادیب جو اپنے زمانے میں عربی علم وادب کے بہت بڑے کامل اور فاضل شمار کئے جاتے تھے بیان فرماتے ہیں کہ جب مجھے ہمدان میں قیام کرنے کا اتفاق ہوا تو مجھے وہاں صرف ایک قبیلہ جو بنی راشد کے نام سے مشہور تھا کو شیعہ عقائد کا پابند پایا جبکہ دیگر لوگ دوسرے عقائد کے تھے۔ مجھے اکثر تعجب ہوا کرتا تھا کہ اس شہر میں تنہا اس قبیلہ کا شیعہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

ایک دن میں نے قبیلے کے ایک بزرگ سے جو میری ملاقات کو تشریف لاتے تھے اس امر کو دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "ہمارے جد، جن کی ہم اولاد ہیں ایک دفعہ حج کو تشریف لے گئے انہوں نے بتایا تھا کہ بعد ادائیگی مناسک حج جب وہ صحرا کی راہ سے واپس گھر کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں شوق ہوا کہ پیدل چلیں، چنانچہ وہ پیدل چلنے لگے یہاں تک کہ تھکن کی وجہ سے وہ زمین پر لیٹ گئے اور یہ خیال کیا کہ اسی اثناء میں کوئی قافلہ بھی پہنچ جائے گا اور تھکاوٹ بھی دور ہو جائے گی۔ تھکن کے سبب انہیں فوراً نیند آ گئی۔ اٹھے تو سورج نکل چکا تھا اور اس کی حرارت سے گرمی بڑھ گئی تھی وہاں دور دور تک کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر وہ سخت پریشان ہوئے کیونکہ راہ معلوم نہیں تھی۔ آخر چاروں طرف سے مایوس ہو کر فضل خداوندی پر بھروسہ کر کے ایک سمت کو چل دیئے، تھوڑی دیر کے بعد صحرا میں ایک سرسبز وشاداب باغ دکھائی دیا اور باغ میں عالیشان مکان نظر آیا۔ باغ کو دیکھ کر ان کا دل باغ باغ ہو گیا، وہ اپنی راہ

چھوڑ کر باغ کی سمت چل نکلے اور باغ میں سے ہوتے ہوئے اس عالیشان مکان کے دروازے پر پہنچے جس کے دروازہ پر دو خوبصورت دربان کھڑے تھے، انہوں نے دربانوں کو سلام کیا جس کا انہوں نے محبت سے جواب دیا اور کہا کہ تھوڑی دیر یہیں ٹھہر جائیں کیونکہ خالق کائنات نے تمہارے خوش نصیب اور صاحب سعادت ہونے کی وجہ سے تم کو یہ نعمت عطا فرمائی ہے جو بندگان خدا میں سے کسی کسی کو عطا کی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر ایک دربان اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دربان باہر آیا اور آ کر کہنے لگا کہ اندر آؤ، وہ اس دربان کے ساتھ اندر چلے گئے۔

ہمارے جد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ بہت بہترین کمرہ ہے اسی اثناء میں ایک دربان نے پردہ کو جو اسی کمرہ میں کھینچا ہوا تھا اٹھا دیا، انہوں نے دیکھا کہ ایک جوان رعنا بڑے پاک و پاکیزہ کپڑے پہنے تشریف فرما ہے اور ان کے سر کی پشت پر ایک طویل تلوار آویزاں ہے۔ وہ ان کا جمال و جلال دیکھ کر ششدر رہ گئے اور بڑے مودبانہ طریقے سے جھک کر سلام کیا، انہوں نے بڑی محبت سے ہمارے جد کے سلام کا جواب دیا پھر مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ میں آل محمد علیہم السلام کا آخری فرد ہوں اور تلوار کے ہمراہ اس روئے زمین پر ظہور کروں گا۔ میں تمام دنیا کو عدل و انصاف سے پر کردوں گا۔ اتنا سن کر ہمارے جد زمین پر گر کر ان کے پاؤں چومنے لگے آپ نے فوراً پاؤں ہٹا لئے اور فرمایا کہ ایسا نہ کرو، مجھے معلوم ہے کہ تمہارا نام احمد بن فارس ہے اور تم شہر ہمدان کے رہنے والے ہو اور ارشاد فرمایا کہ ''کیا تم اپنے اہل و عیال سے ملنا چاہتے ہو'' ہمارے جد نے کہا ''جی، میں اپنے بچوں سے ملنے کا مشتاق ہوں اور اس نعمت الٰہی کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو آپ کے شرف زیارت کے معنوں میں اس وقت دربار ایزدی سے خاص طور پر عنایت فرمائی'' یہ سن کر آپ نے دربان کو اشارہ کیا وہ دیناروں کی ایک تھیلی لایا آپ نے وہ تھیلی میرے جد کو عنایت کردی اور دربان کو حکم فرمایا کہ انہیں ان کے شہر چھوڑ آؤ، میرے جد نے مولا نے سرکار امام زمانہ علیہ السلام کا شکریہ ادا کیا اور دربان کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میرے جد نے فرمایا کہ ابھی وہ تھوڑی دور ہی چلے ہوں گے کہ آبادی کے آثار نمایاں ہوگئے اور شہر کی مسجد اور درخت نظر آنے لگے۔ میں نے اپنے رفیق (دربان) سے پوچھا کہ یہ آبادی استاباد کی سی معلوم ہوتی ہے جو ہمارے شہر سے ملی ہوئی ہے۔ دربان نے اس کی تصدیق کی۔ میں نے گھر پہنچ کر جب امام کی دی ہوئی تھیلی کو کھولا تو اس میں سے پچاس دینار نکلے۔ جب میں نے یہ واقعہ تمام عزیزوں کو سنایا تو وہ حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ جب تک وہ دینار میرے پاس ہے کسی قسم کی مالی پریشانی نہیں ہوئی۔ علامہ مجلسی کا خیال ہے کہ استاباد وہی شہر ہے جو اب اسد آباد کے نام سے مشہور ہے۔

کاشانی کے صحت پانے کا واقعہ

سید کاشانی نوراللہ مرقدہ، بیان کرتے ہیں کہ بیماری کی شدت کی وجہ سے اس کے دونوں پاؤں بالکل سوکھ گئے تھے اور ان میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ حج کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے اس کا نگران اسے ایک نیک اور صالح شخص کی نگرانی میں چھوڑ گیا۔ اس مرد محافظ کا روزآنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے حجرے کو بند کرکے اپنی روزی کی تلاش میں نکل جاتا اور بیمار کاشانی اس کے حجرے میں تنہا بند رہتا۔ ایک صبح جب وہ محافظ اپنی روزی کے سلسلے میں جانے لگا تو کاشانی نے اس سے کہا کہ مجھے باہر کسی مقام پر لٹا دیجئے میں حجرے میں اکیلا رہنے سے تنگ آگیا ہوں، اس مرد صالح نے کاشانی کا کہا مان لیا اور حجرے سے باہر اسے اس مقام پر لے گیا جو مقام قائم علیہ السلام سے نام سے مشہور ہے۔ وہ نیک اور صالح شخص مجھے وہاں بٹھا کر اپنے کپڑوں کو حوض میں دھو کر ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال کر بدستور روزی تلاش کرنے چلا گیا اور میں اپنی موجودہ تنہائی اور بے دست و پا کی

حالت میں بیٹھا اپنی ناکامی پر افسوس کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک نوجوان وجیہہ سامنے سے اس مقام کے صحن میں داخل ہوا۔ مجھے سلام کیا اور پھر بلندی کی عمارت پر چلا گیا جو جناب صاحب الامر علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔

سید کاشانی مزید بیان کرتے ہیں کہ اس نوجوان نے بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھی ایسا خشوع اور خضوع میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ نماز سے فارغ ہوکر وہ باہر میرے پاس تشریف لائے اور میرا حال دریافت فرمایا میں نے اپنی کیفیت بیان کی اور کہا کہ میں اس بیماری سے عاجز آ گیا ہوں، خداوند کریم نہ مجھے شفا دیتا ہے اور نہ موت کہ میں اس تکلیف سے نجات پاؤں، یہ سن کر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تم گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری دونوں تمنائیں پوری کرے گا تمہیں شفا بھی ملے گی اور بعد شفا موت بھی آئے گی، یہ فرما کر وہ صحن سے باہر تشریف لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میرے محسن کا وہ لباس جسے وہ دھوکر درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال گیا تھا گر پڑا، مجھ سے وہ دیکھا نہ گیا میں نے اسے فوراً اٹھالیا اور نجس ہونے کے خیال سے ایک مرتبہ پھر پاک کیا اور اس درخت پر لٹکا دیا۔

راوی سید کاشانی بیان کرتے ہیں کہ جب میں یہ تمام کام کر چکا تو مجھے خیال آیا کہ مجھ سے تو ایک قدم بھی چلا نہ جاتا تھا لیکن اتنے کام کرنے کی مجھ میں طاقت کہاں سے آگئی یہ سوچ کر میں نے اپنی طبیعت اور مزاج دونوں کا اندازہ لگایا تو طبیعت پر مرض کا کوئی اثر نہیں تھا اس امر کے معلوم ہوتے ہی مجھے کامل یقین ہوگیا کہ یہی سرکار امام زمانہ علیہ السلام ہیں میں فوراً اپنے مقام سے اٹھا اور ادھر ادھر آپ کو تلاش کرنے لگا مگر آپ کو کسی طرف بھی موجود نہ پایا۔ اتنے میں میرا رفیق بھی واپس آگیا اور میری موجودہ حالت کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور مجھ سے میری صحت یابی کا سبب پوچھا میں نے اسے تمام روداد سنائی۔ وہ میرا واقعہ سن کر میری قسمت اور اپنی محرومی پر سخت افسوس کرنے لگا۔ اس کے بعد ہم دونوں نجف اشرف واپس آگئے۔

حجر اسود کی تنصیب

ابی قسم جعفر بن محمد ابن قولو یہ بیان کرتے ہیں کہ جب خانہ کعبہ کی مرمت کی گئی اور حجر اسود کو خانہ کعبہ میں نصب کرنے کی ضرورت پیش آئی تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ حجر اسود کے نصب کیے جانے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا کیونکہ روایت کے مطابق حضرات محمد ﷺ و آل محمد علیہم السلام کے علاوہ کوئی اور شخص حجر اسود کو اپنی جگہ نصب نہیں کرسکتا اس لئے جو بھی اپنے مبارک ہاتھوں سے اس مقدس خدمت کو انجام دے گا از روئے عقائد وہی امام زمانہ ہونگے۔ حجاج بن یوسف کے زمانے میں اس مبارک خدمت کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے انجام فرمایا تھا اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا حجر اسود کے نصب کرنے کی جرات نہ کرسکا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اسی خیال سے خانہ کعبہ جانے کا ارادہ کیا اور اپنے وطن سے روانہ ہوکر بغداد پہنچا، بدقسمتی سے وہاں جاکر بیمار ہوگیا۔ بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ مجھے اپنی موت کا یقین ہوگیا۔ آخرکار اس مایوسی کی حالت میں مجھے خیال آیا کہ اس تمنا کو کسی دوسرے شخص کے ذریعے پورا کرلینا چاہیے مگر فکر یہی رہی کہ اس غیر شخص کی صدق بیانی کی تصدیق کیسے ہو۔ میں نے اس کی ترکیب یہ نکالی کہ اپنے ایک مقصد کو ایک عریضہ پر لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا اور سوچا کہ اس غیر شخص کو یہ تحریر دی جائے اور تاکید کردی جائے کہ حجر اسود کو نصب کرنے والے بزرگ کی خدمت اقدس میں اس عریضہ کو پیش کرکے تحریری یا زبانی جواب لائے۔

ابن ہشام جو تقوی اور سچ گوئی میں مشہور تھا کو یہ فرض سونپا گیا اور سواری اور زاد راہ مہیا کرکے خانہ کعبہ کی جانب روانہ کیا اور عریضہ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ خط اس بزرگ کے حوالے کرنا جو حجر اسود کو اپنے ہاتھوں سے نصب فرمائیں۔ میں نے اس عریضہ میں اپنی بیماری کے متعلق دریافت کیا ہے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ میں بغداد سے روانہ ہوکر حجاج کے قافلے میں شامل ہوکر بخیریت خانہ کعبہ پہنچ گیا، حسن اتفاق

سے اسی صبح کو یہ مقدس رسم ادا کی جانے والی تھی۔ اس مقدس رسم کو دیکھنے کے بعد اہل اسلام کی بے شمار جماعتیں جوق در جوق چلی آ رہی تھیں اور ہر شخص اپنے شوق اور زیارت کے غیر متحمل جوش میں سب سے پہلے حرم محترم میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

خانہ کعبہ میں مشتاقین اور زائرین کی کثرت کی وجہ سے تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی ایک پر دوسرا گرتا تھا، بڑی بے چینی کا عالم تھا۔ سلطانی فوج لوگوں کی حفاظت کے لئے متعین تھی۔ ابن ہشام راوی ہے کہ میں یہ عالم دیکھ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور ایک خادم کو اپنے پاس بلا کر استدعا کی کہ مجھے ایک ایسے مقام پر پہنچا دے جہاں سے بخوبی اس بزرگوار کی زیارت کر سکوں جو حجر اسود کو اس مقام پر نصب فرمائے۔ خادم نے میری درخواست قبول کی اور مجھے حجر اسود کے قریب کھڑا کر دیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ کچھ دیر کے بعد کثرت ہجوم میں ایک اضطراب کا عالم پیدا ہوا اور خلیفہ وقت مکتفی باللہ اپنے جاہ و حشم کے ساتھ اس متبرک مقام میں داخل ہوا اور حجر اسود کو اس کی اصلی جگہ پر نصب کرنے لگا مگر حجر اسود اپنے مقام پر نہ ٹھہرا اور زمین کی جانب آ گیا۔ اس نے بہت کوشش کی مگر بے سود رہی آخرکار وہ عاجز آ کر اپنے ارادے سے باز آیا اور اپنے عزیز و اقارب سے بھی اس کے متعلق پوری کوشش کرائی، کامیابی حاصل نہ ہونے پر اپنے وزراء و اراکین سلطنت سے اس مبارک خدمت کو انجام کرانا چاہا، کامیابی حاصل نہ ہونے پر مکہ معظمہ کے علماء و عمائدین و اکابرین کو دعوت دی گئی، ہر ایک نے اس مقدس پتھر کو اپنے مرکز پر قائم کرنا چاہا مگر وہ زمین پر آ جاتا، ہر شخص حیران و پریشان تھا۔ اسی دوران ایک خوشرو نوجوان اس جم غفیر سے باہر نکلا اور حجر اسود کو اٹھا کر اس کے اصلی مقام پر رکھ دیا اس کے رکھتے ہی وہ پتھر اپنے مقام پر مضبوطی سے قائم ہو گیا گویا اس مقام سے کبھی علیحدہ نہ ہوا تھا۔ اس منظر کو دیکھتے ہی اس قیامت کے ہجوم میں تحسین و آفرین کی سر بفلک صدائیں بلند ہوئیں۔ نہ دیکھنے والوں کے ہوش بجا تھے اور نہ سننے والوں کے حواس درست تھے۔ وہ جوان اس مبارک خدمت کو انجام دے کر اس مقام سے تیزی کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

ابن ہشام بیان کرتا ہے کہ چونکہ میرا مقصد اس بزرگ کی زیارت سے تھا اور اس وقت تک جو مصائب اٹھائے تھے وہ سب اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے تھے اس لئے میں فوراً ان کے تعقب میں روانہ ہوا۔ میں اس ہجوم کو چیرتا ہوا بڑی مشکل سے دروازہ بیت الحرام تک پہنچا اس دوران وہ بہت آگے نکل گئے تھے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اپنی رفتار بڑھا کر ان سے مل جاؤں اور جعفر بن محمد کا خط ان کی خدمت میں پیش کرسکوں۔ بہر حال میں نے ان کا تعقب نہ چھوڑا یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے باہر ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں میرے اور آپؑ کے سوا کوئی شخص نہ تھا۔ یکا یک آپؑ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم مجھے کیا دینا چاہتے ہو؟ میں نے جعفر بن محمد کا خط آپؑ کی خدمت میں پیش کیا آپؑ نے خط کھولے بغیر فرمایا کہ جعفر بن محمد سے کہہ دینا کہ موجودہ علالت تمہارے لئے خوف ہلاکت نہیں۔ ابھی تمہاری زندگی تیس برس باقی ہے۔

ابن ہشام راوی ہے کہ اتنا سنا تھا کہ میں اپنے خلوص وعقیدت کے جوش میں بے اختیار رونے لگا، مجھ میں حس وحرکت باقی نہ رہی، آپؑ مجھ کو اسی حالت میں چھوڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ابن ہشام مکہ معظمہ سے بغداد آیا اور جعفر بن محمد کو تمام واقعہ بیان کیا، جعفر کو موجودہ مرض سے بھی شفائے کلی حاصل ہوئی اور آپؑ کے فرمان کے مطابق وہ تیس برس تک زندہ رہا۔

دعائے فرج کا اثر

شیخ جعفر طبری سے روایت ہے کہ ابوالحسن بن ابوالفضل نے کہا کہ وزیر سے میری کسی بات پر مخالفت ہوگئی اور وہ میری جان کا دشمن ہو گیا تھا، میں اس خوف کی وجہ سے روپوش ہو گیا۔ عالم پریشانی میں ایک شب جمعہ میں روضہ امام موسی کاظم علیہ السلام گیا اور ارادہ کیا کہ روضہ میں بیٹھ کر رات بھر مولا سے دعائیں مانگوں گا۔ کلید بردار سے کہا کہ وہ حرم کے تمام دروازے بند کردے تاکہ میں تنہائی میں دعا کرسکوں، اسی اثناء

میں تیز ہوا اور بارش شروع ہوگئی۔ کلید بردار نے حرم کے تمام دروازے بند کر دیے۔

ابوالحسن نے کہا کہ میں دعا میں مصروف تھا کہ کچھ آہٹ محسوس ہوئی، آہٹ پر میں نے دیکھا کہ قبر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قریب ایک نورانی چہرے والا جوان سائر انبیاء کی زیارت پڑھ رہا ہے، اس کے بعد ہر امامؑ کی زیارت پڑھی لیکن بارھویں امام صاحب العصر الزمان علیہ السلام کی زیارت نہ پڑھی۔ میں رعب وجلال کے باعث اس جوان سے بات نہ کر سکا۔ انہوں نے میری جانب دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوالحسن بن ابوالفضل! تم دعائے فرج سے واقف نہیں، میں نے عرض کی جی نہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے دو رکعت نماز ادا کرو پھر یہ دعا پڑھو۔ یَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِیْلَ وَ سَتَرَ الْقَبِیْحَ یَا مَنْ لَمْ یُؤَا خِذْبِا لْجَد یْدَ ةِ وَلَمْ تهتک السّرَ یا عَظِیْمُ الْمَنِّ یَا کَرِیْمَ الصَّفحِ یَا حَسَنَ التَّجا وُیَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ یَا بَاسِطَ الْیَدَیْنَ بِالرَّحْمَةِ یَا مُنْتَهِیٰ کُلِّ نَجْوِیٰ یَا غَایَتَ کُلِّ شَکْوِیٰ یَاعَوْنَ مُسْتَعِیْنَ یَا مُبْتَدِ یاً بِالنِّعَمِ کُلِّ قَبْلَ اِسْتِحْقَا قِهاَ اسکے بعد دس مرتبہ کہو یَا رَبَّا هُ اور دس مرتبہ یَا مُنْتَهِیٰ غَا یَةَ اَغْنَا هُ اس کے بعد کہو اَسْلُکَ بِحَقِ هٰذِهِ الْاَ سْمَاءِ وَ بِحَقِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ الطَّا هِرِیْنَ عَلَیْهِمُ السَّلَام اَلْذما کَاشِفْتُ کَرِ بِیْ وَ نَفَسْتِ هَمِّی وَ فَرَّجْتَ غَمِّیِیْ وَ اَصْلَحْتَ حَا لِیْ اس کے بعد دعا مانگ کر اپنا رخسار زمین پر رکھو اور سجدہ میں سو مرتبہ کہو ادرکنی، اس کے بعد الغوث الغوث سانس ٹوٹنے تک کہو پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ انشاء اللہ دعا پوری ہوگی۔

ابوالحسن راوی ہے کہ میں ابھی دعا ہی میں مشغول تھا کہ وہ غائب ہو گئے، میں نے یہ سارا واقعہ ابوجعفر خدام کو سنایا، انہوں نے فرمایا یہ زمانے کے امامؑ تھے۔ صبح کو مجھے وزیر کے آدمی لے گئے جب میں وزیر کے سامنے پیش ہوا تو وہ خلاف توقع بڑے اخلاق سے پیش آیا اور کہا کہ تم نے میری شکایت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہم سے کی، رات کو خواب میں مجھے سرکار آلِ محمد علیہم السلام نے ہدایت کی کہ تم ابوالحسن کو پریشان نہ کرو۔ میں نے کہا کہ میں نے صرف دعا کی تھی اور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہم خود حالت

بیداری میں تشریف لاتے تھے اور مجھے دعا تعلیم فرمائی تھی۔ وزیر نے کہا کہ تم نے امام سے مصافحہ کیا، میں نے کہا درست ہے، اس پر وزیر نے اٹھ کر میرے ہاتھ چوم لئے۔

زیارت کربلا کے اسباب کی فراہمی

ثقۃ الاسلام حاجی میرزا حسین نوری بیان کرتے ہیں کہ تقریباً بیس سال قبل وہ ایک شب جمعہ آقا سید باقر خیاط اور دیگر چند اشخاص کے ہمراہ مسجد جمکران گے۔ عبادت سے فارغ ہو کر سب لوگ سو گئے البتہ میں اور ایک بزرگوار جاگ رہے تھے جنہوں نے مسجد کی چھت کے اوپر شمع روشن کر رکھی تھی اور دعا پڑھ رہے تھے۔ میں نماز شب میں مشغول تھا کہ ناگاہ دیکھا کہ ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید چاند نکل آیا لیکن ہر چند غور کرنے کے باوجود چاند کہیں نظر نہیں آیا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ تقریباً پانچ سو میٹر (نصف کلومیٹر) کے فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے ایک جلیل القدر سید کھڑے ہوئے ہیں اور انہی کے نور کے سبب ہر طرف روشنی ہے۔ میں نے ان بزرگوار کو متوجہ کر کے کہا کہ کیا آپ اس درخت کے نیچے ایک سید کو دیکھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اندھیری رات ہے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی، تمہیں شاید نیند آ رہی ہے۔ جاؤ سو جاؤ۔ میں نے جان لیا کہ وہ یہ منظر نہیں دیکھ رہے ہیں۔

میں نے جلیل القدر سید سے کہا کہ آقا! میں کربلائے معلی جانا چاہتا ہوں لیکن نہ میرے پاس پیسے ہیں اور نہ پاسپورٹ، اگر آئندہ جمعہ کی صبح تک پاسپورٹ اور پیسے فراہم ہو گئے تو میں جانوں گا کہ آپ امام زمانہ علیہ السلام ہیں ورنہ سادات میں سے کوئی اور فرد۔ ناگاہ دیکھا کہ وہ آقا وہاں سے تشریف لے گئے اور روشنی ختم ہو گئی۔ صبح کو میں نے اپنے دوستوں سے یہ واقعہ بیان کیا تو ان میں سے کچھ نے میرا مذاق اڑایا۔

حاجی نوری بیان کرتے ہیں کہ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ جمعرات کی علی الصبح میں ایک کام سے میدان فوزیہ پہنچا، بارش ہونے لگی جس کی وجہ سے میں ایک مکان کے نیچے کھڑا ہو گیا کیونکہ مجھے دروازہ شمشیران تک جانا تھا۔ اس دوران ایک بزرگ میرے قریب تشریف لائے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ انہوں نے میرا نام لے کر کہا کیا تم کربلا جانا چاہتے ہو، میں نے کہا ۔ میں بہت خواہش مند ہوں لیکن میرے پاس نہ تو پیسے ہیں اور نہ ہی پاسپورٹ۔ انہوں نے کہا کہ دس فوٹو اور شناختی کارڈ کی کاپیاں لے آؤ اس پر میں نے کہا کہ میں اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ اس بات پر انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں میں فوراً گھر آیا اور فوٹو اور شناختی کارڈ کی کاپیاں لے جا کر ان بزرگوار کو دیں، انہوں نے فرمایا کہ کل صبح اسی مقام پر ملنا۔ دوسرے دن سویرے ہی اس مقام پر پہنچ گیا تو وہی بزرگوار تشریف لائے اور پاسپورٹ، عراق کا ویزہ اور پانچ ہزار تومان مجھے دے کر چلے گئے۔ پھر اس کے بعد میں نے ان کو نہیں دیکھا۔

میں آقا سید باقر کے پاس گیا جہاں درود کا ختم ہو رہا تھا کچھ دوستوں نے مذاق کے طور پر کہا کیا پاسپورٹ مل گیا، میں نے کہا ہاں۔ پاسپورٹ اور پانچ ہزار تومان ان کے سامنے رکھ دئے۔ جب انہوں نے پاسپورٹ کی تاریخ پڑھی اور دیکھا کہ جمعرات کا دن درج ہے تو رونا شروع کر دیا کہ ہم اس سعادت سے محروم رہ گئے۔

وجود حجت

رشیق المارزانی بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ المعتضد (احمد بن موفق جو معتمد کا قائم مقام تھا) نے ہمارے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ ہم تین آدمی جو خفیہ فوری مہم کے لئے موجود تھے فوراً تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر اور اپنے ساتھ ایک اور گھوڑے کو لے کر نہایت برق رفتاری کے ساتھ سامرہ پہنچ جائیں۔ حکم میں ہمیں ایک خاص محلہ کے ایک خاص گھر کی نشاندہی کی گئی تھی، خفیہ پیغام میں کہا گیا تھا کہ دروازے پر سیاہ رنگ کا

خادم موجود ہوگا پس گھر میں داخل ہو جاؤ اور جو شخص وہاں موجود ہو اس کا سر لے کے واپس آؤ۔ ہم تینوں اسی وقت سامرہ پہنچے اور مکان کو ویسا ہی پایا جیسا کہ ہمیں بتایا گیا تھا۔ دروازے پر ایک سیاہ رنگ کا خادم بھی موجود تھا جو اپنے ہاتھ میں ایک ازار بند لئے بن رہا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ مکان میں کون ہے اس نے نہایت لاپرواہی سے کہا مالک مکان۔

المارزانی بیان کرتے ہیں کہ ہم حسب الحکم خلیفہ المعتضد، مکان میں زبردستی گھس گئے۔ اندر جا کر دیکھا کہ ایک اور اندرونی مکان ہے اور اس کے سامنے پردہ پڑا ہوا ہے۔ پردہ اتنا نفیس تھا کہ میں نے اس سے قبل کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہاں کوئی شخص موجود نہیں تھا لہذا ہم نے پردہ اٹھایا تو ایک بہت بڑا کمرہ دکھائی دیا پھر ایسا معلوم ہوا کہ جیسے گہرے پانی سے بھرا ہوا ہے۔ کمرے کے دوسرے سرے کے سطح آب پر ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی جس پر نہایت ہی خوبصورت شخص کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ شخص ہماری طرف متوجہ نہ ہوا ہم یہ منظر دیکھ کر حیران تھے۔ ہم میں سے احمد بن عبداللہ آگے بڑھا تا کہ وہ کمرے میں قدم رکھے مگر قدم بڑھاتے ہی وہ پانی میں ڈوب گیا اور غوطے کھانے لگا۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور بڑی مشکل سے اس کو پانی سے باہر نکالا۔ وہ باہر نکلا تو بے ہوش ہو گیا۔ اب دوسرے ساتھی نے قدم آگے بڑھایا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ مجھ پر دہشت طاری ہونے لگی۔ میں نے صاحب خانہ کو آواز دے کر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ اور آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کیونکہ خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں یہاں کس امر کی تعمیل کے لئے معمور ہو کر آیا ہوں اور کس بزرگ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں مگر وہ بزرگ ہماری کسی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور جس طرح ابتداً عبادت الٰہی میں مصروف تھے اسی طرح مشغول رہے۔ اس وقت ہمارے خوف و دہشت کا یہ عالم ہو رہا تھا کہ سارا جسم بید کی طرح لرز رہا تھا اور ہم سب محل سرائے بھاگ کر بغداد پہنچے، یہاں خلیفہ المعتضد ہمارا منتظر تھا ہم نے آ کر اسے تمام روئیداد جو ہم پر گذری تھی بیان کیا۔

اسماعیل ہرقلی کا شفا پانا

علی بن عیسی اربلی کہتے ہیں کہ صوبہ حلہ میں ہرقل نام کا ایک موضع ہے، اس موضع کے رہنے والے اسماعیل ہرقلی کی دائیں ران پر دونوں طرف ایک مشت کے برابر پھوڑا نکل آیا تھا اور پھر اس جگہ بہت بڑا زخم بن گیا۔ کافی عرصہ اسماعیل اس ناسور کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ اس زخم کے علاج کے لئے وہ حلہ میں شریف ابن طاؤس کے پاس آیا۔ ابن طاؤس نے حلہ کے اطبا اور جراحوں کو جمع کیا تاکہ اس کا علاج کریں۔ اطبا اور جراحوں نے اس کے پھوڑے کا معائنہ کیا اور کہا کہ یہ پھوڑا رگ ہفت اندام پر نکلا ہے، اس کا آپریشن کرنے سے مریض کی موت کا اندیشہ ہے اس لئے ہم اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ بعد ازاں ابن طاؤس اسماعیل ہرقلی کو لے کر بغداد گئے، وہاں بھی اطبا اور جراحوں کو اس کا معائنہ کرایا انہوں نے بھی کہا کہ اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔

اسماعیل کہتے ہیں کہ جب میں علاج سے ناامید ہو گیا تو سوچا کہ بغداد تو آ گیا ہوں لہذا سامرہ کی زیارت کر کے واپس گھر جاؤں گا۔ سامرہ پہنچ کر حرم امامین علیہم السلام کی زیارت کی اور سرداب مقدس میں جا کر نہایت گریہ وزاری کی۔ جمعرات کے دن عصر کے وقت وہاں سے باہر آیا اور دریائے شط میں جا کر غسل کیا، پاک و پاکیزہ کپڑے پہنے، وہاں سامرہ کے گرد ونواح کے لوگ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور اپنے جانوروں کو چرا رہے تھے۔

جب میں شہر کے دروازے سے اندر آیا تو میں نے چار گھوڑے سوار دیکھے، دو نیزہ سوار آگے آگے چل رہے تھے اور جبہ پوش تلوار لٹکائے ان کے پیچھے اور سب سے پیچھے ایک ضعیف العمر سوار تھا۔ جب نیزہ بردار سواروں نے مجھے دیکھا تو راستے سے ہٹ گئے البتہ وہ شخص کہ جس نے جبہ پہن رکھا تھا اور تلوار حمائل کر رکھی تھی وہ راستہ ہی میں کھڑا رہا، اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اپنا زخم دکھاؤ۔ میں نے زخم نہ دکھانے کے سلسلے

میں حیلے بہانے کیے تو وہ سوار گھوڑے سے جھکا اور میرے زخم پر ہاتھ رکھا اور اسے دبا دیا مجھے اس سے بہت تکلیف ہوئی، اس کے بعد وہ گھوڑے کی پشت پر صحیح ہو کر بیٹھے۔ وہ نیزہ بردار آدمی جو دائیں طرف کھڑا تھا اس نے کہا افلحت یا اسماعیل (اے اسماعیل تم نے فلاح پائی)۔ مجھے تعجب ہوا کہ اسے میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ وہ سوار روانہ ہو گئے البتہ میں نے اس آدمی سے آگے چلنے والے سوار کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ وہ امام مہدی علیہ السلام ہیں اور ہم آپؑ کے ملازم ہیں۔

میں نے ان کے پاؤں چومے اور آپؑ کے ہمراہ چلا۔ آپؑ نے فرمایا تم بغداد جاؤ گے، ہمارے بیٹے شریف ابن طاؤس کے پاس جانا اور ہمارا قصہ سنا دینا وہ تمہیں خلیفہ مستنصر کے پاس لے جائیں گے، وہاں تمہیں انعام دینے کی پیش کش ہوگی لیکن تم قبول نہ کرنا۔ اس کے بعد امامؑ چلے گئے لیکن میری نظر ان کا تعقب کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے۔

میں نہایت حیرت اور وحشت کے عالم میں روضہ مبارک پہنچا، خادموں نے پوچھا کہ تمہاری کیسی حالت ہو رہی ہے میں نے انہیں تمام واقعہ سنایا اور اپنی ران دکھائی تو اب زخم کا نشان بھی نہیں تھا۔ پھر میں نے دوسری ران سے کپڑا ہٹا لیا تو دونوں میں کوئی فرق نہیں تھا گویا میری ران میں کوئی پھوڑا ہی نہیں تھا۔ جب لوگوں کو میری اس کیفیت کا علم ہوا تو وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور تبرک سمجھ کر میرے لباس کے ٹکڑے نوچنے لگے۔ خادموں نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ شام کو میں سامرہ سے نکل کر بغداد روانہ ہوا۔ صبح سویرے بغداد پل پر پہنچا، وہاں خبر ہو چکی تھی۔ سید شریف ابن طاؤس کے خاندان کے مرد اور دیگر لوگ پل پر میرا انتظار کر رہے تھے، لوگوں نے مجھ سے نام پوچھا، میں نے اپنا نام بتایا تو پھر دریافت کیا کہ کیا تم ہی نے امامؑ کی زیارت کی ہے؟ میرا جواب سن کر وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور کپڑے نوچنے لگے۔ ابن طاؤس کے خاندان والوں نے مجھے ان لوگوں سے نجات دلائی اور شریف ابن طاؤس کے پاس لے گئے۔

شریف ابن طاؤس مجھے خلیفہ مستنصر کے وزیر موید الدین العلقمی کے پاس لے گئے۔ اس نے بغداد کے اطبا اور جراحوں کو جمع کیا اور دریافت کیا کہ تم نے اس شخص (اسماعیل ہرقلی) کی ران کا زخم دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں تقریباً دس روز قبل دیکھا تھا، وہ لاعلاج تھا۔ وزیر نے مجھ سے کہا کہ تم ان کو اپنا زخم دکھاؤ۔ جب میں نے ران دکھائی تو اس پر زخم کا کوئی نشان نہ تھا، حکیموں اور جراحوں نے بیک وقت کہا یہ مسیح کا کام ہے۔ وزیر نے کہا کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے، ہم جانتے ہیں کہ یہ کس کا کام ہے، اس کے بعد مجھے خلیفہ مستنصر کے پاس لے گئے، اس نے میری زیارت کی، مزاج پرسی کی اور تین دینار میرے لئے انعام مقرر کیا مگر میں نے امام کی ہدایت پر وہ لینے سے انکار کر دیا۔

قرض دینے والے کی نشانی

احمد بن روح بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ دینور کی رہنے والی ایک خاتون عاتکہ بنت یزدانی نے کہا کہ آپ بڑے ایماندار ہیں لہذا میں ایک امانت آپ کے سپرد کرتی ہوں اور جسے کہوں اس کے پاس پہنچا دینا میں نے کہا انشاءاللہ ضرور آپ کے کہنے کے مطابق کروں گا۔ میرا جواب سن کر اس خاتون نے ایک تھیلی میرے سپرد کی اور کہا کہ اس میں درہم ہیں انہیں اس وقت تک شمار نہ کریں جب تک اس کے پانے والے کے پاس نہ پہنچ جائیں اور پانے والا ان درہموں کی پوری تعداد نہ بتا دے۔ اس کے علاوہ یہ میرا گوشوارہ (کان میں پہننے کا زیور) ہے اس کی قیمت دس دینار ہے اس میں تین موتی ہیں جن کی قیمت دس دینار ہے۔ مجھے سرکار امام زمانہ علیہ السلام سے خاص حاجت ہے آپ کو نہیں بتاؤں گی بلکہ خود سرکار امام زمانہ علیہ السلام اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائیں گے۔ خاتون نے مزید کہا کہ جب امام زمانہ علیہ السلام میری حاجت کو اپنی زبان مبارک سے بیان فرما دیں اور اس تھیلی میں جتنے درہم ہیں ان کی صحیح تعداد

بتادیں تو میری طرف سے ان کی خدمت میں یہ دونوں چیزیں پیش کر دینا۔

احمد بن روح نے ان خاتون سے فرمایا کہ سرکار امام زمانہ علیہ السلام تو بتادیں گے تم بھی تو مجھے بتادو کہ تمہاری حاجت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ میری ماں نے میری شادی پر دس دینار کسی سے قرض لئے تھے، میری ماں انتقال کرگئی ہے مجھے معلوم نہیں کہ کس سے قرض لئے تھے اب میں پریشان ہوں کہ وہ دینار کس کے حوالے کروں، میں اپنی ماں کو عذاب سے سبکدوش کرنا چاہتی ہوں۔ احمد یہ امانت لے کر بغداد روانہ ہو گئے وہاں حاجز سے ملاقات ہوئی انہوں نے ہدایت کی کہ آپ سامرہ چلے جائیں میں انکی ہدایت پر سامرہ آگیا اور مولا کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ اندر سے ایک خادم آیا اور مجھ سے دریافت کیا ''احمد بن روح آپ کا نام ہے''؟ میں نے کہا کہ ہاں، اس خادم نے مجھے ایک خط دیا جس میں تحریر تھا۔ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اے احمد بن روح! عاتکہ بنت یزدانی نے تمہیں درہم کی ایک تھیلی دی ہے جس کی تعداد تمہیں معلوم نہیں، دراصل اس تھیلی میں ایک ہزار پچاس درہم ہیں جن کو تم نے ابھی تک شمار نہیں کیا اس کے علاوہ تمہارے پاس ایک گوشوارہ ہے اس عورت کے مطابق اس کی قیمت دس دینار ہے اس میں تین نگینے ہیں وہ بھی دس دینار کے ہیں لیکن فلحال انکی قیمت زیادہ ملے گی۔ اس گوشوارے کو تم فلاں غلام کے حوالے کر دینا میں نے اس کو اپنی طرف سے انعام دے دیا ہے۔ غلام کو گوشوارہ دے کر تم بغداد چلے جانا اور باقی تمام سامان حاجز کے حوالے کر دینا اور اس سے سفر خرچ لے لینا، عاتکہ بنت یزدانی کے سوال کا جواب یہ ہے کہ تمہاری شادی پر جس خاتون سے دس دینار قرض لئے تھے اس خاتون کا نام ام کلثوم بنت احمد ہے چونکہ وہ ابھی تک ناصبی ہے لہذا یہ دس دینار اپنے غریب مومنین میں تقسیم کر دینا۔ اے احمد، تمہارا مخالف مر گیا ہے اس نے تمہارے لئے کچھ مال بھی چھوڑا ہے۔

احمد کہتے ہیں کہ جس غلام کا سرکار امام زمانہ علیہ السلام نے فرمایا تھا میں نے گوشوارہ اس غلام کے حوالے کیا اور بقایا سامان لے کر بغداد آگیا اور حاجز کو وہ تھیلی دی

اس نے مجھے تیس درہم دیئے یہ لے کر میں فوراً اپنے گھر آ گیا۔ احمد راوی ہے کہ میں ابھی راستے ہی میں تھا کہ مجھے ایک شخص ملا اس نے بتایا کہ تمہارے چچا کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے اہل وعیال نے تمہیں بلایا ہے جلدی چلو۔ میں اس قاصد کے ساتھ چلا اپنے چچا کے مکان پر پہنچا تو ان لوگوں نے کہا کہ تمہارا چچا اپنی حیات میں تم سے ناراض تھا لیکن اس نے اپنی میراث میں سے تمہارے لئے تین ہزار دینار دے ہیں۔

زائرہ کو تحفہ ملنا

راقم الحروف اپنی اہلیہ اور دونوں بچوں کے ہمراہ ۱۹۹۲ء میں پہلی مرتبہ زیارات کے لئے ایران گیا۔ مشہد، نیشاپور، طوس اور تہران کی زیارات سے فارغ ہو کر بی بی معصومہ قم اور دیگر امام زادوں کی زیارت کے سلسلے میں جب ہم قم پہنچے تو سب سے پہلے بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے روضہ اقدس پر حاضری دی بعد ازاں ٹیکسی کے ذریعے مسجد جمکران پہنچے۔ مومنین نماز ظہرین ادا کر کے جا چکے تھے لیکن مسجد کے مردانہ حصہ میں چند مومنین اس وقت نماز، دعاؤں اور تلاوت میں مصروف تھے البتہ خواتین کے حصہ میں میری اہلیہ فرزانہ بلقیس اور بیٹی رابیل حیدر (جو اس وقت تقریباً ۷ برس کی ہوگی) کے علاوہ کوئی خاتون موجود نہ تھی۔

میری اہلیہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے نماز تحیۃ المسجد کے بعد زیارت امام صاحب العصر علیہ السلام کی نماز کی پہلی رکعت شروع ہی کی تھی کہ ایک سیاہ پوش معظمہ میری اہلیہ کے دائیں جانب آ کر کھڑی ہو گئیں، کچھ دیر وہ اسی طرح کھڑی رہیں، بعد ازاں انہوں نے میری اہلیہ کا دایاں ہاتھ بلند کیا اور دو ایرانی نوٹ ان کے ہاتھ پر رکھ کر تشریف لے گئیں۔ میری اہلیہ کا بیان ہے کہ دوسری رکعت کے بعد جب انہوں نے سلام پھیرا تو وہ نوٹ میری نے لے لئے اور وہ خود تسبیح پڑھنے میں مصروف ہو گئیں۔

عبادت سے فارغ ہو کر انہوں نے بیٹی سے دریافت کیا کہ کون بی بی تھیں؟ جس پر اس نے بتایا کہ سیاہ پوش معظمہ کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ دونوں مسجد کے خواتین کے حصہ سے باہر آئیں اور صحن میں ہمارا انتظار کرنے لگیں۔ راقم الحروف جب اپنے بیٹے شہزاد حیدر کے ساتھ صحن مسجد میں پہنچا تو ان دونوں کو اپنا منتظر پایا۔ اہلیہ نے تمام واقعہ مجھ سے بیان کیا اور نوٹ بھی دکھائے۔ ان نوٹوں کو جب بغور دیکھا تو ایک نوٹ پر ''نرجس خاتون'' تحریر تھا۔ علمائے کرام سے معلوم ہوا کہ مسجد جمکران میں امام زمانہ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بھی اپنے زائرین کو تحفہ سے نوازتی ہیں۔

باب شریکۃ الحسین

آنکھوں کا درد سے نجات پانا

محمد اسمٰعیل بیگ کا اہلبیت سے توسل اور گہری عقیدت کی مثال مشکل سے ملتی ہے جنہیں اس باب رحمت سے ظاہری و باطنی فیوض و برکات بھی نصیب ہوئے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی عمر ٦ سال ہوگی تو وہ آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہوئے تین سال تک اس مرض میں مبتلا رہے حتیٰ کہ دونوں آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ محرم کے پہلے عشرہ میں میرے ماموں حاجی محمد تقی کے گھر مجلس تھی میں وہاں گیا، ان کے گھر عزاداروں میں شربت تقسیم کیا جارہا تھا۔ میں نے اپنے ماموں جان سے خواہش کی کہ وہ بھی عزاداروں میں شربت تقسیم کرنا چاہتے ہیں مگر انہوں نے فرمایا کہ تم تقسیم نہیں کرسکتے اس وجہ سے کہ تم دیکھ نہیں سکتے۔ اس پر میں نے تجویز پیش کی کہ کوئی دوسرا آدمی میرے ساتھ کردیجئے جو میری مدد کرتا رہے انہوں نے منظور کرلیا اور میں نے اس شخص کی اعانت سے چند اشخاص کو شربت تقسیم کیا۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ اسی اثناء میں معین الشریعت اصطہباناتی ممبر پر تشریف لے گئے اور بی بی زینب سلام اللہ علیہا کے مصائب پڑھنے لگے میں بہت متاثر ہوا اور روتے روتے غش کھا گیا، اسی بے ہوشی کے عالم میں بی بی زینب سلام اللہ علیہا تشریف لائیں اور انہوں نے میری آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اب تم اچھے ہوگئے ہو، تمہاری آنکھوں میں اب کبھی درد نہ ہوگا۔ میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو مجلس میں موجود عزاداروں کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور دوڑتا ہوا اپنے ماموں جان کے پاس پہنچا۔ تمام

اہل مجلس میں جوش وخروش پیدا ہو گیا اور سب نے مجھے گھیر لیا، وہ چاہتے تھے کہ میرا لباس کا ٹکڑا انہیں تبرکاً مل جائے جو عقیدت مند اپنے پاس برکت کے لئے رکھتے ہیں۔ میرے ماموں کے کہنے پر لوگوں کو وہاں سے ہٹایا گیا اور مجھے ایک علیحدہ کمرے میں لے گئے۔

زمین گیر عورت کو صحت ملنا

روزنامہ امروز لاہور کے نامہ نگار مقیم بیروت جو مذہب عیسائی کا پیروکار ہے نے اپنے اخبار کو عاشورہ محرم کے ایک حیرت ناک واقعہ کی رپورٹ ارسال کی جو ۲۶ جولائی ۱۹۵۹ کے روزنامہ امروز میں شائع ہوئی یہی رپورٹ دنیا کے دیگر اخبارات وجرائد نے اپنے نمائندگان کے حوالے سے شائع کی۔

رپورٹ کے مطابق بیروت کے ایک گاؤں میں ضعیف العمر فوزیہ زیدن جو گزشتہ بیس سال سے کسی بیماری کے سبب چلنے پھرنے سے معذور ہوگئی تھی کو بی بی زینب سلام اللہ علیہا نے شفا عطا فرمائی جس کے سبب وہ کسی علاج اور کسی سہارے کے بغیر چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی۔ کالم نگار لکھتا ہے کہ ساٹھ سالہ خاتون نے بیماری کے دوران مختلف ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر کسی بھی ڈاکٹر کی تشخیص سے فائدہ نہیں پہنچا لیکن اس کے باوجود فوزیہ ناامید نہ ہوئی کیونکہ اسے امید تھی کہ ایک نہ ایک دن اسے صحت ضرور ملے گی فوزیہ زیدن کا بیان ہے کہ ۱۳۷۹ ہجری کے عاشورہ کے موقع پر اس نے اپنے رشتہ داروں سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اسے اس جگہ لے چلیں جہاں پر محرم کو تمام رات گاؤں میں عاشورہ محرم منایا جاتا ہے۔ اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے خاندان کے افراد فوزیہ کو تقریب کے مقام پر لے گئے جہاں اس نے بڑی عقیدت واحترام سے اس کا مشاہدہ کیا آدھی رات کے بعد جب مظاہرہ ختم ہو گیا تو وہ بھی اپنے بستر پر لیٹ گئی فوزیہ کا بیان ہے کہ رات کو تقریباً چار بجے میں نے خواب میں دیکھا کہ بی بی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا میرے پاس تشریف لائیں ہیں میں نے ان سے گڑگڑا کر التجا کی کہ وہ مجھے

صحت عطا فرمائیں لیکن انہوں نے میری کسی بات کا جواب نہ دیا بلکہ انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور اٹھنے میں میری مدد کی۔ انکی مدد سے میں اپنے بستر سے اٹھ گئی اور ان کے سامنے میں ابھی چند قدم ہی چلی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی اور خود کو اپنے پیروں پر چلتا دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ گزشتہ بیس برس سے میں چلنے پھرنے سے قطعی معذور تھی۔ میں نے غور کیا تو میری بے جان ٹانگوں میں کسی قسم کی تکلیف کا احساس نہ تھا اور میں ایک صحت مند جوان عورت کی طرح بغیر کسی سہارے کے چل رہی تھی خوشی اور دہشت کے ملے جلے رجحان میں میں نے چلانا شروع کر دیا کہ دیکھو میں چل رہی ہوں، میں واقعی چل رہی ہوں۔

رپورٹ میں کہا گیا کہ گاؤں کے لوگ محرم کے رواسم اور ماتم کے باعث تھکے ہوئے تھے لیکن فوزیہ کے مسلسل چلانے پر کہ میں چل رہی ہوں، میں چل رہی ہوں پورا گاؤں جاگ گیا اور ہر شخص نے دیکھا کہ مادیت کے اس دور میں جبکہ اللہ کے واحد و یکتا سمجھنے والے تھوڑے ہیں اور روح انسانی سے انکار ہو رہا ہے خانوادہ رسالت ﷺ کی عظمت اور ان کے مقام کی بلندی میں فرق نہیں آیا ساٹھ سالہ زمین گیر بڑھیا کو بغیر کسی سہارے کے چلتا دیکھ کر حق تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر یقین ہو گیا۔ واقعہ کے دوسرے روز بہت سے ڈاکٹروں نے فوزیہ زیدن کا معائنہ کیا اور اسے کلی طور پر صحت مند پایا۔

باب الحوائج

معجزہ علم حضرت عبّاس علمدارؑ

سید فرزند حسن زیدی فیض بھرت پوری تحریر کرتے ہیں کہ ۱۹۳۷ء میں ریاست بھرت پور (مشرقی راجپوتانہ) میں برسات کے پورے موسم میں بارش نہیں ہوئی جس کے باعث باشندگان ریاست قحط کے خطرے سے سخت پریشان تھے۔ اہل ہنود نے ریاست کے اخراجات پر ہون کیا لیکن بارش نہیں ہوئی ہندو مذہب کی ایک مخصوص عبادت اور شب بیداری (اکھنڈ کیرتن) مسلسل تین شب و روز برپا رہی اور راجہ اندر کو جسے ہندوں کے عقیدے کے مطابق بارش کا دیوتا کہا جاتا ہے کو بید بھی مارے گئے مگر تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ مسلمانوں نے نماز جمعہ کے بعد بارشوں کے لئے دعائیں کیں اور عیدگاہ میں نماز استسقاء ادا کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

حضرات تشیع نے ریاست کے صدر مسٹر کا ہن کاک سے بارش کے سلسلے میں جلوس علم مبارک حضرت عباس علمدار علیہ السلام کربلا لے جانے کی اجازت طلب کی جو منظور ہوئی، ۲۹ اگست ۱۹۳۷ء بمطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ کو اتوار کا دن تھا، چلچلاتی دھوپ اور جھلسا دینے والی لو چل رہی تھی، پنڈتوں اور جوتشیوں نے اس دن کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ اس دن بارش کا قطعی امکان نہیں ہے۔ اس دن شیعہ حضرات نے محلّہ گھیر سید صاحب، محلّہ بدہ کی ہاٹ اور محلّہ ندیا سے دن کے دو بجے جلوس علم مبارک برآمد کیا اور کربلا کی جانب جو شہر سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے روانہ ہوئے۔

یہ جلوس نوحہ خوانی اور ماتم کرتا ہوا شہر اور بازار کے مختلف مقامات سے گزرا ۔ جب جلوس شہر پناہ کی حدود سے باہر چلا تو باد مخالف چل رہی تھی لیکن جلوس اس سے بالکل بے نیاز ہو کر کربلا کی سمت بڑھتا رہا اور بالآخر ۶ بجے شام کربلا پہنچ گیا۔ جونہی جلوس کربلا پہنچا ہوا رک گئی ، ماتمی دستہ جہاں تربتیں دفن ہوتی ہیں جمع ہوا اور تقریباً ایک گھنٹہ ماتم کرتا رہا۔

سید فرزند حسن کا بیان ہے کہ شیعہ حضرات ابھی نوحہ خوانی اور ماتم میں مشغول تھے کہ یکایک بھرت پور کے شمال میں بھورے رنگ کی گھٹا نظر آئی اور چشم زدن میں پوری ریاست پر محیط ہو گئی اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی ۔ یہ نظارہ قابل دید تھا جتنی شدت کے ساتھ بارش ہو رہی تھی اتنی ہی شدت کے ساتھ ماتم برپا تھا۔ آب باراں اس قدر خنک اور سرد تھا کہ بہت سے بچے اور بوڑھے اس کی تاب نہ لا سکے اور کانپنے لگے۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ جے ایچ انفنٹری کے افسران نے جو کوٹھی ''موتی جھیل'' میں مقیم تھے متاثرین کو کمبل اور آگ فراہم کی اور انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ شیعوں کے دیوتا کائنات پر پورا تصرف رکھتے ہیں کیونکہ وہ خدائے بزرگ و برتر کے مطیع اور اس کے احکامات کی پوری طرح پابندی فرماتے تھے اور اپنی زندگیاں اس کی راہ میں قربان کر دی ہیں۔

بارش ختم ہونے پر جلوس کربلا سے واپس ہوا تو شہر کی سڑکوں پر پانی بہہ رہا تھا دکاندار بلا لحاظ ملت شرکاء جلوس کو شہر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر دکانوں سے اتر پڑے ۔ ایک ہندو بنیے نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا 'لالہ دیکھ یہ ہیں جو پیاسے سے پانی مانگنے گئے تھے اور پیاسے نے بھی ایسا پلوں دھار پانی برسایا کہ مجا (مزہ) آ گیا'' وہ شیعوں کے اماموں کی عظمت و اختیار کے قائل ہو گئے ۔ صدر ریاست مسٹر کاہن کاک اور والی ریاست مہاراجہ برج اندر سنگھ کے علاوہ دیگر اعلیٰ حکام بھی بہت متاثر ہوئے اور بارش کی برکت کے لئے شیعہ حضرات کے ممنون ہوئے۔

فالج زدہ شخص کو شفا ملنا

خرم شہر میں مخلیف نامی ایک شخص فالج کے سبب چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا۔ وہ اس مرض میں تین سال تک مبتلا رہا۔ خرم شہر کا رہنے والا ہر شخص اس کی اس حالت سے واقف تھا۔ فالج کے باوجود وہ مجلس امام حسین علیہ السلام میں شرکت ضرور کرتا۔ شیخ خزعلی کے گھر عشرہ محرم کی دس مجالس منعقد ہوتیں تھیں جس میں مرد و خواتین کی کثیر تعداد شرکت کرتی۔ جب ذاکر مصائب کے حالات بیان کرتا تو اہل مجلس بلند آواز میں گریہ کرتے اور سر اور سینہ پیٹتے۔ ساتویں محرم کو مخلیف منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس روز ذاکر نے حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی شہادت کے مصائب بیان کئے۔ مجلس کے اختتام پر لوگ چلے گئے البتہ جو لوگ حلقہ بنائے بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ مخلیف اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، وہ اپنا سر اور سینہ پیٹتا ہوا کہہ رہا تھا کہ حضرت عباس علیہ السلام نے مجھے صحت عطا فرمائی۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کو اپنے کاندھے پر اٹھالیا اور اس کا لباس پھاڑ پھاڑ کر سب تبرکا لینے لگے۔ آقائے خزعلی نے جب یہ دیکھا تو فوراً مخلیف کو ایک خالی کمرے میں لے جا کر بند کر دیا۔ اس معجزے کی اطلاع پا کر تمام شہر کے لوگ گریہ کناں ہو گئے۔

لوگوں نے مخلیف سے یہ سوال کیا کہ معجزہ کے وقت اس نے کیا دیکھا۔ اس نے بتایا کہ جب ذاکر اہلبیت مولا عباس علیہ السلام کے مصائب بیان کر رہا تھا تو مجھ پر کچھ دیر کے لئے غنودگی طاری ہوئی، اسی دوران میں نے دیکھا کہ ایک قوی الجثہ اور طویل قامت شخص سفید براق گھوڑے پر بیٹھ کر مجلس میں آیا اور میرا نام لے کر کہا کہ مخلیف تم مجلس میں ماتم کیوں نہیں کرتے اس پر میں نے کہا کہ آقا! مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اٹھو اور سر و سینہ پیٹو۔ میں نے کہا کہ آقا! مجھ میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے۔ آپ نے دوبارہ مجھے ہدایت کی اور میں نے وہی جواب دہرایا۔

انہوں نے جب تیسری بار فرمایا کہ اٹھو اور ماتم کرو تو میں نے کہا کہ آپؑ مجھے ہاتھ کا سہارا دیں تاکہ میں کھڑا ہوسکوں۔ میرے مولا نے فرمایا کہ میرے بازو نہیں ہیں، تم گھوڑے کی رکاب پکڑ کر کھڑے ہو۔ میں نے جیسے ہی رکاب کو ہاتھ لگایا گھوڑا آگے بڑھنے لگا اور میں پوری توانائی کے ساتھ کھڑا ہوگیا اور میرے مولاؑ وہاں سے تشریف لے گئے۔

میں باب الحوائج ہوں

حاجی مرزا حسن شیرازی بیان کرتے ہیں کہ میں سامرہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے کربلا معلی جارہا تھا راستے میں ایک قبیلے کے سردار کا گھر تھا جو اس کا دوست تھا۔ میں اس کے گھر گیا تو ایک عورت نے آکر خوش آمدید کیا اور کہا سلام علیک یا خادم العباس۔ اس انداز میں استقبال پر مجھے تعجب ہوا، میں نے اپنے دوست سے اس خاتون کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ اس کی بہن ہے۔

حسن شیرازی نے مزید کہا کہ قبیلے کے سردار نے اسے بتایا تھا کہ وہ ایک مرتبہ بہت سخت بیمار ہوا اور بچنے کی امید نہ رہی تو دیکھا کہ اس کی یہ بہن سر کے بال کھولے مولا عباس علیہ السلام کے روضے کی طرف منہ کر کے کہہ رہی تھی۔ اے ابوالفضل العباس علیہ السلام باب الحوائج! خدا سے میرے بھائی کے لئے صحت مانگو، اس کے بعد دیکھا کہ دو بزرگ کھڑے ہیں اور ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ بھائی حسینؑ! یہ عورت میرے وسیلے سے سفارش کر رہی ہے آپؑ خدا سے کہیں کہ اس کے بھائی کو شفا دیدے۔ جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص کا وقت آچکا ہے اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

اس کی بہن نے دوسری مرتبہ کہا ابوالفضل العباس علیہ السلام باب الحوائج! خدا سے میرے بھائی کے لئے شفا مانگو، جب تیسری مرتبہ تیز لہجے میں میری بہن نے دعا مانگی تو اس وقت دیکھا کہ حضرت عباس علیہ السلام آنکھوں میں آنسو لئے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہہ رہے تھے کہ بھائی یا تو اس کی دعا قبول کریں یا پھر مجھ سے باب الحوائج کا لقب واپس لے لیں۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علمدار علیہ السلام سے فرمایا برادرم! خدا تمہیں سلام کہہ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ لقب تا قیامت تمہارے لئے ہے، میں تمہارے وسیلے سے اس مریض کو شفا دیتا ہوں۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ کی کرامات

جناب آقائے منوچہر موریسی سلمہ اللہ تعالی بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی محمد اسحاق کو بچپن میں ٹی بی کا مرض لاحق ہو گیا جس کا بہترین ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا یہاں تک کہ ہم لوگ اس کے علاج سے مایوس ہو گئے۔ میرے والد اسے کربلا معلی لے گئے۔ انہوں نے اسے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کے حرم میں ضریح مقدس سے باندھ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ! تو عباس علمدار علیہ السلام کے صدقے میں اسے شفا دیدے۔ اس کے بعد وہ خود رواق میں نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

میرے والد نماز سے فارغ ہو کر جب بچے کے پاس واپس آئے تو اس نے کہا بابا! مجھے بھوک لگ رہی ہے، انہوں نے بچے کے چہرے پر نگاہ کی تو دیکھا کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا ہے اور وہ صحت یاب ہو چکا ہے، اسے حرم سے باہر لائے۔ صبح کو اس نے انار کی خواہش کی اور آٹھ انار اور ایک بڑی روٹی کھائی۔ اس پر مرض کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ اب وہ نجف اشرف میں سکونت پذیر ہے اور مکمل صحت یاب ہے۔ شہید

محراب آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب شیرازی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک سفر میں زیارت حضرت حمزہ علیہ السلام سے مشرف ہوا اور جناب آقائے منوچہر موریسی کے ساتھ محمد اسحاق مذکور سے ملاقات کی تو دیکھا کہ اس میں تقویٰ و پرہیزگاری اور نیک نفسی و دینداری کے آثار ظاہر ہیں۔

باب الحوائج کے توسل سے شفا ملنا

علامہ آغا شیخ محمد باقر جندی تاشی بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعض اساتذہ سے سنا کہ کربلا معلی میں ایک جوان صالح لڑکا تھا۔ وہ بیمار ہوا، اسکا باپ اسے ابوالفضل العباس علیہ السلام کے روضہ اقدس میں لے گیا اور ضریح مبارک سے باندھ دیا اور اللہ تعالی سے حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے توسل سے اس کی صحت یابی کی دعا کی۔

صبح کو اس شخص کا دوست اس کے پاس آیا اور کہا کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آقائے نامدار حضرت عباس علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں تمہارے فرزند کی صحت یابی کے لئے دعا کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک فرشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت ابوالفضل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا، اے عباس ابن ابی طالب علیہ السلام! آپ اس بیمار کے لئے شفا نہ کریں اس کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے فرشتہ کو جواب دیا، تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ اس کے باوجود میں سرکار ختمی مرتبت ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالی سے اس نوجوان بیمار کی شفا کی درخواست کروں گا، وہ فرشتہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں گیا اور حضرت عباس علیہ السلام کا پیغام دیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتہ سے فرمایا کہ تم دوبارہ حضرت عباس علیہ السلام کے پاس جاؤ اور میرا پہلا پیغام پہنچاؤ، حضرت عباس علیہ

السلام نے دوبارہ اپنا وہی پیغام بھجوایا جب تیسری مرتبہ فرشتہ رسول اکرم ﷺ کا وہی پیغام لایا تو حضرت عباس علیہ السلام کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا، پھر خود خدمت رحمت العالمین ﷺ میں حاضر ہوئے اور بعد از درودوسلام عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام باب الحوائج رکھا ہے، اور لوگوں کو بھی یہ بات معلوم ہے اس لئے میرے پاس آتے ہیں اور مجھ کو وسیلہ بارگاہ ایزدی میں قرار دیتے ہیں، اگر درخواست کی منظوری ہی مقصود نہیں ہے تو میرا خطاب واپس لے لیجئے۔ یہ سن کر جناب رسالت مآب ﷺ مسکرائے اور فرمایا عباس! تم بلاشبہ باب الحوائج ہو، تم جس کے لئے چاہو سفارش کرو۔ چنانچہ اس نوجوان کو جو دیکھا تو اسے شفایاب پایا۔

زائر کے محافظ

اقبال احمد صدیقی صاحب، روزنامہ جنگ اور اخبار جہاں کے نمائندے کی حیثیت سے اگست ۱۹۸۱ میں عراق کے دورہ پر گئے، وہ لکھتے ہیں کہ عراق میں اکیسواں روزہ تھا البتہ پاکستان میں رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کی بیسویں تاریخ ہوگی۔ میں نے بغداد کی شاہراہ سعدرن پر واقع ہوٹل دارلسلام کے کمرہ نمبر ۲۰۶ میں وضو کیا، کپڑے تبدیل کئے اور کمرہ بند کرکے لفٹ کے ذریعے نیچے اترا۔ دروازے پر کربلا معلی جانے کے لئے ایرکنڈیشن کار منتظر کھڑی تھی۔ میں دو پاکستانی صحافیوں شریف فاروق صاحب، ایڈیٹر روزنامہ جہاد پشاور اور مسز شمیم اکرام الحق نمائندہ خصوصی اخبار خواتین، اسلام آباد، کی رفاقت میں کربلا کی جانب روانہ ہوا۔ کربلا پہنچ کر ہم تینوں دھڑکتے دل کے ساتھ باب الحسین سے اندر داخل ہوئے، ہجوم کی کثرت کہ اللہ اللہ، جو شان وشوکت اللہ تعالیٰ نے اس متبرک مقام کو عطا کی ہے اس کو لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ زائرین والہانہ انداز میں جالیوں کو بوسہ دے رہے تھے اور رورو کر دعائیں مانگ رہے

تھے۔ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، میں نے ایک تنگ جگہ (زائرین کے اژدحام کی وجہ سے جگہ تنگ ہو گئی تھی) نماز ادا کی اور پھر سب نے مل کر دعا مانگی، اس وقت دل اور نظروں کو عجیب قسم کی سرور آمیز ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا، پورا ماحول شفقت اور محبت کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔

اقبال احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ افطار کا وقت قریب تھا، ہماری خواہش تھی کہ ہم دوسرے شہداء کی زیارت سے محروم نہ رہ جائیں۔ ہجوم کے سبب ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چل رہے تھے۔ ہم نے حضرت عباس ابن علی علیہ السلام کے روضہ میں قدم رکھا، کیا جاہ وجلال تھا۔ زائرین کے ہجوم سے گزر کر قریب پہنچے، تو صدر دروازے پر خوبصورت انداز میں کندہ تھا ''حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام'' اور ضریح اقدس پر کندہ تھا ''السلام علیک یا ابوالفضل العباس یا قمر بنی ہاشم''۔ ہیبت اور عظمت کے سبب میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں اسکول کا کمسن طالب علم ہوں اور اپنا ہوم ورک کئے بغیر کلاس ٹیچر کے سامنے آ گیا ہوں جہاں مجھ سے میری کوتاہی پر باز پرس ہو سکتی ہے۔ سوچا کہ شاید اس ذہنی کیفیت کا سبب مسلسل ہجوم میں رہنے کا سبب اعصابی دباؤ ہے لیکن جلد ہی محسوس ہوا کہ یہ عذر غلط ہے۔ ان کی شخصیت کا جاہ وجلال ان کے روضہ مبارک سے عیاں ہے۔ کربلا میں آئس کریم سے روزہ افطار کیا اور رات گئے وہاں سے واپسی ہوئی۔ اپنے کمرے میں پہنچا، کمرہ بدستور مقفل تھا، پروگرام یہ تھا کہ تھوڑی دیر بعد کمرے میں طعام کیا جائے۔

اقبال احمد صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ دروازہ جو خودکار طریقہ پر داخل ہو جانے پر بند ہو جاتا تھا پر کھٹکا ہوا اور محسوس ہوا کہ کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی بھی ہے۔ کمرہ خوب روشن تھا، جھرجھری آ گئی، فوراً کولیڈور کی طرف مڑ کر دیکھا ایک صاحب بالکل قریب تک آ کے جا رہے تھے، چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، سبز عمامہ، سیاہ خشخشی داڑھی، خوب چوڑا سینہ، شانے بڑے بڑے، سر سے پاؤں تک مجاہدہ شان، شفاف پیشانی۔ میں اتنا مرعوب ہوا کہ فوراً کمرے سے باہر آ گیا مگر دور دور تک کوئی نظر نہ آیا۔

دروازہ بند کر کے سیدھا فرسٹ فلور پر ڈائننگ ہال میں چلا گیا، کسی سے کچھ نہ کہا۔ شریف فاروق سے کہا کہ آپ کے کمرے میں چلتا ہوں، نماز بھی وہیں پڑھوں گا۔ فضا میں ایک عجیب قسم کی دلآویز خوشبو پھیلی ہوئی تھی جس سے بڑی تسکین ہوتی تھی۔ ایک صاحب سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ آپ کربلا میں جن بزرگ کے مہمان تھے انہوں نے اپنی حفاظت میں آپ کی قیام گاہ پر پہنچا دیا۔ یہ محض حسن اتفاق ہے کہ آپ نے یہ منظر دیکھ لیا۔

روسی افسر کی نجات

عالم ربانی حاجی ملا محمود زنجانی کی ایک روز ایک سابق روسی فوجی افسر سے مسجد میں ملاقات ہوئی۔ اس نے اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں لینن گراڈ کا رہنے والا ہوں۔ عالمی جنگ اول کے دوران میں روسی فوج میں کمانڈر تھا اور میرے ساتھ دو ہزار سپاہی تھے۔ ہمیں کربلا فتح کرنے کا ٹارگٹ ملا تھا۔ اسی سلسلے میں ہم شہر کربلا سے باہر کیمپ میں رہتے تھے اور حکم ملنے کے منتظر تھے۔ وہ کہتا ہے کہ اسی دوران ایک رات اس نے خواب میں ایک بہت ہی بارعب شخص کو دیکھا۔ جب وہ میرے پاس تشریف لائے تو روسی زبان میں مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ حکومت روس یہ جنگ ہار چکی ہے یہ خبر کل تک عراق پہنچ جائے گی اور پھر عراق میں موجود تمام روسی فوجیوں کو مار ڈالا جائے گا، مزید یہ فرمایا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو ان لوگوں کے ہاتھوں مرنے سے بچ سکتے ہو۔

سابق روسی فوجی افسر نے بیان کیا کہ میرے سوال پر ان محترم نے بتایا کہ مجھے عباس قمر بنی ہاشم کہتے ہیں، میں ان کے جلال و جمال سے بہت متاثر ہوا اور اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عباس علیہ السلام نے مجھے ہدایت کی کہ فوراً روسی فوجیوں سے دوری اختیار کر لو۔ تمہارے نزدیک جو گھوڑا کھڑا ہے اس پر سوار ہو جاؤ وہ تمہیں

نجف اشرف میں ہمارے قابل اعتماد ابوالحسن کے پاس پہنچا دے گا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ تمہارے تمام ساتھی بے خبر سو رہے ہیں تم فوراً نکل جاؤ انہیں تمہارے جانے کی خبر بھی نہ ہوگی۔

وہ بیان کرتا ہے کہ یہ ہدایت پا کر میں فوراً بیدار ہوا۔ اس وقت خیمے میں خوشگوار خوشبو اور روشنی کا احساس ہوا، میرے تمام ساتھی بے خبر سو رہے تھے، میں نے جلدی میں لباس تبدیل کیا اور گھوڑے پر جیسے ہی بیٹھا وہ روانہ ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں ایک شہر پہنچا تو دیکھا کہ ایک مکان کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس سے نورانی چہرہ کا ایک شخص باہر آیا۔ اس کے ہمراہ ایک اور بزرگ بھی تھے۔ انہوں نے مجھ سے روسی زبان میں خیریت دریافت کی اور گھر آنے کی دعوت دی۔ میں نے ان بزرگوار سے تعارف چاہا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے ہمیں آپ کے آنے کی اطلاع دے دی ہے۔ میں ان بزرگوار کے گھر چلا گیا اور ان سے اسلام کے احکامات سیکھنے شروع کر دئے۔ دوسرے روز اطلاع ملی کہ روسیوں کو شکست ہوگئی ہے اور عراق میں مقیم تمام روسی لشکر کو قتل کر دیا گیا۔ حاجی ملا محمود کے استفسار پر اس روسی افسر نے بتایا کہ میں نے یہیں سکونت اختیار کر لی ہے البتہ موسم گرما میں نجف اشرف میں گرمی زیادہ پڑنے کی وجہ سے آیت اللہ اصفہانی مجھے روس بھیج دیتے ہیں۔

روزہ نماز کا ہدیہ

ملا علی اپنے والد حاجی میرزا خلیل تہرانی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ میری والدہ تہران میں تھیں اور میں کربلا میں تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میری والدہ میرے پاس آئیں ہیں اور کہا کہ لوگوں نے میری ناک توڑ دی ہے۔ میں اس خواب کو دیکھ کر بہت پریشان ہوا اور ان کی خیریت معلوم کرنے کی فکر میں رہا۔

اسی دوران تہران سے میرے ایک دوست کا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ تمہاری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، میت کو کربلا بھجوا رہے ہیں۔ جب میت کربلا پہنچی تو میں نے کفن کھول کر انکا چہرہ دیکھا تو حیران رہ گیا کیونکہ ان کی ناک ٹوٹی ہوئی تھی۔ میت کو حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی ضریح کا طواف دے کر دعا کی اے ابوالفضل! میری ماں روزہ نماز کی پابند نہیں تھی، اس وقت میں اسے آپ کی پناہ میں لے کر آیا ہوں۔ میں اس کے پچاس سال کے روزے اور نماز کی ضمانت لیتا ہوں، اس پر سے عذاب کو دور فرمائیں۔

ملا علی کہتے ہیں کہ میت کو دفن کر دیا گیا اور میرے والد روزگار کے حصول میں مشغول ہوگئے۔ کافی عرصے بعد انہوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میرے گھر کے باہر شور ہو رہا ہے میں گھر سے باہر آیا تا کہ وجہ معلوم ہو سکے لیکن یہ دیکھ کو سخت اذیت پہنچی کہ سامنے درخت سے میری والدہ کو باندھا ہوا ہے اور اسے کوڑے مارے جا رہے ہیں۔ میں گھبرا کر آگے بڑھا اور لوگوں سے پوچھا کہ میری والدہ کو کیوں مار رہے ہو؟ ایک صاحب نے کہا کہ حضرت ابوالفضل کا فرمان ہے کہ اسے اس وقت تک مارتے رہیں جب تک رقم ادا نہ ہو۔ میں نے ان صاحب کی منت سماجت کی اور رقم معلوم کی۔ رقم لینے گھر آیا اور رقم ادا کر کے ماں کو آزاد کرایا اور اس کی خدمت کرنے لگا۔ جب حساب لگایا کہ جو رقم مجھ سے مانگی گئی تھی وہ پچاس سال کی نماز اور روزے کے ہدیہ کے برابر تھی۔ میں اتنی رقم لے کر ریاض المسائل کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ یہ میری والدہ کی پچاس سال کی نماز اور روزہ کی ادائیگی کی رقم ہے۔

عیسائی کو بیٹا عطا کرنا

مرتضیٰ اعدادی تحریر کرتے ہیں کہ کربلا میں ایک ذاکر نے مولا عباس علمدار علیہ السلام کے روضے پر جانے کے لئے ٹیکسی حاصل کی۔ روضہ پر پہنچ کر اس نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا تو ڈرائیور نے کرایہ لینے سے انکار کر دیا۔ ڈرائیور حلیہ سے عیسائی

معلوم ہوتا تھا۔ مرتضی اعدادی تحریر کرتے ہیں کہ ذاکر امام حسین علیہ السلام نے اس ڈرائیور سے کرایہ نہ لینے کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ میں نے عہد کیا ہوا ہے کہ میں حضرت ابوالفضل علیہ السلام کے غلاموں سے کرایہ نہیں لوں گا کیونکہ مولا عباس علیہ السلام نے مجھے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

ڈرائیور نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ میں بیٹے کی نعمت سے محروم تھا۔ میں نے حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ بی بی مریم علیہ السلام سے توسل کی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ڈرائیور ہونے کی وجہ سے میرے مسلمان ڈرائیوروں سے بھی تعلقات ہیں۔ ان سے مجھے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کا مقام و مرتبہ معلوم ہوا تو میں نے ان کے دربار میں حاضری دی اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا مانگی کہ اگر حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا اس کے ہاں کوئی مقام ہے تو ان کے صدقے مجھے بیٹا عنایت فرما۔

کچھ عرصہ بعد اللہ تعالی نے مجھے بیٹا دے کر میری دعا قبول کی اس وقت سے میں نے عہد کیا ہوا ہے کہ میں مولا عباس علیہ السلام کے چاہنے والوں کی خدمت کی اجرت نہیں لوں گا۔

حضرت عباسؑ کے روضہ کی زیارت

یکم شوال ۱۴۲۱ھ کو کراچی کی مرکزی امام بارگاہ محفل شاہ خراسان کے نزدیک رہائش پزیر بی بی طلعت جو کمرشل پائیلٹ بھی ہیں اپنے شوہر کے ہمراہ کربلا معلی تشریف لے گئیں۔ جانے سے قبل ان کی خواہش تھی کہ وہ مولا عباس علمدار علیہ السلام کی زیر زمین تربت کی زیارت کریں اور وہ اس خواہش کو لے کر جب مولا غازی عباس علمدار علیہ السلام کی تربت پر پہنچیں تو انہوں نے خداموں اور وہاں کے مقامی لوگوں سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا مگر ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے۔ ہم بھی

زیرِ زمین مولا عباس علیہ السلام کے روضہ کی زیارت نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ اس کی چابی بغداد میں ہوتی ہے حکومت عراق کی جانب سے وہاں کسی عام آدمی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ غرض وہ مومنہ رو رو کر اپنے دل کا حال ہر آنے جانے والے سے بیان کرتی رہی۔ اسی دوران انہیں ایک صاحب ملے جنہوں نے دوسرے دن صبح آٹھ بجے صحن حرم میں ملنے کو کہا۔

مومنہ طلعت بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے یہ انتظار کی گھڑیاں کس طرح گزاریں یہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ دوسرے دن اعلیٰ صبح انہوں نے غسل کر کے، نیا لباس زیب تن کیا اور اپنے شوہر کے ہمراہ روضہ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی جانب روانہ ہوگئیں اور وقت مقررہ سے قبل صحن میں اس جگہ پہنچ گئیں جہاں ان صاحب نے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وقت گزرتا رہا مگر وہ صاحب تشریف نہ لائے، ان کی کیفیت کا اندازہ ان کے شوہر لگا رہے تھے، جوں جوں وقت گزرتا رہا توں توں ان کی بے قراری بڑھتی گئی اور جب وہ جذبات پر قابو نہ پاسکیں تو انہوں نے گریہ کرنا شروع کر دیا۔ لوگ آتے وجہ دریافت کرتے اور چلے جاتے کیونکہ یہ ان کے اختیار سے باہر تھا۔ اسی دوران ایک نوجوان تشریف لائے، خیریت اور رونے کا سبب دریافت کیا بعد ازاں فرمایا کہ وہ کفش داری نمبر ایک پر پہنچیں۔ یہ دونوں خوشی خوشی کفش داری پر پہنچے، اپنے جوتے جمع کیے، اسی اثنا میں وہ صاحب تشریف لے آئے۔ انہوں نے بھی وہاں جوتے جمع کیے اور ان دونوں کو اشارہ دیا کہ وہ ان کے پیچھے چلے آئیں۔ دونوں نے ان صاحب کی ہدایت پر عمل کیا۔ غرض وہ صاحب آگے آگے اور یہ دونوں پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ محترمہ طلعت صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ حرم میں داخل ہو کر ہم تینوں زائرین کے درمیان سے ہوتے ہوئے دائیں جانب کے رواق سے گزر کر چاندی کے دروازے پر پہنچے۔ ان صاحب نے اس دروازے کے دو تالے کھولے اور اندر داخل ہوگئے۔ ہم دونوں بھی اس دروازے سے اندر داخل ہوگئے۔ بعد ازاں اس نوجوان نے اندر کی جالی کے دروازہ کا تالا کھولا اور ایک موم بتی کو روشن کر کے سیڑھیوں سے اندر اترنا

شروع کیا، ابھی ہم چند سیڑھیاں ہی اترے تھے کہ پانی شروع ہوگیا۔ غرض باقی سیڑھیاں پانی میں ے کیں اور قبر مولا عباس علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔

وہ مومنہ بیان کرتی ہیں کہ شفاف پانی ان کی کمر سے بلند ہوگیا تھا۔ ان صاحب نے مولا عباس علیہ السلام کی زیارت بہت ہی خوش گلو آواز میں پڑھی، ہم بھی ان کے ساتھ زیارت پڑھتے رہے اور خوب گریہ کرکے دعا مانگی بعد ازاں عقیدتاً تمام جسم کو پانی میں بھگولیا اور وہ جو بوتل ساتھ لے گئیں تھیں اس کو پانی سے بھرلیا۔ کچھ دیر کے بعد ان صاحب نے چلنے کی ہدایت کی، دل تو واپس آنے کو نہیں چاہ رہا تھا مگر ان صاحب کی ہدایت پر وہاں سے واپس روانہ ہوئے۔ بی بی طلعت کا کہنا ہے کہ جب ہم چاندی کے دروازے سے حرم کے رواق میں واپس پہنچے تو ہمارے لباس سے پانی ٹپک رہا تھا اور اسی حالت میں ہم زائرین کے درمیان سے گزرتے رہے لیکن کسی زائر نے بھی ہماری طرف توجہ نہ کی اور نہ پانی کے گرنے کا سبب جانا۔ ہم کفش داری پر پہنچے اور اپنے جوتے حاصل کئے اور ان صاحب کا شکریہ ادا کرنے آگے بڑھے تو انہیں وہاں موجود نہ پایا گو کہ وہ ہمارے ساتھ تشریف لائے تھے، جب کفش داری والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔

باب المعصومہؑ

بیٹے عطا کرنا

علی اکبر مہدی پور اپنے ایک معتبر اور معتمد دوست سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میری طالب علمی کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میری چچازاد بہن جو ''خرم درہ'' میں رہتی تھی کو خدا نے متعدد بار اولاد عطا کی لیکن پیدائش کے بعد وہ سب مر گئے، کوئی بھی باقی نہ بچا۔ وہ بی بی معصومہؑ کی زیارت کے لئے آئی۔ اس زمانے میں، میں دارالشفاء میں رہتا تھا۔ میری چچازاد بہن نے مجھے اپنی آپ بیتی سنائی اور خوب روئی۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ اس وقت قم میں ہیں، یہ حرم اہلبیت ہے اور یہ کریمہ اہلبیت ہیں اور باب الحوائج کی لخت جگر ہیں، ان سے اولاد کے زندہ رہنے کی دعا کیجئے۔

انہوں نے دریافت کیا کہ میں بی بی معصومہؑ سے کس طرح توسل کروں؟ چونکہ میری طالب علمی کا ابتدائی زمانہ تھا، میری سمجھ میں کوئی بات نہ آئی۔ میں نے کہا کہ آپ ایک دن روزہ رکھیں اور افطار سے قبل حرم معصومہؑ میں جا کر دعا کریں چنانچہ انہوں نے روزہ رکھا اور افطار سے قبل حرم پہنچیں اور دختر باب الحوائج سے اپنی حاجت طلب کی، دعا اور راز و نیاز میں مشغول رہیں۔ چونکہ روزہ رکھنے اور گریہ وزاری کرنے کی وجہ سے تھک گئی تھیں اس لئے نیند آ گئی۔ اسی دوران انہوں نے خواب میں ایک معظمہ کو دیکھا کہ تشریف لائی ہیں اور کپڑے میں لپیٹ کر لڑکا مجھے دیا۔ خواب سے بیدار ہوئیں تو خوش خوش گھر آئی اور وطن چلی گئی۔ اس توسل کے بعد خدا نے انہیں تین بیٹے عطا کئے۔ وہ تینوں بیٹے زندہ ہیں اور بڑے ہو گئے ہیں۔ خود میری چچازاد بہن بھی زندہ ہے اور ''خرم درہ'' میں رہائش پزیر ہے۔

تشنج کی مریضہ کا صحت پانا

کرمان شاہ کی پروین محمدی تشنج اعصاب کے مرض میں مبتلا ہوئی۔ بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا۔ اہل خانہ بھی اس مرض کی وجہ سے انتہائی پریشان تھے۔ ڈاکٹروں کے علاج سے مایوس ہوکر گھر والے پروین کو لے کر حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی زیارت کے قصد سے کرمان شاہ سے روانہ ہوئے دو بجے قم پہنچے اور شب مسافر خانہ میں بسر کی اور صبح حرم معصومہ سلام اللہ علیہا میں زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ مریضہ کی چادر کے ایک پلو کو ضریح معصومہؑ سے باندھ دیا اور توسل پڑھنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد پروین کو نیند آ گئی۔ چونکہ لڑکی ایک مدت سے سو نہیں سکی تھی اس لئے اس کی ماں نے جب اسے سوتے ہوئے دیکھا تو بہت خوش ہوئی اور اشک مسرت اور خلوص کے ساتھ دعا کرنے لگی اور دل کی گہرائی سے کریمہ اہل بیت سے توسل کیا۔

اچانک پروین کی ماں نے محسوس کیا کہ حرم ایک عجیب قسم کی خوشبو سے معطر ہو گیا ہے اور پروین کی چادر کا پلو جو ضریح سے بندھا ہوا تھا کھل گیا۔ اس عطر آگین فضا میں پروین نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی ماں سے کہا ''اماں! مجھے بھوک لگ رہی ہے''۔ اس کی ماں حیرت زدہ ہوکر ضریح مقدس سے لپٹ گئی اور بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا شکریہ ادا کرنے کے بعد حرم مطہر سے شادمان باہر آئی۔

عذاب کا ٹل جانا

آیت اللہ مروارید نے ۲۳ ذیقعد ۱۴۱۴ کو شیخ الحاج علی مرحوم سے دیگر لوگوں کی موجودگی میں بیان کیا کہ الحاج علی تہرانی بن الحاج محمود تاجر تبریزی اپنے

زمانہ کے عالم میرزائے شیرازی کے شاگرد اور اس عہد کے نمایاں استاد تھے۔ جب میرزا نماز جماعت کے لئے نہیں آتے تھے تو وہی نماز جماعت بھی کراتے تھے۔ پارسائی اور متقی ہونے کی وجہ سے متقی، نیکوکار اور پرہیز گار لوگ ان کی اقتداء کرتے تھے۔ میرزائے شیرازی کے انتقال کے دو سال بعد وہ تہران لوٹ آئے کچھ دنوں کے بعد مشہد تشریف لے گئے اور مسجد گوہر شاد میں نماز جماعت پڑھانے لگے۔ بہت سے فضلاء ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے ۱۴ رمضان ۱۳۲۵ کو مشہد میں وفات پائی۔

آپ کے بھائی میرزا الحاج حسین علی ناصر الدین، ایران کے شہنشاہ رضا شاہ پہلوی کے دربار سے وابستہ تھے اور شاہ کے لباس ان ہی کی نگرانی میں سلتے تھے۔ ایک روز الحاج میرزا حسن مرحوم زیارت امام موسی رضا علیہ السلام میں مشغول تھے کہ لوگوں نے آپ کو بھائی کے انتقال کی خبر دی۔ آپ نے بہت گریہ کیا اور امام رضا علیہ السلام سے دعا کی کہ میرے بھائی دربار میں تھے یقیناً ان کی گردن پر بہت سے حقوق و مظالم ہوں گے آپ ان کی شفاعت فرمائے۔

تہران سے بڑی شان و شوکت کے ساتھ ان کا جنازہ قم لایا گیا اور ضریح معصومہ کا طواف کرانے کے بعد صحن حرم میں سپرد کر دیا گیا۔ اسی شب ایک متقی عالم نے خواب میں دیکھا کہ لوگ تہران سے قم کی جانب ایک جنازہ لا رہے ہیں اور عذاب کے فرشتے اس پر عذاب کر رہے ہیں۔ جب جنازہ صحن مطہر میں پہنچا تو عذاب کے فرشتے دروازہ پر ہی ٹھہر گئے اور بی بی معصومہ کے احترام میں صحن حرم میں داخل نہ ہوئے، اس وقت حرم مطہر سے ایک معظمہ نکلیں اور عذاب کے فرشتوں سے فرمایا، ان کے بھائی حسن علی تہرانی نے میرے بھائی امام رضا علیہ السلام سے ان کی شفاعت طلب کی ہے اور میرے بھائی نے مجھ سے ان کی شفاعت کی ہے لہذا تم پلٹ جاؤ اور وہ فرشتے اطاعت کرتے ہوئے پلٹ گئے۔

لاعلاج مرض سے صحت ملنا

ایران کا شہر ماکو جو آزر بائیجان کے مغرب میں ترکی کی سرحد کے قریب واقع ہے کی رقیہ نامی لڑکی ۲۸ شعبان ۱۴۱۴ ہجری کو دو مہلک امراض (پیروں پر فالج کا گرنا اور کھانسی کا شدید حملہ جس کی وجہ سے سانس لینا بھی دشوار تھا) میں مبتلا ہوئی۔ اس کے والدین اسے خوئی شہر کے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کے پاس لے کر گئے، ٹیسٹ ہوئے، تبریز میں C.T. SCAN ہوا۔ تمام ڈاکٹروں نے تشخیص کیا کہ یہ M.I.A مرض میں مبتلا ہے جو لاعلاج مرض ہے۔ اس دوران شوط شہر کے ایک مولانا حجتہ السلام شیخ احمد اسد نژاد جو کہ موزہ علمیہ قم میں مقیم تھے نے رقیہ کے چچا کو مشورہ دیا کہ وہ اسے قم لے جائیں، وہاں سے ڈاکٹر سمیعی کے پاس تہران لے جائیں گے۔

قم کی روانگی ۲ ذی الحجہ بروز جمعہ المبارک طے پائی تا کہ ہفتہ کی صبح تہران پہنچ جائیں۔ شب جمعہ رقیہ نے ایک سعادت آفرین خواب دیکھا۔ رقیہ بیان کرتی ہے کہ جس جمعہ کی صبح قم کی طرف سفر کرنے کا پروگرام تھا اسی شب اس نے خواب میں سفید گھوڑوں پر چند سفید پوش خواتین کو اپنے گھر سے گزرتے ہوئے دیکھا ان میں سے ایک خاتون اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا ''بیٹی! میں معصومہ سلام اللہ علیہا ہوں، تمہارے مرض کا علاج میرے پاس ہے۔ ضروری نہیں کہ تم ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ کل تم قم آؤ گی، میرے پاس آجانا، شفایاب ہو جاؤ گی۔ اگر ڈاکٹر کے پاس ہی جانا چاہتی ہو تو بعد میں چلی جانا''۔

رقیہ خواب سے بیدار ہوئی تو اس کی آنکھوں میں امید کی کرن چمکنے لگی، اپنے چچا اور چچی سے خواب بیان کیا اور قم پہنچنے کے لئے لمحے شمار کرنے لگی۔ شب جمعہ رقیہ اپنے چچا، چچی اور حجتہ السلام شیخ احمد اسد نژاد کے بھائی کے ہمراہ شوط سے قم کی جانب روانہ ہوئی، شام کو قم پہنچ کر جناب اسد نژاد کے گھر اپنے پہنچنے کی اطلاع کرادی اور اپنی

پھوپھی کے گھر چلی گئی۔ مختصر عصرانہ کے بعد حرم مطہر بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت کے لئے گھر سے روانہ ہوئی، بیساکھیوں کو کار میں چھوڑ کر اپنے چچا اور چچی کے کندھوں کا سہارا لے کر رقیہ حرم میں پہنچی اور پوری توجہ سے زیارت پڑھنے لگی۔ زیارت پڑھنے کے دوران رقیہ کو ایک جانی پہنچانی آواز سنائی دی، یہ بی بی کبریٰ سلام اللہ علیہا (بی بی معصومہ قم) کی آواز تھی جو اس نے خواب میں سنی تھی۔

رقیہ بیان کرتی ہے کہ ابھی میں نے آدھا زیارت نامہ ہی ختم کیا تھا کہ میرے کان میں آواز آئی "اٹھو! چلو پھرو! میں نے تمہیں شفا دیدی ہے"۔ رقیہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی اور ضریح مقدس کی جانب بڑھی اور اشک مسرت سے خاتون دوسرا کا شکریہ ادا کیا۔ جن زائرین نے تھوڑی دیر پہلے رقیہ کو معذور دیکھا تھا انہوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کے چاروں طرف حلقہ کرلیا، یہ پرمسرت واقعہ حرم معصومہؑ میں رات کے ساڑے نو بجے رونما ہوا۔ جب رقیہ کو اس کی پھوپھی کے گھر لے گئے اور عطر و گلاب اس کے چہرے پر ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کھانسی بھی ختم ہوگئی۔ رقیہ کو پہلے نسخوں کے ساتھ تہران میں ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو اس نے بتایا کہ اب رقیہ کو علاج کی ضرورت نہیں ہے۔

معیوب آنکھ کا ٹھیک ہو جانا

روس میں کمیونزم کی شکست و ریخت کے بعد روس کے علاقہ آذربائیجان کے باشندوں کے لئے ایران کا راستہ کھول دیا گیا۔ اسلامی علوم کے فروغ اور اس کی نشرواشاعت کے پیش نظر حوزہ علیہ قم کے ذمہ داران نے آذربائیجان کے نوجوانوں کو معارف اسلامی کی مناسب تعلیم دینے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ تعلیم حاصل کر کے واپس اپنے وطن جا کر اس خلاء کو پر کر سکیں جو کمیونسٹوں کے تسلط کے زمانے میں واقع ہوگیا تھا۔

تہران پہنچنے پر آذربائیجانی طلبہ کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ اس موقع پر ٹیلی ویژن کے افراد فلم بندی کے آئے۔ ان طلبہ میں نخچوان کا ایک نوجوان حمزہ بھی

شامل تھا جس کی آنکھ حد سے زیادہ ابھری ہوئی تھی۔ فلم بندی کے دوران کیمرہ مین نے کیمرے کا رخ زیادہ تر حمزہ کی آنکھ کی طرف رکھا۔ بعد ازاں اس پروگرام کا ویڈیو کیسٹ حوزہ علمیہ قم کے سرپرست کو دے دی گئی۔ مدرسہ کے سرپرست نے ایک دن وہ کیسٹ مدرسہ میں دکھائی، حمزہ کی آنکھ کا مضحکہ خیز منظر دیکھ کر طلبہ کو بے ساختہ ہنسی آئی۔ اس ویڈیو کیسٹ کو دیکھ کر حمزہ کو مزید کمتری کا احساس ہوا اور کیمرہ مین کی نادانستہ غلطی کی وجہ سے اس کی زندگی تلخ ہو گئی۔ اس لئے اس نے حوزہ علمیہ چھوڑنے اور وطن واپس جانے کا عزم کرلیا۔ حمزہ شکستہ دل اور اشکبار آنکھوں سے بی بی معصومہ قم سلام اللہ علیہا سے رخصت ہونے اور حرم کی آخری زیارت کے لئے آیا۔ زیارت کے دوران اس نے عرض کی، اے باب الحوائج کی بیٹی! میں سیکڑوں میل کی مسافت طے کرکے اس لئے یہاں آیا تھا کہ آپ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کرسکوں اور مذہبی مبلغ بنوں لیکن اس حقارت کو برداشت نہیں کرسکتا، لہذا میرا وطن واپس پلٹنا اور آپ کی ہمسائیگی سے محروم ہونا ناگزیر ہے۔

حمزہ نے اپنے عقدہ دل کو بی بی معصومہ قم سلام اللہ علیہا کی خدمت میں بیان کیا اور ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہہ کر چل دیا۔ جب وہ بی بی معصومہ قم سلام اللہ علیہا کے حرم سے باہر نکلا تو اس کی ملاقات ایک ہم کلاس سے ہوئی۔ حمزہ نے اسے سلام کیا مگر اس نے اجنبی کی طرح سلام کا جواب دیا، جب حمزہ نے اس طالب علم کا نام لے کر آواز دی تو وہ واپس آیا اور تعجب سے کہنے لگا حمزہ آپ ہیں؟

حمزہ کہتا ہے، جی میں ہوں، طالب علم نے فوراً دریافت کیا، تمہاری آنکھ کا کیا ہوا؟ اب حمزہ متوجہ ہوا کہ بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے لطف سے اس کی آنکھ ٹھیک ہوگئی، جب وہ تعلیم حاصل کرکے واپس آذربائیجان جائے گا تو اس کے ساتھ بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا معجزہ بھی ہوگا۔ حمزہ نے حوزہ علمیہ میں تعلیم جاری رکھی اور فراخ دلی سے محافل اور مجالس میں شریک ہوتا۔ معیوب آنکھ کے ثبوت کے لئے حوزہ علمیہ کی انتظامیہ کے پاس ویڈیو کیسٹ اب بھی موجود ہے۔

ماخذ الکتب

نام کتب	نام مصنف
الغیبۃ	علامہ شیخ طوسی علیہ الرحمۃ
اصول کافی	مولانا ظفر حسن امروہوی
اسرار الشہادہ	ملّا فرقادر بندی
الارشاد	فاضل دربندی
السیرہ النبویہ (جلد اول و دوئم)	ابن ہشام
الخراج والجراح	علامہ قطب الدین ابوالحسن
	سعید بن ھبۃ اللہ راوندی
اللہ اکبر	عباس حیدر سیّد
بحار الانوار	علامہ محمد باقر مجلسیؒ
۷۲ داستان از شفاعت امام حسینؑ	سیّد رضا حسین الارزی
ترجمہ و تفسیر قرآن مجید	مولانا فرمان علی
تاریخ الخلفا	علامہ جلال الدین سیوطی
تاریخ کربلا و نجف	علامہ جزائری مفتی طیب آغا
تاریخ فرشتہ	محمد قاسم فرشتہ
تاریخ انوار السادات	سیّد ظفریاب حسین حسینی
تاجدار یثرب و بطحا رحمۃ اللعالمین	شیخ منصور طیب
تاریخ گنج شہیداں	سیّد فرزند حسین فیض بھرت پوری
جلا العیون (جلد دوئم)	علامہ محمد باقر مجلسی
جنگ کراچی (۱۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء)	کالم نگار رئیس امروہوی
جوہر قرآن	سیّد علی حیدر

چہاردہ معصوم	فضل اللہ بن بہان خنجی اصفہانی
چہل داستان از کرامات ابوالفضل عباسؑ	مرتضیٰ اعدادی
حیات القلوب	علامہ محمد باقر مجلسی
حیرت انگیز واقعات	آیت اللہ سیّد عبدالحسین دستغیب شیرازی
حسینؑ حسینؑ (جلد دوئم)	محمد وصی خان
حضرت امام رضا اور مشہد مقدس	مولانا نثار احمد زینپوری
حضرت معصومہؑ و شہر مقدس قم	مولانا نثار احمد زینپوری
دارلسلام (جلد دوئم)	علامہ نوری
دلائل النبوہ (جلد پنجم)	بیہقی
در مقصود	خان بہادر اولاد حیدر فوق بلگرامی
روضۃ الشہداء	ملا حسین واعظ کاشفی
رسالہ ایلیا	حکیم محمد محمود علی گیلانی
رسالہ چشتیہ الجول	ادارہ معارف اسلام
سیت الامام ابو جعفر محمد تقی	محمد محسن منظر النقوی
سبحان اللہ	عباس حیدر رشید
شریکۃ الحسین	آغا مہدی نقوی
شواہد النبوت	علامہ جامی
صواعق محرقہ	ابن حجر مکی
ضمیمہ جات مقبول ترجمہ وحواشی	مولانا مقبول احمد دہلوی
عیون اخبار الرضا	شیخ صدوق علیہ الرحمۃ
علل وشرائع	شیخ صدوق علیہ الرحمۃ
علی علی	محمد وصی خان
علمی باتیں	سیّد فرزند رضا
عجائب ومعجزات شگفت انگیز از امام حسین	سیّد محمد طباطبائی

فلسفہ معجزہ	آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم خوئیؒ
فضائل مرتضوی	محمد باقر علی دہلوی
کوکب دری	محمد صالح کشفی
کلمہ طیبہ	حاجی میرزا حسین نوری
کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ	علامہ اردبیلی علیہ الرحمۃ
کریمہ اہل بیت	علی اکبر مہدی پوری
کنایتہ الطالب	گنجی شافعی
کرامات الفاطمیہ	شیخ علی میر خلف زادہ
کرامات امام رضا	مہدی خراسانی
کرامات الصالحین و چہرہ درخشاں	فارسی
قمر بنی ہاشم ابو الفضل العباسؑ	
گناہان کبیرہ (جلد دوئم)	آیت اللہ دستغیب
میزان الایمان (جلد دوئم)	مولانا محمد یوسف مرزا
مجمع الفضائل	مناقب علامہ شہر آشوب
مناقب آل آبی طالب	محمد بن علی بن شہر آشوب المازندانی
مطالب السول	مولانا جامی
معجزات حیدریہ	محمد حسین برگ
معجزات امام حسینؑ	نصیر الرضا صفدر
معجزات امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہم	محمد حسین برگ
معجزات آئمہ	محمد حسین برگ
ملاقات امامؑ	مولانا سید محمد امروہوی
نور الابصار	شبلنجی
نہج الاسرار	بشارت علی

دانشوروں کی آراء

عباس حیدر سید کی دونوں کتابوں (سبحان اللہ اور اللہ اکبر) میں روح عصر موجود ہے اور ان کتابوں میں تاریخی بصیرت اور مذہبی جذبہ بھی کارفرما ہے۔ سبحان اللہ اور اللہ اکبر تاریخی حقائق اور تحقیق پر مشتمل ہیں اور یہ ایسی کتابیں ہیں جن کی دوہری اہمیت ہے اول یہ کہ ان کتابوں میں مکہ معظمہ مدینہ منورہ، منیٰ، اور عرفات کے علاوہ ایران عراق اور شام میں واقع ۱۵۰ سے زائد زیارت گاہوں کی تفصیلات دی گئیں ہیں دوسری اہمیت پاکستانی کلچر کو اجتماعی اور روحانی تجربات کے رشتے سے باندھنا ہے۔

حکیم محمد سعید (شہید)
چیئرمین ہمدرد فاونڈیشن

ہم اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ کوئی کام ایسا نہیں کرتے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل ہو۔ عباس حیدر سید نے حجاج کرام اور زائرین کی رہنمائی کے لئے جو تصانیف (سبحان اللہ و اللہ اکبر) پیش کی ہیں وہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے یہ کتابیں خلوص اور جذبات سے لبریز ہو کر لکھی گئی ہیں جو در حقیقت عقیدت کا سفر نامہ ہے۔

جسٹس (ر) ایس۔ اے۔ نصرت (مرحوم)

عباس سید حیدر کی دونوں کتابیں (سبحان اللہ و اللہ اکبر) وقت کی اہم ضرورت تھیں انہوں نے ان کتابوں کو تحریر کر کے حجاج کرام اور زائرین حضرات کی جس طرح رہنمائی کی ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ عباس حیدر سید کی ان کتابوں نے نئے دریچوں کو کھولا ہے۔ ان کتابوں کو دیکھ کر میرے قلب اور نظر میں توانائی آ گئی ہے۔ آج ہمیں علم و ادب کے گہواروں کو سجا کر رکھنے کی ضرورت ہے۔

مولانا اصغر درس

میں گزشتہ پندرہ سال سے عازمین حج عمرہ و زیارات کی خدمت کر رہا ہوں مجھے حرمین شریفین اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارات کا بارہا شرف حاصل ہوا اس کے باوجود مجھے بہت سے مقامات کا نہ تو علم تھا اور نہ ہی اتنی معلومات تھیں جتنی کہ کتاب سبحان اللہ میں دی گئی ہیں یقیناً عباس حیدر سید مبارک باد کے مستحق ہیں اور ان کے اس اقدام سے عازمین حج، عمرہ اور زیارات کو رہنمائی حاصل ہوگی اور اس کے پڑھنے سے آپ کا دل حج اور مقدس مقامات کی زیارت کیلئے تڑپے گا۔ یقیناً عازمین حج کیلئے یہ کتاب ایک بڑا سہارا ثابت ہوگی۔

محمد حنیف بلو
چیئرمین جماعت عوام اہلسنت

عباس حیدر سید کی دونوں کتابیں (سبحان اللہ، اللہ اکبر) جامع حیثیت رکھتی ہیں اوران کے مطالعہ سے دین اور دنیا کی رہنمائی حاصل ہوگی۔ گنگا کے پانی سے اشنان کرکے گناہ نہیں جھڑتے بلکہ انسان کو ایسا عمل کرنا چاہئے جو خالق حقیقی کی ہدایت کے مطابق ہوں یقیناً یہ دونوں کتابیں اس سلسلے میں بہتر رہنما ہونگیں۔

ایچ این اختر

سابق چیئر مین پاکستان اسٹیل

اب تک مقامات مقدسہ سے متعلق جتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں ان سب میں مختصر ترین، جامع اور منفرد، عباس حیدر سید کی کتاب اللہ اکبر ہے جس کے مطالعہ سے شام عراق اور ایران میں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ، زیارت گاہوں کے متعلق جملہ امکانی معلومات کے ساتھ ساتھ تاریخی پس منظر سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔ طرز تحریر خاص دلکش ہے۔ کتاب پڑھنے والا یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ بھی ان مقامات مقدسہ پر عباس حیدر سید کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔

پروفیسر سید اظہار حیدر رضوی

ایڈوکیٹ سپریم کورٹ

عباس حیدر سید نے سبحان اللہ کے نام سے ایک کتاب مکہ معظمہ و مدینہ منورہ (سعودی عرب) کے انتہائی مقدس و با حرمت شہروں کے متبرک مقامات کی تفصیلات پر تحریر فرمائی ہے جو اپنی ضخامت کے لحاظ سے تو اگر چہ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس کتاب میں اتنے بہت سے متبرک تاریخی مقامات کا تعارف پیش کیا گیا ہے کہ بعض ضخیم کتابوں میں بھی شاید جن کا تعارف یا ذکر نہ مل سکے! خاص طور پر اردو زبان میں اپنی اس خصوصیت کی بنا پر یہ کتاب کم نظیر ہے۔ یہ کتاب نہایت سلیس، رواں اور آسان اردو زبان میں تحریر کی گئی ہے۔ سبحان اللہ اپنے دیگر تمام مفید مطالب بیان کے باعث لائق مطالعہ واستفادہ خاص وعام ہے۔

ڈاکٹر حسین جعفر حلیم

صدر شعبہ فارسی جامعہ کراچی

عباس حیدر سید صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اس دینی فریضہ کا احساس کیا اور اپنے سفر حج میں ہی انتہائی محنت، دقت نظر اور جاں فشانی سے یہ کوشش کی کہ جو بھی آثار تاریخی طور پر موجود ہونے چاہئیں ان کے متعلق تحقیق کرنے کے بعد ان کی نشاندہی اپنی کتاب سبحان اللہ میں کی اور تاریخی حوالوں سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

الحاج سید تقی عباس رضوی

سالار، کارواں بیت اللہ پاکستان

شاہ ولایت پبلشرز کی جانب سے
زائرین وعازمین حج کے لئے عباس حیدر رسید کا ایک یادگار تحفہ

سبحان اللہ

صفحات 192 ہدیہ 75 روپے

زائرین وعازمین حج کی سہولت کے لئے مکمل دستاویز جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، مزدلفہ، منیٰ وعرفات کے مقامات کی تفصیلات کے ساتھ نادر تصاویر اور نقشے بھی فراہم کئے گئے ہیں۔

اعلیٰ طباعت کے ساتھ ہر کتب فروش کے پاس دستیاب ہے
امریکہ، کینیڈا، ہندوستان، ایران، عراق، شام اور ترکی سمیت کئی ممالک میں دستیاب ہے

رابطہ:

شاہ ولایت پبلشرز

R-997، سیکٹر 16-A بفرزون، کراچی 75850، پاکستان۔
ویب: www.shahwallayat.8m.com
ای میل: hnaqvi2@yahoo.com

شاہ ولایت پبلشرز کی جانب سے

زائرین، ایران، عراق اور شام

کے لئے عباس حیدر رسید کا ایک نادر تحفہ

اللہ اکبر

صفحات 192 ہدیہ 60 روپے

زائرین مقامات مقدسہ کی سہولت کے لئے مکمل دستاویز جس میں ۱۵۰ سے زائد مقامات کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ نادر تصاویر اور نقشے بھی فراہم کیے گئے ہیں

اعلیٰ طباعت کے ساتھ ہر کتب فروش کے پاس دستیاب ہے

امریکہ، کینیڈا، ہندوستان، ایران، عراق، شام اور ترکی سمیت کئی ممالک میں دستیاب ہے

رابطہ:

شاہ ولایت پبلشرز

R-997، سیکٹر A-16 بفرزون، کراچی 75850، پاکستان۔

ویب: www.shahwallayat.8m.com

ای میل: hnaqvi2@yahoo.com

BOOK LIBRARY

NAYAB BOOK LIBRARY
Shop No. 11
KARACHI

مصنف کا تعارف

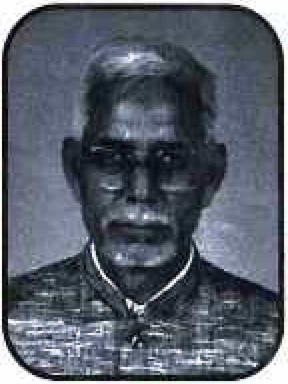

عباس حیدر سید یکم اگست ۱۹۴۶ کو یوپی کے مردم خیز خطہ امروہہ کے علم و دانش کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ میٹرک ناز پائلٹ ہائی اسکول خیرپور، انٹر سائنس اسلامیہ کالج کراچی، بی۔ایس سی وایل ایل بی اردو کالج، ایم اے (صحافت) و ایم اے (اردو) جامعہ کراچی سے امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ ۶۹-۱۹۶۸ میں انجمن اتحاد طلبہ اردو کالج کے صدر بھی رہے۔

عباس حیدر سید نے اپنے کیریئر کا آغاز ۱۹۷۲ میں وکالت سے شروع کیا اور ۱۹۷۷ میں پاکستان اسٹیل میں اسسٹنٹ منیجر ایڈمن ولیبر کی حیثیت سے شمولیت اختیار کی بعد ازاں کارپوریٹ سیکریٹریٹ میں منیجر انچارج کارپوریٹ بورڈ افیئرز اور شعبہ تعلقات عامہ میں منیجر انچارج پبلسٹی کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں اور متعدد اعزازات واسناد حاصل کیں۔ ایڈ ایشیاء کانفرنس کے علاوہ کئی سیمینارز اور ورکشاپس میں پاکستان اسٹیل کی نمائندگی کی۔ اسٹار پروموٹرز نے ان کی خدمات کے اعتراف میں بہترین افسر تعلقات عامہ ۱۹۹۷ کی شیلڈ عطا کی۔

عباس حیدر سید کے طنز و مزاح کے مضامین عالمی ڈائجسٹ، روزنامہ مشرق کراچی، مساوات کراچی، حریت کراچی، کلیم سکھر اور پاکستان اسٹیل کے ہاؤس جرنل الحدید کے علاوہ ملک کے دیگر اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ ان کی کتب "اللہ اکبر" اور "سبحان اللہ" جو زائرین مقامات مقدسہ (ایران، عراق، شام اور سعودی عرب) کے لئے ایک گائڈ کی حیثیت رکھتی ہیں، کو کافی پزیرائی ملی اللہ اکبر کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ حکیم محمد سعید شہید نے فرمایا کہ ان کی کتابوں میں روح عصر موجود ہے جبکہ ملک کے طول وعرض سے شائع ہونے والے اخبارات وجرائد نے انہیں زیارتی انسائیکلوپیڈیا اور ہر گھر کی ضرورت قرار دیا۔

شاہ ولایت
SHAH WALLAYAT PUBLISHERS